بنام آنکہ او نامے ندارد بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

بغرض تیسیر ان اہل کیمیہ سروران

کشفہ ہائے پیر و صاحب دلبران

اصطلاحات صوفیہ

از

عارف حقائق وجود واقف دقائق شہود رہنمائے شریعت و طریقت مولائی

حضرت خواجہ ابو محمد عبد الصمد صاحب قبلہ

زیدی چشتی نظامی مدظلہ العالی

باہتمام

فرید احمد صمدی

کوچہ پنڈت دہلی

مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

طبع اول جنوری سنہ ۱۹۲۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرغانِ چمن بہر صباحے   خوانند ترا با صطلاحے

سرمستانِ وحدت اور بادہ کشانِ معرفت اوّل تو "چشم بند و گوش بند و لب بہ بند" پر عمل کرتے ہیں۔ اور اگر کبھی جذب و سکر کی حالت میں زبان سے کچھ نکل جاتا ہے تو دوسروں کے لئے اس کا سمجھنا دشوار ہے ؎

عشق را طرزِ بیانے دیگر ست

شعرائے متصوفین کا جس قدر کلام ہے وہ بھی ایسے استعاروں تشبیہوں اور اصطلاحوں سے لبریز ہے کہ عوام کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ بلکہ بعض اوقات نافہمی کی وجہ سے پڑھنے والا کچھ کا کچھ سمجھکر گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ ارباب دل ایک حد تک مجبور بھی ہیں۔ کیونکہ جن کیفیات و احساسات کو وہ بیان کرنا چاہتے ہیں ان کے ادا کرنے سے زبان قاصر ہے پس وہ استعارہ و تشبیہ اور مخصوص اصطلاحات کے ساتھ اپنا مدعا ظاہر کرتے ہیں ؎

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اس خیال سے کہ لوگ ان اہل حال کا قال سمجھ کر نشاطِ روح اور سرمایۂ ذوق حاصل کریں اور نیز اس لحاظ سے کہ غلط فہمی کی حالت میں کچھ کا کچھ نہ سمجھیں سخت ضرورت تھی کہ ایک ایسی کتاب تیار کی جائے جس میں ان اشارات و اصطلاحات کی پوری تشریح ہو تاکہ جب شعرائے متصوفین کا کلام اور ارباب تصوف کی عبارتیں طالبان طریقت کے سامنے آئیں تو وہ آسانی کے ساتھ ان کے مطالب سمجھ سکیں

چنانچہ میں نے یہ مدعا اپنے والد ماجد قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین واقف رموز طریقت آگاہ اسرار حقیقت حضرت مولانا شاہ محمد عبد الصمد صاحب قبلہ فخری فریدی چشتی دام ظلہ العالی کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت ممدوح نے میری ناچیز گزارش کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ اور یہ نادر و نایاب کتاب تحریر فرمائی۔ جو اصطلاحات صوفیہ کے نام سے ارباب ذوق کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے وہ تمام رموز و اسرار منکشف ہو جائیں گے جن کی وجہ سے اہل سلوک و تصوف کا کلام سمجھنا دشوار ہے۔ اور اردو زبان میں یہ اوراق بے نظیر اضافہ سے تعبیر کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت مصنف مدظلہ العالی کا سائہ عاطفت ہم غلاموں کے سر پر عرصۂ دراز تک قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ اور ناظرین کو اس کتاب سے بہرہ اندوزی کی توفیق عطا کرے۔ وآخر دعوٰینا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار

فرید احمد صمدی

کوچہ پنڈت۔ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الف

ا الف سے اشارہ ذات احدیت ہے یعنی حق تعالیٰ باعتبار احدیت کے اول الاشیاء ہے

اللہ اسم ذات ہے اُس واجب الوجود کا جو مستجمع ہے جمیع صفات کمال کا

ابر اُس حجاب کو کہتے ہیں جو مراتب سلوک کے حصول کا باعث ہو۔ اور ابر اس حجاب کو بھی کہتے ہیں جو حصول مطلب میں حائل ہو

ابرو اصطلاح میں کلام اور الہام غیبی کو کہتے ہیں اور شیخ جمال قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ابرو اشارہ ہے مرتبہ قاب قوسین کی طرف۔ نیز سالک کے اپنے مرتبہ سے بوجہ کسی قصور کے گر جانے کو ابرو کہتے ہیں

ادب عبد کو تمیز رکھنی چاہئیے اُن چیزوں کی جو حق تعالیٰ کے لئے مختص ہیں۔ اور نیز اُن کی جو عبد کے لئے مختص ہیں یہ ادب ہے

احسان طرز عبودیت سے احکام کی بجا آوری اور نظر بصیرت سے ربوبیت کا مشاہدہ

احد اسم ذات ہے باعتبار نفی تعداد صفات و اسماء کے اور نسبت و تعینات اس میں نہیں ہے

وحدت حقیقت محمدیہ۔ ابو الارواح۔ مرتبہ وحدت اسم اعظم تعین اول ظہور اول کو کہتے ہیں کثرت اس کی منافی ہے۔

احدیۃ الکثرت۔ یعنی وسے واحدیت کہ دراں تعقل کثرت نسبتہ میشود و این را مقام جمع و احدیۃ الجمع نامند۔ یعنی وہ ایسی ذات واحد ہے کہ اسمیں ادراک کثرت کا ہوتا ہے اور اسی کو کثرت فی الوحدت کہتے ہیں۔

احدیت العین - اس ذات کا مستغنی ہونا من و تو اور اسما سے اور اسی کو جمع الجمع بھی کہتے ہیں۔

اخلاص اپنے دل کو ماسوائے اللہ سے خالی کرنا - اور دوسرے یہ کہ اس کا ہر فعل خالصاً للہ ہو۔ اخلاص و صدق قریب قریب ہیں فرق اتنا ہے کہ صدق اصل ہے اور وہ فرع جو اخلاص سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور اخلاص اس کا تابع۔

ارادہ غذائے روح طلب کرنا ہے۔ (۲) خواہشات نفس کو مٹانا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی ہونا ہے (۳) اور بعض کہتے ہیں کہ وہ آتش محبت کا ایک شعلہ ہے جو دل میں حقیقت کی طلب پیدا کرتا ہے

استقامت قائم ہو جانا جملہ احکام شریعت و طریقت پر مضبوطی کے ساتھ اور اس پر مداومت کرنا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے (حدیث شریف) خیر العمل ما قل و دام۔ بہترین عمل وہ ہے جو تھوڑا ہمیشگی کے ساتھ ہو۔ علماء کے نزدیک وہ راستہ ہے جس میں افراط و تفریط نہ ہو اور مداومت ہو۔ حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استقامت کے تین درجے ہیں۔ اول تقویم اس سے مراد تادیب نفس ہے دوم اقامۃ اس سے مراد تہذیب قلوب ہے سوم استقامۃ اس سے مراد تقریب اسرار ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں استقامت یہ ہے۔ ان لا تختار علی اللہ شیئاً یعنی اللہ کریم کے مقابلہ میں کسی چیز کو اختیار نہ کرے۔ اور بعض حضرات اخلاص کے معنی کہتے ہیں۔ اصحاب تحقیق فرماتے ہیں کہ خواہشات نفس و عادات و رسومات خلق کو چھوڑ کر عبادت حق میں مشغول رہنا اور معرفت حق میں مستغرق رہنا۔ ایک یہ بھی ہے کہ سالک کو جو درجہ اللہ کریم کے فضل سے عنایت ہوا اس کی

پوری پوری نگہداشت رکھنا۔

الوہیۃ و الہیۃ تمام حقائق وجودیہ کی احدیت جمع ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام تمام افراد بشریہ کے لئے احدیت جمع ہیں اور بعض نے کہا ہے۔ جو اسم آلٰہی بشر کی طرف مضاف ہو وہ الہیۃ ہے۔

ایمان اللہ تعالیٰ کی جستجو کو ایمان کہتے ہیں۔ ایمان کی دو قسمیں ہیں حقیقی و تقلیدی۔
ایمان حقیقی تو انبیاءؑ و اولیاء اللہ کا ہے کہ جو اللہ کریم کے وجود کو وجود حقیقی سمجھتے ہیں۔ اور ماسوائے اللہ کو اعتباری اور ایمان تقلیدی عوام مومنین کا ہے جو اپنے نبی کے فرمودہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں۔
احکام شریعت کی پابندی کرتے ہیں اور حقیقت کا علم نہیں رکھتے کہ وہ کیا ہے

اعیان ثابتہ صور علمیہ کو کہتے ہیں یعنی جو علم آلٰہی میں حقائق عالم کی تمام صورتیں محفوظ ہیں اور صور علمیہ کو حقائق الاشیاء بھی کہتے ہیں

اعیان خارجیہ عالم ارواح کو کہتے ہیں

اتصاف یعنی اتصاف بندے کا ساتھ ذات اور صفات حق تعالیٰ کے ایک مسئلہ مشہور ہے ان کے ہاں حقیقت میں ذات و صفات حق تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور بندے کی ذات و صفات محض اعتباری و مجازی ہے وجود صفات بندہ وجود صفات حق تعالیٰ کا ظل ہیں

ازل اس کو کہتے ہیں جس کی ابتدا نہیں

ازل الازال ذات بحت یعنی مرتبہ ذات بلا صفات

ازل ممکنات تعین ثانی پر بولا جاتا ہے جس میں تفصیل صفات اور حقائق آلٰہی اور اعیان ثابتہ اور حقائق اشیاء ثابت ہیں اور اس کو علم الٰہی اور تقدیر الٰہی بھی کہتے ہیں۔

ابد جس کی انتہا نہیں یعنی ذات کے واسطے جیسے ابتدا نہیں ویسے ہی انتہا بھی نہیں۔ کیونکہ ذات میں جیسے کہ سب اشیا ظہور سے پہلے مندرج تھیں ویسی ہی بعد ظہور ہونے کے ذات کی طرف سب رجوع ہوتی ہیں اور ظہور اشیاء غیر متناہی ہے۔

اول ذات بلا صفات کو کہتے ہیں

آخر ظہور ذات بصورت صفات و اسما و کمالات

انفعال کمال ظہور ذات مع التشبیہ کو کہتے ہیں اور وہ عالم اجسام ہے۔

ابوالوقت اس صوفی کو کہتے ہیں کہ جس کا زمانہ اور وقت تابع ہو۔ وقت بغیر ان کے ارادہ کے نہیں گزرتا۔ قطب الاقطاب کو بھی کہتے ہیں۔

ابن الوقت اس صوفی کو کہتے ہیں جو وقت کا تابع ہو اور مقتضائے وقت عمل کرے۔

اعتکاف دنیاوی کاموں سے قلب کو فارغ محفوظ کرکے اللہ کی طرف دل لگانا ہے

افق اعلیٰ۔ انتہائی مقام روح کو کہتے ہیں اور وہ مرتبہ واحدیت اور حضرت الوہیت ہے

افق مبین انتہائی مقام قلب

الہام سالک کے صفائی قلب کے بعد جو واردات قلب ہوں اور ان پر سالک کا بغیر استدلال یقین کامل ہو

ابدال جمع بدل جن کو بدلا بھی کہتے ہیں۔ یہ سات اولیاء اللہ ہیں جن کے انتظام میں ہفت اقلیم ہے اور سب لطافت کے جس عنصر اور جس شکل کے ساتھ چاہیں صورت بدل لیتے ہیں اور سفر کرتے ہیں اور ایک جسد اپنی صورت کا اس جگہ پر چھوڑ دیتے ہیں جسے کوئی نہیں پہچان سکتا کہ انہوں نے اس جگہ سے سفر کیا ہے یا نہیں اسی سبب سے ان کو ابدال کہتے ہیں۔ اور مطالب رشیدیہ میں بہ حوالہ حدیث مرفوع ابدال کی تعداد چالیس لکھی ہے۔

انابت توبہ کرنا۔ رجوع الی اللہ ہونا۔ اور تعینات سے خلاصی پانا۔

انزعاج صحبت نصیحت اور سماع وغیرہ کے اثر سے وجدانی کیفیت کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہونا۔

انصداع سلوک کے ایک مقام کا نام ہے جو فرق ہے بعد جمع کے بہ سبب ظہور کثرت اور اعتبار صفات کے

الآن الدایم مرتبہ تفصیل صفات کو کہتے ہیں

الآن نقد وقت۔ وقت حاضر

انا اشارہ ہے مرتبہ وحدت اور حقیقت محمدیہ کی طرف اسی کو علم مجمل و تعین اول بھی کہتے ہیں

انانیت یہ حقیقت عبد کی ہے اور ہر وہ شے جو عبد کے ساتھ متعلق ہے اسی حقیقت عبد کیطرف منسوب ہوتی ہے مثلاً روحی نفسی ۔مالی قلبی ۔چشتی ۔فریدی ۔فخری وغیرہ انا عبارت ہے اصل ذات و وجود حق تعالیٰ سے کہ ذات خود اس کے ساتھ اپنے کو تعبیر کرتی ہے خواہ مطلق ہو خواہ مقید ہو اور انانیت منسوب ہے طرف انا کے اور حدیث شریف میں اسی انا کی طرف اشارہ ہے ۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی جسد آدم لمضغۃ و فی المضغۃ فواد و فی الفواد روح و فی الروح سر و فی السر خفی و فی خفی اخفی و فی الاخفا انا ۔یعنی فرمایا حضور صلعم نے آدم کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اور لوتھڑے میں دل ہے اور دل میں روح اور روح میں سر اور سر میں خفی اور خفی میں اخفا اور اخفا میں انا۔

انسان کامل اس کو کہتے ہیں جو جمیع عوالم الہیہ و کونیہ جزیہ و کلیہ کا جامع ہو

اہل ذوق وہ لوگ ہیں جن کو تجلیات کا حکم روح و قلب سے ان کے نفس اور قوے

کی طرف نازل ہوتا ہے۔ گویا بسہولت محسوس کرتے ہیں اور ذوق سے دریافت کرتے ہیں بلکہ یہ حال اُن کے وجود سے ظاہر ہوتا ہے

افراد اولیاء اللہ میں سے تین ہوتے ہیں جو فردیت کی تجلی سے بباعث متابعت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ممتاز ہیں اور یہ بوجہ اپنے انتہائی کمال کے دائرہ قطب الاقطاب سے خارج ہیں

اوتاد یہ اولیاء اللہ میں چار شخص ہوتے ہیں۔ غرب میں عبد العلیم شرق میں عبد الحی شمال میں عبد المجید جنوب میں عبد القادر۔ کہ تمام معمورہ دنیا کی محافظت ان کی برکت سے ہے۔

امامان یہ دو شخص ہیں ایک قطب کے داہنی جانب رہتا ہے اور اس کی نظر ملکوت پر ہوتی ہے۔ دوسرا قطب کے بائیں طرف اس کی نظر عالم شہادت پر رہتی ہے۔ یہ صاحب ملکوت سے افضل ہے اور یہی قطب کے بعد قطب کا جانشین ہوتا ہے۔

امنا ملامتیہ فرقہ کو کہتے ہیں اور ملامتیہ ایک گروہ ہے جس کے باطن کی حالت اُن کے ظاہر سے پوشیدہ رہتی ہے۔

اُنس جمال حضرت الہیہ کے مشاہدہ سے جو اثر دل میں پیدا ہو اس کو اُنس کہتے ہیں

اثبات احکام عبادت کی پابندی کو کہتے ہیں وقیل اثبات المواصلات اور بعض نے کہا ہے کہ قائم کرنا اُن باتوں کا جو اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہیں۔

اصطلام ولولہ شیفتگی۔ فریفتگی طالب کو کہتے ہیں جس سے دل مغلوب ہو جائے۔

اسم اصطلاح صوفیہ میں اسم سے محض لفظ مراد نہیں بلکہ اس سے مسمیٰ کی ذات باعتبار اپنے صفت وجودیہ وعدمیہ کے مراد ہے۔ اسم ذات، صفت وجودیہ کے جیسے علیم قدیر وغیرہ اور اسم ذات صفت عدمیہ کے جیسے قدوس سلام وغیرہ

اسماء ذاتیہ یہ وہ اسماء ہیں کہ جن کا وجود غیر کے وجود پر موقوف نہیں گو بعض اسماء ذاتیہ کا تعقل غیر پر موقوف ہے اور انہی کو اسماء اول اور مفاتیح الغیب ائمۃ الاسماء بھی کہتے ہیں۔

اور بعض عارفوں نے اسماء باری تعالیٰ کی چار قسمیں فرمائی ہیں پہلی قسم اسماء صفات ذاتیہ جیسے احد واحد۔ فرد۔ وتر۔ حمد۔ قدوس۔ حی۔ نور۔ دوسری اسماء صفات جلالیہ۔ جیسے کبیر۔ متعال۔ عزیز۔ عظیم۔ جلیل۔ قہار۔ قادر۔ مقتدر۔ ماجد۔ جبار۔ متکبر۔ خافض۔ مذل۔ رقیب۔ واسع۔ شہید۔ قوی۔ متین۔ منتقم۔ ذوالجلال والاکرام۔ مانع۔ ضار۔ وارث۔ صبور۔ ذوالبطش۔ بصیر۔ دیان۔ معذب۔ مفضل۔ المجید الذی لم یکن لہ کفوا احد۔ ذوالحول الشدید۔ قاہر۔ غیور۔ شدید العقاب۔ تیسرے اسمائے صفات جمالیہ جیسے حلیم۔ رحیم۔ سلام۔ مومن۔ باری۔ مصور۔ غفار۔ وہاب۔ رزاق۔ فتاح۔ باسط۔ رافع۔ لطیف۔ خبیر۔ معز۔ حفیظ۔ مقیت۔ حسیب۔ جمیل۔ علیم۔ کریم۔ وکیل۔ حمید۔ مبدا۔ محی۔ واجد۔ دایم۔ باقی۔ بر۔ منعم۔ عفو۔ غفور۔ رؤف۔ مغنی۔ معطی۔ نافع۔ ہادی۔ بدیع۔ رشید۔ مجمل۔ قریب۔ مجیب۔ کفیل۔ حنان۔ منان۔ کامل۔ لم یلد ولم یولد۔ کافی۔ جواد۔ ذوالطول۔ شافی۔ وافی۔

چوتھے اسماء صفات مشترکہ جیسے رحمان۔ ملک۔ رب۔ مہیمن۔ خالق۔ سمیع۔ بصیر۔ حکم۔ عدل۔ حکیم۔ ولی۔ قیوم۔ مقدم۔ مؤخر۔ اول۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن۔ وال۔ متعال۔ مالک الملک۔ مقسط۔ جامع۔ غنی۔ الذی لیس کمثلہ شئی۔ محیط۔ سلطان۔ مرید۔ متکلم۔ ان اسماء مشترکہ کو اسماء کمالیہ بھی کہتے ہیں۔

الباس حالت انقباض کو کہتے ہیں

اتحاد حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی میں سالک کے مستغرق ہونے کو کہتے ہیں اور دوسرے

معنی یہ ہیں کہ وجود مطلق اس طرح پر مشاہدہ ہو کہ تمام موجودات و افراد عالم حق تعالیٰ کی ہستی سے موجود ہیں اور اس کے عین ہیں اور خود کوئی ہستی نہیں رکھتے۔

ام الکتاب عقل اول اور حقیقت محمدیہ کو کہتے ہیں اور مرتبہ احدیت کو بھی ام الکتاب کہتے ہیں۔

اخیار تین سو چھپن مردان غیب ہوتے ہیں ان میں سے سات منتخب مردان غیب کو اخیار کہتے ہیں۔

امر اس عالم کو کہتے ہیں جو بلا مادہ کے بنا ہے جس طرح عقول و نفوس ارواح اور اسی کو عالم ملکوت اور عالم غیب بھی کہتے ہیں۔

اسم اعظم اکثر صوفیہ کرام کے نزدیک اسم اعظم لفظ اللہ ہے اس لئے کہ وہ جمیع اسماء کا جامع ہے کیونکہ وہ اسم ذات ہے اور ذات متصف ہے جمیع اسماء و صفات سے اور بعض حی قیوم کو اور بعض رحیم و رحمان کو اور بعض مہیمن کو اور صمد کو بھی اسم اعظم بتاتے ہیں۔ اور حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسم ہو۔ اسم اعظم ہے اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ سب سے پہلے عالم ظہور میں ہو آیا ہے اور اسم ہو کو جملہ اسمار کی اصل جانتے ہیں۔

آدم خدا تعالیٰ کے خلیفہ اور عالم کی روح کو کہتے ہیں

آں بادشاہ عالم در بستہ بود محکم ... پوشیدہ دلق آدم امروز بر در آمد

اعیان علمی صورتوں کا نام ہے

امور کلی جو باتیں عقل میں موجود ہوں اور خارج میں معدوم ہوں اس کو امور کلی کہتے ہیں۔

اسراف لغت میں بے اندازہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں حد سے گذرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

چواز حد در گذشتی شرط رہ نیست | اگرچہ طاعت آمد جز گنہ نیست
باسرار آنکہ گفتارش بلند است | اگرچہ در فشانند ناپسند است

احدیت ذات پاک کے اُس مرتبہ کو کہتے ہیں جس میں کسی وہم وخیال کسی لفظ کی گنجائش نہیں جس کی تعبیر سے زبان قاصر جس کے ادراک سے عقل عاجز۔ اسی لیے اس مرتبہ کے واسطے ایسے نام مقرر کئے ہیں۔ مرتبہ لاتعین، مرتبہ بالاتبشرطشئی ذات بحت وجود المطلق بیچون وبے چگون

اسلام پیروی اعمال صالحہ کو کہتے ہیں۔ اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ مجازی و حقیقی۔ مجازی اس کو کہتے ہیں کہ ممکن اور واجب کو دو سمجھے۔ اور حقیقی اس کو کہتے ہیں کہ ممکن کو واجب سے جدا نہ جانے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اسلام کی دو قسمیں ہیں ایک شرعی دوسری طریقی۔ شرعی یہ نماز روزہ حج زکاۃ وغیرہ وغیرہ کی پابندی کرے۔ اور طریقی یہ ہے کہ اس کے علاوہ ذکر و شغل مراقبہ تزکیہ نفس سے روح کو ترقی دے۔

آفتاب کنایہ روح سے ہے۔ روح جسم انسان میں مثل آفتاب کے ہے اور نفس بمنزلہ ماہتاب اسی واسطے کہا ہے۔ کہ جب سالک نور مثل آفتاب کے دیکھے تو سمجھئے کہ یہ نور روح ہے۔ اور جب نور مثل ماہتاب دیکھے تو خیال کرے کہ ظہور نفس ہے لیکن اس پر قانع نہ ہو بلکہ کوشش کرکہ تو نور ذات حقیقی سے مستفیض ہو

تو زتو گم شو کہ تفرید این بود | گم شدن گم کن کہ تجرید این بود

امیری یعنی مرشد کا اپنی عقیدتمندی کو سالک کے دل میں جاری کر دینا (اثر پیدا کر دینا)

آشنائی سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ نازک رشتہ ہے جو مخلوق سے فرداً فرداً من حیث کل ہو

اوباش وہ ہے جو خوف اور ثواب دونوں کو ترک کردے اور یہ دو طرح ہو سکتا ہے

گنہگاری سے اور انتہائی محبت میں عبادت سے۔

اعمال احکام الٰہی کی بجا آوری کا نام ہے۔

آمدن یعنی عالم ارواح یا حالت استغراق سے عالم کون وفساد کی طرف لوٹنا۔

ابروان دل کی خوشی کو کہتے ہیں۔

آرزو تھوڑی بہت واقفیت کے بعد اصل مقصد سے ملنے کی خواہش کا نام ہے

آہ انتہائے عشق کی علامت ہے جس کو زبان ادا نہ کر سکے۔

آزادی وہ مقام ہے جب عاشق ذات اعلیٰ کی تقلید میں اپنی ذات کو محو کر دے۔

افتادگی اظہار حالت کو کہتے ہیں۔

اشتیاق خواہش شوق جوش طلب اور عشق دوامی کو کہتے ہیں جو محبوب کے ملنے اور نہ ملنے دونوں حالتوں میں یکساں رہے

انتباہ وہ تنبیہہ وسرزنش ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بطور ہدایت کرتا ہے۔

اداب ذکر بعض صوفیائے کرام کے نزدیک اداب ذکر بیس ہیں۔ پانچ ذکر شروع کرنے سے پہلے ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ یہ ہیں (۱) توبہ (۲) طہارت (۳) اطمینان قلب وسکون جسم (۴) استمداد شیخ سے (۵) استمداد شیخ کو بعینہ استمداد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھنا اور استمداد رسول صلعم کو بعینہ استمداد حق جل شانہ سمجھنا۔

بارہ آداب ذکر وہ ہیں جو ذکر کے وقت ملحوظ رکھنے چاہئیں (۱) چار زانو یا دوزانو بیٹھنا (۲) دونوں ہاتھ زانو پر رکھنا (۳) ذکر کی جگہ خوشبودار اور معطر رکھنا (۴) پاک صاف لباس پہننا (۵) تاریکی حجرہ (۶) دونوں آنکھ بند رکھنا (۷) توجہ اور (۸) ہمت خدا کی طرف رکھنا (۹) تصور شیخ یہ سب سے زیادہ ضروری بات ہے (۱۰) ظاہر وباطن کی سچائی (۱۱) اخلاص (۱۲) انحصار

یعنی مراقبہ موجود حقیقی کے ساتھ اس کلمہ طیبہ کے معنی سمجھ کر وجود وہمی کی نفی کرنا تین اداب ذکر جو بعد ذکر ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ یہ ہیں (۱) ذکر کے بعد دیر تک خاموش اور ساکت رہنا (۲) حبس نفس (۳) ذکر کرنے کے بعد جب تک ذکر کی گرمی جسم سے زائل نہو سرد پانی نہ پینا ٹھنڈی ہوا میں نکلنا اور بعض صوفیاء کرام حبس نفس کو ذکر کے وقت ضروری سمجھتے ہیں اسکے عجیب وغریب فوائد ہوتے ہیں

ادراک لغت میں کسی بات کا معلوم کر لینا کسی شئی کا پالینا بالغ ہونا ہے اور اصطلاح صوفیہ میں حق سبحانہ تعالٰی کو پالینا اس سے ملجانا ادراک ہے اسکی دو قسم ہیں بسیط اور مرکب ادراک بسیط یہ ہے کہ سالک حق سبحانہ کی معرفت میں ایسا مستغرق و محو ہو جائے کہ اسے بندے اور مولا کی اضافی نسبت کا شعور باقی نہ رہے اور ادراک مرکب یہ ہے کہ سالک کو حق سبحانہ تعالٰی کی معرفت بھی حاصل ہو اور اسی اضافی نسبت کا شعور بھی باقی رہے

اضافت بندے اور خدا کے درمیان جو نسبت ہے اُسے اضافت کہتے ہیں۔ اضافت کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی یعنی عبد باعتبار حقیقت اور وجود اپنے کے عین رب ہے۔ (۲) اضافت اعتباری یعنی عبد اور رب میں غیریت اعتباری ہے یا باعتبار تعین واطلاق کے۔ جیسے دریا موج حباب تخم درخت۔

ایجاد اعیان ثابتہ میں وجود حقیقی کے ظہور کو ایجاد کہتے ہیں

اصفیا اُن کو کہتے ہیں۔ جو اپنے قلوب کو لوث دنیا سے پاک کر کے اپنے خالق اور مالک کی طرف خلوص سے متوجہ ہو گئے۔

اصحاب طیران وہ اللہ کے خاص بندے ہیں کہ جن کا جسم عنصری ہوا سے زیادہ لطیف ہو جاتا ہے اور جسم مثالی اُن کا بہت قوی ہو جاتا ہے لہذا وہ بحکم خداوندی ہوا پر طیران کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

اُمید محبوب حقیقی یعنی ذات حق جل وعلی شانہ کو کہتے ہیں۔ اور تجلی روح کو بھی کہتے ہیں۔

آزاد جو شخص ہمہ تن جمال وجلال حق سبحانہ کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ دونوں جہان سے اس کا دل سرد ہو۔ تمام قیودات بشری اور رسومات جسمانی سے

اُسے خلاصی حاصل ہو۔ بلکہ فکر معاش و معاد سے بیفکر ہو اُسے آزاد کہتے ہیں ایسا شخص سوا ذات حق سبحانہ کے کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوا کرتا۔

اقامت غلبۂ عشق کو اصطلاح میں اقامت کہتے ہیں

اولیاء اُن برگزیدہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ جنہیں قرب ذات حق تعالیٰ حاصل ہو اور اسرار ذات اُن پر منکشف ہوں اُن کے چند گروہ ہیں مثلاً ابدال۔ اوتاد اقطاب۔ افراد۔ شطاریہ۔ ابرار وغیرہ

اخیار وہ اولیاء اللہ ہیں جو سلوک کی منزلیں بذریعہ احکام شریعت صوم صلوٰۃ حج زکوٰۃ جہاد وغیرہ کے طے کرکے واصل بحق ہوتے ہیں

ابرار وہ اولیاء اللہ ہیں جو احکام شریعت معمولہ کے علاوہ عبادت میں بڑی بڑی ریاضت اور سخت سے سخت مجاہدہ کرکے نفس کی بُری صفات کو کھوتے ہیں۔ اور صفات حمیدہ حاصل کرتے ہیں اور اسی ذریعہ سے مراتب سلوک پورے کرکے واصل بحق ہوتے ہیں۔

ایقان عارف کا وہ انتہائی مقام ہے کہ عارف کو اس امر کا عین الیقین حاصل ہوجائے کہ ہر ذرہ میں ذات ہے اور اسی میں محویت ہوجائے۔

اتحاد سارے عالم اور تمام موجودات کو وجود مطلق اور ذات بحت سے اس طرح متحد سمجھنا کہ یہ سب وجود مطلق سے ہی موجود ہیں اور ان کا وجود کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ اسے اتحاد کہتے ہیں بعض کہتے ہیں حضرت حق سبحانہ کی ہستی میں سالک کے مستغرق ہونے کو اتحاد کہتے ہیں

اتصال وہ عارف کامل کا اپنی ذات کو وجود مطلق سے متصل ملاحظہ کرنا ہو اسطرح کہ اپنی ذات اور وجود مطلق کی اضافت غیریت بالکل اُٹھ جائے۔ اس حالت میں عارف کامل وجود مطلق اور ذات حق سبحانہ تعالیٰ کی بقار سے باقی رہتا ہے۔

احوال اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر جو فیوضات نازل ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے اس کا باطن صاف ہوتا ہے اور یہ بندہ اپنے مولا کی طرف قریب ہوتا ہے ان فیوضات کے نازل ہونے کے اثرات کو احوال کہتے ہیں اور ان فیوضات کا نزول کبھی کبھی ہوتا ہے۔ اور وہبی بھی۔

احصاء الاسماء الالٰہیہ اس سے یہ مراد ہے کہ عبد کی ہوا نفسانیہ رسومات خلقیہ فنا ہو جائیں اور عبد کا تحقق اسماء الٰہیہ کے ساتھ حضرت واحدیت میں ہو جائے اور بقا اسکی حضرت احدیت کی بقا کے ساتھ ہو جائے اسے احصاء الاسماء الالٰہیہ کہتے ہیں اسکی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ بندہ محض بسبب متابعت سرور کائنات علیہ السلام متخلق باسماء الٰہیہ اور متصف باسماء الٰہیہ ہو جائے بدوں ملاحظہ معانی اسماء الٰہیہ کے اس کا ثمرہ جو بندہ کو حاصل ہوتا ہے اس کو جنۃ النفس جنۃ الوراثت جنۃ الاخلاق کہتے ہیں اس آیت پاک میں اسی طرف اشارہ ہے اولٰئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس۔ دوسرے یہ کہ ان اسماء الٰہیہ کے معنی کا تیقن ہو اور موافق مضمون اسماء الٰہیہ عمل کرے اس سے بندہ کو عالم مجاز میں صحیح توکل حاصل ہوتا ہے۔ اس کو جنۃ الاعمال۔ جنۃ الافعال کہتے ہیں۔

ارائک التوحید اسماء ذاتیہ کو کہتے ہیں۔ ارائک جمع لفظ اریکہ کی۔ اریکہ کے معنی تخت کے ہیں۔ چونکہ اسماء ذاتیہ اعلیٰ ہیں اور ان کا ظہور حضرت واحدیت میں پہلا ہے اس لئے ان کو ارائک التوحید کہتے ہیں۔

اعراف بعض کہتے ہیں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار حاجب ہے اس کو اعراف کہتے ہیں بعض کہتے ہیں اعراف دوزخ اور بہشت کے درمیان ایک مقام ہے اس میں وہ لوگ رہیں گے جو اہل دوزخ اور اہل جنت کے احوال سے واقف ہیں۔ اور صوفیائے کرام کی اصطلاح میں تمام مخلوقات اور جملہ کائنات کی ان

تجلیات اور روشن صفات کو اعراف کہتے ہیں جن کے ذریعہ شہود وجود حق سبحانہ ان مصنوعات میں ہوتا ہے اس آیہ پاک وعلی الاعراف رجال یعرفون کلاً بسیماہم اور اس حدیث شریف ان لکل آیۃ ظہراً و بطنا وحدا و مطلعا میں اسی طرف اشارہ ہے

انصداع الجمع وحدۃ الوجود طاری ہونے کے بعد وحدت میں کثرت کے مشاہدہ کرنے کو انصداع الجمع کہتے ہیں۔

اندوہ مراد حیرت ہے ایسے کام سے جو نہیں جانتا۔

آزادی مقام حیرت و بیباکی کو کہتے ہیں۔

اشتیاق کمال دل کی اس تڑپ اور بےچینی کو کہتے ہیں کہ جس میں پوری توجہ اور کامل طلب اور دائمی عشق ہو اور وہ بھی ایسا کہ وصال اور عدم وصال میں برابر ہو نہ حالت وصال میں سکون پذیر ہوا اور نہ عدم وصال میں مضطرب یہ اعلیٰ مرتبہ محبت کا ہے کہ جس میں کمی و بیشی اور تغیر و تبدل کو گنجائش نہیں نہ وصل اور مشاہدہ میں اور نہ فصل و جستجو میں۔

انگشت محیط کی حالت مراد ہے

امکان جس کا عدم وجود لذاتہ نہ ہو اسے ممکن کہتے ہیں اور اس سے مراد ماسوائے اللہ ہوتی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ واجب الوجود ہے آپ سے آپ ہی اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں اور شریک باری تعالیٰ ممتنع الوجود ہے یعنی اس کا وجود محال ہے اور یہ تمام عالم اپنے وجود و عدم میں محتاج ذات پاک کا ہے اس لئے اس کو ممکن کہتے ہیں۔

القاء عارف سالک کے دل پر جو خدا کی طرف سے علم غیب وارد ہوتا ہے۔ اسے القاء کہتے ہیں۔

انزوا ترک دنیا ترک عقبیٰ کو انزوا کہتے ہیں یعنی جب سالک کا دل اسباب اور تعلقات دنیا سے صاف اور طلب ثواب سے پاک ہوجائے تو انزوا حاصل ہوتا ہے۔

اندماج جب ایک شئی دوسری شئے سے ملکر اُس جیسی ہوجائے اُسے اندماج کہتے ہیں یعنی سالک کا ذات پاک میں محو ہونا فنا ہونا اسی میں ملجانا اندماج ہے۔

امانت اس آیۂ پاک (انا عرضنا الامانۃ علی السموات الخ) میں اس امانت کا ذکر ہے جس کے لینے سے تمام عالم تھراتا تھا اور سب نے مارے خوف کے لینے سے انکار کیا اس وقت حضرت انسان نے سب سے آگے بڑھکر میدان میں سر دیا اور بے دھڑک بے سوچے سمجھے بار امانت سر پر لیکر اُن کی لاج رکھ لی انھوں نے خوش ہوکر یہ امانت انسان کے سپرد کی اور تمغہ اشرف المخلوقات عطا فرمایا۔ علماء اور صوفیاء کرام نے اس امانت کی حقیقۃ کو مختلف عبارات سے ظاہر کیا ہے بعض کہتے ہیں امانت سے مراد نور محمدی ہے بعض کے نزدیک اسرار الٰہی مراد ہے بعض عشق مراد لیتے ہیں اور اکثر صوفیاء کرام انانیت حقیقی کو امانت فرماتے ہیں یعنی حقیقۃ ہویۃ الٰہیۃ جو محجب ہے تعینات اور شیونات سے اور متصف ہے جمیع صفات الٰہیہ سے جسکی تعبیر لفظ انا مطلق سے کیجاتی ہے۔

ب

باء بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ با سے تعین اول کی طرف اشارہ ہے اور بار کے نقطہ سے ذات بحت وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے۔

برزخ لغت میں برزخ اُس چیز کو کہتے ہیں کہ دو مختلف چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ خواہ اُن چیزوں کی اس میں مناسبت ہو یا نہ ہو اور اصطلاح صوفیہ میں اس کے کئی معنی ہیں۔ (۱) تعین اول یعنی حقیقۃ محمدیہ کو برزخ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ درمیان ہے ذات اور صفات کے اور واسطہ ہے درمیان خفا اور ظہور کے اس کے یہ چند نام ہیں۔ برزخ البرازخ۔ برزخ کبریٰ۔ برزخ جامع۔

برزخ اعظم - برزخ اول - یہ برزخ تمام برزخوں کی اصل ہے (۲) دوسرے عالم مثال کو عالم برزخ کہتے ہیں اس لئے کہ وہ درمیان ہے عالم ارواح اور عالم اجسام کے (۳) تیسرے تجلی روح کو بھی برزخ کہتے ہیں اس لئے کہ وہ درمیان ہے عالم ارواح اور اعیان ثابتہ کے (۴) چوتھے دل برزخ ہے درمیان روح اور مضغہ کے (۵) پانچویں صدر برزخ ہے درمیان دل اور دماغ کے (۶) چھٹے علم برزخ ہے درمیان عالم اور معلوم کے (۷) ساتویں اسماء برزخ ہیں درمیان اعیان ثابتہ اور وجود کے (۸) بعض صوفیا تصور شیخ کو بھی برزخ کہتے ہیں اور اس زمانہ کو (جو موت سے حشر تک ہے) بھی کبھی برزخ کہتے ہیں۔

بیعت چند قسمیں ہیں۔ بیعت اسلام، بیعت جہاد، بیعت طلب اسرار، بیعت توبہ بیعت اسلام وہ ہے جو اسلام قبول کرتے وقت لی جاتی ہے بیعت جہاد وہ ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابۂ کرام وقت عزم جہاد مسلمانوں سے لیتے تھے۔ بیعت طلب وہ ہے جو طالب مولیٰ سے لی جاتی ہے بیعت اسلام فرض ہے بیعت جہاد سنت بیعت طلب اسرار واجب اور بیعت توبہ مستحب بیعت اسرار کے نسبت اختلاف ہے۔ بعض اس کو مستحب بعض واجب بعض فرض کہتے ہیں۔ جو گروہ اس کو فرض کہتے ہیں وہ اپنے استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ طلب العلم فریضۃٌ علی کل مسلم ومسلمۃ ترجمہ طلب کرنا علم فرض ہے ہر مسلمان مرد عورت پر۔ اور ایک حدیث ابن ماجہ کی پیش کرتے ہیں من مات ولیس فی عنقہ بیعۃٌ مات میتۃ جاہلیۃ یعنی جو شخص بلا بیعت کے مرا وہ جاہلیۃ کی موت مرا۔ اس حدیث شریف سے بیعت کا حکم شدید معلوم ہوتا ہے لیکن اکثر علماء و مشائخ کا اس پر اتفاق ہے

کہ بیعت کے سنت مؤکدہ ہونے میں شک نہیں اور حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے قول الجمیل میں اچھی تصریح فرما دی ہے

بسط سالک کی کشادگی دل وسرور کو بسط کہتے ہیں اور اس کی ضد کو قبض کہتے ہیں سالک پر سیر الی اللہ کی حالت میں بعض واردات ایسے وارد ہوتے ہیں جن سے عشق اور محبت کا غلبہ اور دل میں سرور وشوق پیدا ہوتا ہے عبادت میں لذت آتی ہے جس سے سالک کی ترقی باطن ہوتی ہے یہی بسط ہے اور قبض اس کے برعکس صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حالتیں قبض وبسط سالک پر وارد ہونے لازمی ہیں۔

بقا سالک کے اس مقام کو کہتے ہیں کہ جب وہ اپنے وجود کی نفی کرکے اپنے آپ کو ذات حق سبحانہ کے ساتھ باقی سمجھے یعنی ماسوائے اللہ کو معدوم اور ذات باری تعالیٰ کو موجود سمجھے۔

بعد ذات حق تعالیٰ سے غفلت اور دوری

برق وہ ایک نور ہے جو سالک کے دل پر وارد ہوتا ہے اور سیر الی اللہ میں اس کی مدد کرتا ہے

بسیط تمام کائنات میں اُس ہی ایک ذات کو دیکھنا

بصیرۃ روشن ضمیری کو کہتے ہیں جس طرح انسان اس ظاہری آنکھ سے تمام اشیاء کو دیکھتا ہے اسی طرح روشن ضمیر اُن اشیاء کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرتا ہے فلسفی اس بصر کو عاقلہ نظریہ اور قوت قدسیہ کہتے ہیں۔

بازی سالک کے اس جذبہ کو کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ طلب حق میں سرگرم رہتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جو کام اور عبادت کرے خلوص اور محبت سے کرے کسی نتیجہ کا خطرہ بھی نہ لائے یہ بازی ہے

بہجت اس واردات کو کہتے ہیں کہ جس سے سالک کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

بالغ مرید صادق وکامل کو کہتے ہیں

بطون یہ لفظ بطن کی جمع ہے ہر چیز کا بطن ذات بحت ہے یعنی تمام کائنات کے مقابلہ میں ذات بحت کو بطن کہتے ہیں اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ عالم شہادت کا بطن عالم مثال ہے اور عالم مثال کا بطن عالم ارواح ہے اور عالم ارواح کا بطن عالم اعیان ہے اور عالم اعیان کا بطن ذات بحت ہے۔

بادہ فروش صوفیائے کرام کی اصطلاح میں بادہ فروش پیر کامل کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ شراب عشق کے جام پلا پلا کر بے کیفوں کو باکیف اور بیہوشوں کو باہوش بناتا ہے۔

بتکدہ عارف کامل کے باطن کو بتکدہ کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے باطن میں جملہ حقائق ومعارف بھرے ہوتے ہیں

بت خانہ بتخانہ بھی عارف کامل کے باطن ہی کو کہتے ہیں اور بعض صوفیائے کرام عالم لاہوت کو بھی بت خانہ کہتے ہیں

بت اس کے کئی معنی ہیں۔ (۱) معشوق حقیقی کی وہ تجلی جو سالک کے دل پر وارد ہوکر حجاب اٹھادے اور یہ تجلی ہر آن نئے نئے رنگ سے وارد ہوتی ہے (۲) مقصود اور مطلوب محبوب معشوق حقیقی کو بھی بت کہتے ہیں (۳) ہر مظہر ہستی مطلق کو بھی بت کہتے ہیں اسی وجہ سے ایسے بت پرست کو حق پرست کہتے ہیں کیونکہ جلوۂ حق بصورت بت ظاہر ہوا ہے (۴) اور انسان کامل کو بھی اسی وجہ سے بت کہتے ہیں کہ وہ ذات حق کا مظہر اتم ہے (۵) وحدت ذاتیہ کو بھی کبھی بت کہتے ہیں

بوسہ اصطلاح صوفیائے کرام میں بوسہ کے چند معنی ہیں (۱) عشق ومحبت (۲) اس

خاکی پتلے کے ساتھ جو روح کا تعلق ہوتا ہے جس کا اس آیت پاک میں اشارہ ہے
ونفخت فیہ من روحی۔ اسے بھی بوسہ کہتے ہیں (۳) سالک کے جذبۂ باطن کو بھی
بوسہ کہتے ہیں (۴) کیفیت کلام صوری ومعنوی کے قبول کرنے کی استعداد اور
قابلیت کو بھی بوسہ کہتے ہیں۔

بادہ جامِ شرابِ حقیقت کو بادہ کہتے ہیں۔ نیز جو تقدیر کے موافق ہو اور اس عشق و
محبت الٰہی کو (جو سالک کے دل پر اس طرح وارد ہو کہ اسے مست و بیخود
بنا دے) بھی بادہ کہتے ہیں۔

بامداد جب سالک کے دل سے موہومات چیزیں فنا ہو جائیں اس وقت کو
بامداد کہتے ہیں اور کیفیات سلوک میں واردات غیبی کی ابتدا کا ہونا

باب الابواب تمام گناہوں سے توبہ کرنے کو باب الابواب کہتے ہیں اس لئے کہ سلوک
کے بہت سے باب یعنی دروازے ہیں اور توبہ سب سے پہلا باب ہے۔
اس میں سے گزرنے کے بعد طالب دوسرے دروازوں میں داخل ہو گا۔

باطل غیر اللہ اور ماسوائے اللہ کو باطل کہتے ہیں اس لئے کہ حقیقتاً اس کا وجود
ہی نہیں ہے غیر اللہ تو عدم محض ہے۔

بیت الحکمۃ وہ دل جس میں اخلاص بھرا ہو بیت الحکمۃ ہے۔

بیت المقدس وہ دل ہے جسے غیر خدا سے ذرا بھی تعلق نہ ہو یعنی جب سالک کے
دل سے غیریت اعتباری اوٹھ جاتی ہے اور اس کا دل وحدۃ الوجود سے
معمور ہو جاتا ہے ایسے دل کو بیت المقدس کہتے ہیں۔

بیت المقرہ جب سالک فنا فی اللہ ہو جاتا ہے اس وقت اس کے دل کو بیت المقرہ
(بمعنی قلب) کہتے ہیں۔

باراں رحمت مراد ہے۔

بوستان مقام مسرت مراد ہے

بازو ارادۂ الٰہی مراد ہے

بہشت وحی یا الہام کو کہتے ہیں

بندگی سلوک کے تکالیف کے درجہ کو کہتے ہیں اور مقام عبدیت کو کہتے ہیں اور یہ
مقام سب سے اعلیٰ مقام ہے چنانچہ عبدہ ورسولہ اس کا ثبوت ہے۔

بارقہ سالک پر شروع میں ایک تیز روشنی جلدی سے زائل ہوجانیوالی وارد
ہوا کرتی ہے اس کو بارقہ کہتے ہیں پھر رفتہ رفتہ اس کو قیام ہونے لگتا ہے

بوادرہ سالک کے دل پر غیب سے دفعتہً ایسی واردات ہو کہ اس کے دل کو گھیرلے
یعنی قلب پر چھا جائے اور اس سے دفعتہً خوشی یا خوف طاری ہوجائے

بیابان راہ سلوک کے واقعات کو کہتے ہیں۔

بوئے مقام جمع میں پہنچکر سالک کے دل کو جو تعلق عالم حقیقت اور عالم حضور سے
ہوتا ہے اُسے بوئے کہتے ہیں اور کبھی صرف آگاہی کو بھی بوئے کہتے ہیں

بناگوش محبوب کی چھوٹی سے چھوٹی چیز اور معمولی سے معمولی ادا کو بناگوش کہتے ہیں

بیہوشی حالت سکر یعنی مستی و بیخودی کو کہتے ہیں اس حالت میں سالک صفات ذات
میں محو ہوجاتا ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ مقام محویت مراد ہے کہ جو پہلا درجہ
رکھتا ہے۔

بیداری حالت صحو کو کہتے ہیں

بت ترسا حقیقت محمدیہ کو کہتے ہیں

بے آرامی زلف اس ہستی مطلق کا جلوہ اور ذات بحت کا ظہور جو ہر ذرہ میں ہوتا
رہتا ہے اور ہر آن نئی شان دکھاتا ہے اسے بے آرامی کہتے ہیں اس آیۃ
میں اسی کی طرف اشارہ ہے کل یوم ہو فی شان۔

سبب خرابی حالت عشقیہ میں استغراق ہونا سبب خرابی ہے
برافشاندن زلف تعینات اور قیودات اٹھا دینے کو کہتے ہیں
بہار مقام علم یعنی حقیقۃ محمدیہ کو کہتے ہیں اور بعض صوفیائے کرام سالک کے ذوق شوق کو بھی بہار کہتے ہیں
بام مظہر تجلیات ذات کو بام کہتے ہیں
بدل کردن ایک شئے چھوڑ کر دوسری شئے حاصل کرنا
بازگشت اس جملہ کا نام ہے "خداوندا مقصودِ من توئی ورضار تو" صوفیا نقشبندیوں کی اصطلاح ہے ان کے یہاں کلمۂ طیبہ کے ذکر کے وقت ہر کلمہ کے بعد یہ جملہ بازگشت کہا جاتا ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ ذاکر ہمہ تن خالص ذات حق سبحانہ کی طرف متوجہ رہے اور ماسوائے اللہ سے فارغ ہو جائے۔
بیرون حالت طلب کو کہتے ہیں
بستان سالک کے وجود کو کہتے ہیں اور کبھی صفت بساطت کو بھی کہتے ہیں
بیماری قلق اور بیتابی کو کہتے ہیں نیز وہ کیفیت مراد ہے جو محبت کے برخلاف ظاہر ہو اور محب اُس کی تاب نہ لاسکے۔
بنفشہ وہ نکتہ ہے جہاں ادراک کا گذر نہ ہو
بادیمانی نفس رحمانی کو کہتے ہیں
بادصبا بادیمانی بادصبا دونوں مرادف ہیں یعنی ایک معنی ہیں معشوق کو عاشق یا عاشق کو معشوق کی طرف سے جو ایک بوئے محبت اور کشش کی ہوا آتی ہے اس کو بادیمانی یا بادصبا کہتے ہیں
بیگانگی عالم الوہیت کے استغناء کو کہتے ہیں اس لئے کہ الوہیت کسی وجہ اور کسی چیز کی محتاج نہیں کسی چیز سے اُس کی مشابہت نہیں دیکھتے وہ محض

خالص یکتائی ہے۔

پیمانہ۔ پیالہ قدح۔ وہ شئے کہ جس میں انوار غیبی کا مشاہدہ ہو۔ مرشد کی چشم، سالک کے دل کو بھی پیمانہ کہتے ہیں اور عارف کامل کی نظر میں ہر ذرہ پیمانہ ہے۔

پیر میکدہ۔ پیر مغاں۔ پیر خرابات۔ مرشد کامل کو کہتے ہیں۔

پردہ وہ روک جو عاشق و معشوق کے درمیان ہو نہ بوجہ ان کے عشق کے بلکہ بوازمہ طریقت کے اعتبار سے۔

پیچ زلف اسرار الٰہی کی وہ مشکل گھاٹیاں جن میں سے ہر شخص نہیں گذر سکتا اور اللہ کریم کی معرفت اور اسرار حقیقت کا حاصل ہونا۔

پیام حکم اور مخالفت جس کی پابندی بندہ پر لازم ہو اور وہ چند کلمات مخصوصہ جو معشوق کی طرف سے عاشق کو کہے جاتے ہیں

پاکبازی وہ خالص محبت جو کسی غرض سے نہ ہو یعنی نہ جنت کی طلب نہ خوف دوزخ نہ ثواب مقصود ہو نہ علوئے مرتبہ اور اس درجۂ قبولیت کا نام ہے جسے سالک بتدریج جناب الٰہی کا قرب حاصل کرتا ہے۔

پرچیین بودن زلف عالم کثرت کی اعتباری غیریت جو اُٹھ جانیوالی چیز ہے

پائے کوفتن حالت وجد کی بیقراری و بےچینی میں مضطربانہ حرکات

پیشانی اسرارِ الٰہی کا ظہور۔ اسرار الٰہی کی صفات ظاہر ہونا۔

پارسائی خواہشات طبعی اور خواہشات نفسانی سے پاک ہونا۔ اگر سالک کی پارسائی خود بینی کا سبب بن جائے تو وہ اس کیلئے مقام کفر ہے۔

ت

تجلی اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ وہ ذات بحت کسی لباس تعین میں ظہور فرمائے اس کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے پہلا درجہ ذات خالص ذات بحت کا ہے

اس مرتبہ میں ذات ہی ذات ہے اس کا کسی طرح سے بیان ممکن نہیں ہے نہ اس کیلئے کوئی لفظ ہے۔ اس مرتبہ ذات کو لاتعین اور احدیت کہتے ہیں۔
جب ذات نے چاہا کہ اپنا ظہور فرمائے تو مرتبہ احدیت سے تنزل فرمایا اور لباس تعین پہنکر حقیقت محمدیہ کہلائی اور پہلا ظہور شروع ہوا ذات کے اس مرتبہ ظہور کو تعین اول علم مجمل علم ذاتی۔ مرتبہ وحدت مرتبہ انا حقیقۃ محمدیہ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ مرتبہ وحدت ظہور ذات کا پہلا درجہ ہے اس لئے اس کو تجلی اول کہتے ہیں اور یہی تجلی ذاتی ہے۔ پھر ذات نے اس مرتبہ وحدت سے تنزل فرمایا اور اپنے اجمال کی تفصیل فرمائی۔ ذات کے اس مرتبہ کو تفصیل صفات نفس رحمانی، مرتبہ ثبوت اعیان ثابتہ واحدیت حقیقۃ آدم کہتے ہیں اور ظہور ذات کا چونکہ یہ دوسرا مرتبہ ہے اس لئے اس کو تعین ثانی اور تجلی ثانی کہتے ہیں اور اسی کو تجلی صفاتی کہتے ہیں پھر اس مرتبہ واحدیت سے عالم ارواح ظاہر ہوا وہ تجلی ثالث ہے اور عالم ارواح سے عالم مثال ظاہر ہوا وہ تجلی رابع ہے اور عالم مثال سے عالم اجسام ظاہر ہوا وہ تجلی خامس ہے۔
بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں چونکہ ذات بحت یعنی احدیت بلا اعتبار کسی لباس تعین کے خود اپنے آپ میں متجلی ہے اور اپنے وجود میں کسی اجمال اور تفصیل کی محتاج نہیں ہے اس لئے تجلی اول یہی ہے اور تجلی ذاتی اسی کو کہنا چاہیے اور یہی غیب الغیوب ہے جملہ کائنات کی حقیقتیں اس میں اس طرح موجود ہیں جیسے بیج میں درخت کے پتے شاخیں پھول پھل وغیرہ۔ اور تجلی ثانی مرتبہ واحدیت ہے تفصیل صفات اسی سے شروع ہوتی ہے اس لئے اس کو تجلی صفاتی کہتے ہیں
اب رہا احدیت اور واحدیت کے درمیان کا مرتبہ یعنی درجہ وحدت چونکہ اس

میں تفصیل صفات نہیں ہوتی ہے اس کو مرتبہ ذات احدیت کے عین مانا ہے
اور تجلی ذاتی کو تجلی اول ہی میں شمار کیا ہے
تجلی کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ انوار غیبی دل پر روشن ہوں اس تجلی کی چند قسمیں ہیں کیونکہ جو انوار تجلی غیب سے دلوں پر وارد ہوتے ہیں ان کے مختلف رنگ ہوتے ہیں (۱) جو نور تجلی سبز رنگ یا سرخ رنگ داہنی طرف سے دل پر وارد ہو وہ اپنے شیخ کا نور ہے اور جو نور سیاہ و نیلا بائیں جانب سے ظاہر ہو وہ تجلی نفس۔ زرد رنگ کا نور اگر روبرو ہو تو تجلی قلبی اور پشت پر ہو تو شیطانی اور سفید نور اگر سامنے ظاہر ہو تو روحی ہے۔ رنگ سفید قدرے مائل بہ سبزی اور اس میں کسی قدر خنکی پائی جائے اور اس کے دیکھنے سے دل میں سرور اور لذت حاصل ہو اس کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے۔ اور جو تجلی بیرنگ اور بے جہت وارد ہو وہ تجلی ذات اور بعض مرتبہ تجلی نور محمدی بھی بلا جہت ہوتی ہے۔

تجلی شہودی۔ عالم شہادت یعنی عالم اجسام میں جب وہ ذات پاک سراپا نور مختلف نشانوں میں اپنے مختلف ناموں کے موافق ظاہر ہوئی۔ اس کو تجلی شہودی کہتے ہیں یہ تجلی شہودی بذریعہ نفس رحمانی یعنی درجہ واحدیت کے ہوئی ہے کیونکہ تفصیل صفات ذات اس مرتبہ تنزل سے شروع ہوتی ہے اور ذات کا تفصیل صفات میں آنا ہی باعث ایجاد جملہ کائنات ہے اور اسی تجلی شہودی میں ذات کی جملہ تجلیاں جمع ہیں

تجرید علائق دنیا سے اپنے آپ کو پاک کرنا
تفرید اپنی انانیت اور خودی کو مٹانا کہ گناہ کبیرہ ہے
تخلی خلوت اختیار کرنی اور وہ باتیں کہ یاد حق میں مخل ہوں ان کو ترک کرنا۔

تصوف متصف ہونا اخلاق الہیہ کے ساتھ ۔حضرت خواجہ جنیدؒ فرماتے ہیں التصوف ہو تصحیح الخیال یعنی پاک کرنا اپنے قلب کو کدورات وخیالات غیر اللہ سے
تصوف وہ علم ہے جس میں بذریعہ ہدایت نور نبوۃ وتعلیم سرور کائنات علیہ السلام حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسرار علم لدنی اور وصول الی اللہ کے طریقے اور جملہ لوازمات سلوک ۔طریقت کے اصول ۔ رموز معرفت وحقیقت بیان کئے جاتے ہیں ۔غرض اور غایت اس علم کی انسان کامل بننا اور متخلق باخلاق اللہ اور متصف باوصاف اللہ ہونا ۔ واضح رہے کہ قرآن پاک، حدیث شریف صحابہ کرام تابعین ۔ تبع تابعین کے کلام میں صراحتہً اور اشارۃً اس حقیقی علم یعنی تصوف کے اصول ورموز بکثرت موجود ہیں اور خیر القرون میں اسکی تعلیم وتلقین بہت کثرت سے تھی ۔مگر اس وقت تک تصوف اور صوفی لقب مشتہر نہ تھا چنانچہ صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ نبی کریم علیہ السلام کے علم باطن کی ترویج فرماتے رہتے تھے ۔جیسے اصحاب صفہ اور بعض صحابہ حضور علیہ السلام کے علم ظاہر یعنی شریعت کی تبلیغ فرماتے تھے اور بعض علم ظاہر وباطن دونوں کی ترویج وتبلیغ فرماتے تھے جیسے خلفاء راشدین خصوصاً حضرت علی ۔حذیفہ بن یمان ۔سلمان فارسی ۔عبداللہ بن مسعود ۔عبداللہ بن عباس ۔ابو ہریرہ ۔انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسی طرح زمانہ تابعین اور تبع تابعین میں ۔چونکہ قرن اول یعنی حضور اکرم صلعم کے زمانہ میں صحابی کے لقب سے کوئی لقب بڑھا ہوا نہ تھا اور قرن ثانی میں تابعین اور قرن ثالث میں تبع تابعین کے لقب سے کوئی بڑھ کر لقب شمار نہیں کیا جاتا تھا ۔اس لئے کسی دوسرے لقب کی ضرورت نہ تھی اور باطنی حالات عموماً قوی اور بہتر تھے اور عملی حالت بہت ترقی پر تھی اور نبی کریم علیہ السلام سے نسبتہً عشقیہ عموماً بہت قوی اور کامل تھی اس لئے اس علم

تصوف کی تدوین کی چنداں حاجت نہ تھی۔ خیر القرون کے بعد نسبت میں ضعف آیا اختلافات بکثرت ہوئے۔

اس وقت اہل سنت والجماعت کے گروہ میں سے خواص علماء جو باوجود کمال علوم ظاہری کے باطنی کمال رکھتے تھے اور باطنی طریقہ سے ہمہ تن امت محمدیہ کی اصلاح اور خدمت کرتے تھے لقب صوفی سے ملقب ہوئے اور ان حضرات نے علم تصوف کی تدوین فرمائی اور کتابیں لکھیں سب سے پہلے سید ابو ہاشم محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نام صوفی ہوا۔ ان کا وصال ۱۰۶ھ میں ہوا ہے۔ اور تصوف کی سب سے عمدہ اور جامع کتاب شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی نے تحریر فرمائی ہے اور یہ دونوں حضرات ونیز حضرت بایزید بسطامی وسید الطائفہ حضرت جنید بغدادی حضرت امام غزالی حضرت شبلی حضرت غوث پاک حضرت خواجہ نقشبند وحضرت خواجہ سہرورد وحضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس علم باطن کے امام اور مجتہد وقت تھے۔ ان حضرات کی وجہ سے امت محمدیہ کی اصلاح ہوئی اور ان حضرات کے طفیل امت محمدیہ پر خدا تعالیٰ و رسول علیہ السلام کے بڑے بڑے انعامات ہوئے ہیں اور ان حضرات نے وصول الی اللہ کے طریقوں میں سالکوں کی سہولت کے واسطے نور نبوت سے استفادہ کرکے مفید باتیں بڑھائی ہیں۔



تلوین تمکین ثبات مطلوب حقیقی کی طلب میں سالک کا ایک حال سے دوسرے حال میں متبدل ہوتے رہنا اور ایک صفت سے دوسری صفت میں منتقل ہوتے رہنا تلوین ہے۔ اور جب سلوک پورا کرکے سالک مطلوب حقیقی سے واصل ہوگیا۔ وہ تمکین اور ثبات ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ تلوین سے

تمکین اعلیٰ مقام ہے۔ لیکن تلوین کے دوسرے معنی ہیں جو حضرت شیخ اکبر نے
بیان کئے ہیں کہ سالک پر وحدۃ الوجود طاری ہو جائے اور کل یوم ہو فی شان
کی حقیقت کھل جائے اور ہر ذرہ میں اُسے آشکارا دیکھے اور یہ کثرت اُس
کیلئے حاجب اور پردہ نہ رہے یہ تلوین تمکین سے اعلیٰ مقام ہے

توبہ توبہ کی تین قسمیں ہیں (۱) ممنوعات شرعیہ یعنی صغیرہ و کبیرہ گناہ سے توبہ کرنا اور
پچھلے گناہوں پر ندامت (۲)، گناہان طریقت سے باز رہنا جیسے حسد بغض کبر
کینہ بخل عجب۔ ریا حب مال حب جاہ وغیرہ (۳) گناہ حقیقت سے پرہیز
کرنا کہ وہ اپنی خودی ہے اس کو مٹا دینا ہے

عام را توبہ ز کار بد بود   خاص را توبہ ز دید خود بود

تدانی، تدلی معراج مقربین یعنی سالک عروج کر کے اجسام سے مثال رمثال سے ارواح
ارواح سے مرتبہ واحدیت میں پہنچتا ہے تو ذات حق سبحانہ سے قریب ہو جاتا ہے
صرف مرتبہ وحدت طے کرنا ہوتا ہے وہ اس سے بہت سخت ہے یہ تدانی ہے
پھر سالک عروج کرتا ہے اور مرتبہ وحدت سے گزر کر ذات احدیت میں فنا
ہوتا ہے اور بقا باللہ ہو کر خدمت خلق اور رفاہ عام کی غرض سے ذات احدیت
کے عین ہو کر مرتبہ صفات کی طرف نزول کرتا ہے یعنی احدیت سے وحدت
(حقیقۃ محمدیہ) وحدت سے واحدیت میں جلوہ گر ہو کر تمام عالم ارواح و مثال
و عالم اجسام کو نفع پہنچاتا ہے۔ حق تعالیٰ اس بندہ سے بہت خوش ہوتا ہے
اور اس پر بہت مہربان ہوتا ہے یہ تدلی ہے

تلقی جو واردات کہ قلب سالک پر وارد ہوں اُن پر مستقیم رہنا۔

تختم عارفوں کے دلوں پر حقانیت کی مہر ہوتی ہے اسی وجہ سے تمام برائیوں سے
وہ بچے رہتے ہیں اور اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں اسے تختم کہتے ہیں

تحقیق ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ کے عرفان کو تحقیق کہتے ہیں نیز طریقت ،معرفت حقیقت کی رموز سے آگاہ ہونے کو بھی تحقیق کہتے ہیں۔

ترکتاز بعض سالک پر یہ واقعہ گذرتا ہے کہ باوجود ریاضت اور مجاہدہ کے مقام نہیں کھلتا۔ اس وقت حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے دل پر ایسا جذبہ طاری ہوتا ہے جو اسے مطلوب حقیقی تک پہنچا دیتا ہے۔

تاراج جملہ احوال و افعال ظاہری و باطنی میں سالک کا اپنے ارادے کو باطل کر دینا تاراج ہے۔ اور سالک کے اختیارات کا سلب ہونا بھی مراد ہے۔

ترانہ ارادہ محبت، یا منزل عشق میں قدم رکھنے کو ترانہ کہتے ہیں۔

تیمم ظاہر و باطن کی صفائی کو تیمم کہتے ہیں

ترسائی تجرید و تفرید کو کہتے ہیں

ترسا جب سالک صفات ذمیمہ اور نفس امارہ سے پاک ہو جائے اور اسمیں حمیدہ صفات اور اخلاق الٰہیہ پیدا ہو جائیں اس وقت سالک کو ترسا کہتے ہیں

ترسابچہ عالم غیب سے سالک کے دل پر جو فیوضات نازل ہوتے ہیں ان کو ترسابچہ کہتے ہیں۔ نیز تجلی باری تعالیٰ کی حالت کا نتیجہ جو روشن اور واضح حقیقت ہے اور ہر درد روحانی جس کے عالم روحی سے دل عقل اور نفس میں لطف کا اثر پیدا ہو گیا ہو۔

ترسازادہ وہ مرشد کامل جسے صفت ترسائی حاصل ہے۔

تلخ جو بات سالک کی طبیعت کے مناسب نہ ہو اُسے تلخ کہتے ہیں

تکبر جب سالک کو اعمال سے بے نیازی حاصل ہو جائے اُسے اصطلاحی تکبر کہتے ہیں یہ تکبر صفت ذمیمہ والا تکبر نہیں ہے

تاب زلف اسرار الٰہی کا نہ معلوم ہونا۔

تظلم اللہ تعالیٰ کی جناب میں نفس امارہ اور شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کو تظلم کہتے ہیں
تابستان مقام معرفت کو کہتے ہیں اور معرفت و حقیقت الہی سے مراد ہے۔
تندی صفت قہاری کو کہتے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں بے نیازی باری تعالے
بمصداق واللہ غنیٌ عن العالمین
توانائی فاعل مختار ہونے کی صفت کو کہتے ہیں۔
توانگری جمیع کمالات کا حاصل ہونا اور ہر صفت کمال کے اظہار کی قدرت رکھنا
تیر ماہ مقام جمود یعنی انتہائی قبض جو سالک کو پیش آتا ہے۔
تسلی بتائید ایزدی انوار کی تجلی کا محکم ہونا
تندرستی سالک کے دل کا مطمئن ہونا
ترہات دبدبہ اور کرامات کا ظاہر کرنا ترہات ہے اور کاملوں کے جذبی اقوال اور شطحیات کو بھی ترہات کہتے ہیں۔
توبہ ادنیٰ اور معمولی شئے سے اعلیٰ اور اکمل کی طرف رجوع کرنا
ترانہ راز محبت مراد ہے۔
تعین ذات کے مرتبہ ظہور کو تعین کہتے ہیں وہ پانچ ہیں (۱) تعین اول مرتبہ وحدت حقیقۃ محمدیہ اس مرتبہ میں ذات نے اپنے کو انا سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ ذات کا علم اجمالی ہے (۲) تعین ثانی۔ اسمیں ذات نے اپنی صفات کا تفصیلی علم ظاہر فرمایا ہے اسی کو مرتبہ واحدیت اور حقیقت آدم اور نفس رحمان کہتے ہیں۔ یہ دونوں تعین داخلی کہلاتے ہیں (۳) تعین ثالث یعنی عالم ارواح (۴) تعین رابع یعنی عالم مثال (۵) تعین خامس یعنی عالم اجسام یہ تینوں تعین خارجی کہلاتے ہیں کیونکہ ان میں ذات کے اسماء اور افعال اور صفات کا ظہور ہوا ہے۔

تخلیہ اپنی خودی کو مٹانا

تزکیہ نفس کو صفات ذمیمہ سے پاک کرنا

تجلیہ روح کو ان کدورات سے پاک کرنا جو اسمیں بوجہ اس جسم عنصری کے پیدا ہو جاتی ہیں

تصفیہ دل کا ماسوائے اللہ سے پاک کرنا اور دلمیں غیر اللہ کو جگہ نہ دینا۔

تسلیم اپنے نفس کو معشوق حقیقی کے سپرد کر دینا اور اُسکی اطاعت میں گردن جھکا دینا تسلیم ہے۔

تفرقہ ذات اور صفات حق سبحانہ میں فرق کرنا یعنی ذات کو ذات دیکھنا اور خلق کو خلق دیکھنا۔

توجہ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اپنی قلبی طاقت دوسروں کے دلوں پر ڈالنی اور ان کو اپنے اختیار میں لانا اور دوسرے یہ کہ اپنی وجود نابود کرنا یعنی اپنی خودی مٹانا اور فقط ذات حق تعالیٰ کو موجود اور ہست جاننا۔

تُوکّل سلوک کے پنج گانہ مقام ہیں صبر۔ قناعت۔ رضا۔ تسلیم۔ توکل۔ پہلے تین آگے بیان ہونگے۔ تسلیم بیان ہو چکی۔ توکل کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اسباب ظاہری کی طرف بالکل متوجہ نہ ہونا بلکہ اسباب ظاہری کو بالکل منقطع کر دینا۔ اور ہر امر میں صرف ذات کی طرف متوجہ رہنا۔ یہ توکل خواص اولیاء کرام کا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ظاہری اسباب کو استعمال تو کیا جائے لیکن بھروسہ ذات حق تعالیٰ ہی پر ہو۔ چنانچہ اس توکل کی طرف حضور اکرم علیہ السلام کے اس قول میں اشارہ ہے۔ بر توکل زانوا اشتر بہ بند۔ اور خواص کے توکل کی مثالیں اصحاب صفہ ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ انہی میں سے تھے آپ کا مشرب تھا کہ ایک پائی پاس رکھنی حرام ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے کاملین اس مشرب کے ہوئے ہیں

تعلیم ولی کامل کا طالب حق کو عرفاں سکھانا اور حقیقت سے آگاہ کرنا تعلیم ہے

تلقین کامل کا طالب کی خودی کو مٹا دینا اور اس کو اپنی ہستی سے نکال کر ہستی حق میں ڈالدینا تلقین ہے۔

تفصیل ذات کے تعین ثانی یعنی مرتبہ واحدیت کو تفصیل کہتے ہیں کیونکہ اس مرتبہ میں ذات کی تمامی صفات کا ظہور ہوتا ہے۔

تشبیہ ذات کے مراتب ظہور کو تشبیہات کہتے ہیں وہ پانچ ہیں یعنی پانچوں تعین جن کا بیان اوپر ہوچکا ہے اور بعض تعینات اور تنزلات خارجی یعنی عالم ارواح عالم مثال عالم اجسام کو مراتب تشبیہ کہتے ہیں۔

تنزیہ اس کے کئی معنی ہیں ایک یہ کہ ذات حق تعالیٰ کو جملہ عیوب اور نقائص امکانیہ سے پاک جاننا۔ دوسرے یہ کہ ان تعینات سے بالا درجہ (جس کو احدیت اور ذات بحت اور وجود مطلق کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں) مرتبہ تنزیہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ ذات اس مرتبہ میں ہر اسم ہر صفت سے مبرا و منزہ ہے اور بعض مرتبہ وحدت اور مرتبہ واحدیت کو بھی مرتبہ تنزیہ کہتے ہیں تیسرے معنی یہ ہیں کہ ذات حق سبحانہ باوجود مختلف شانوں میں ظاہر ہونے کے اور اپنی صفات و اسماء میں آشکارا ہونیکے بھی ویسی ہی منزہ ہے چنانچہ اسی کی طرف اشارہ ہے الان کما کان کیونکہ ذات کے سوا کوئی دوسری ہستی نہیں ہے ع بجز غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست اور صفات عین ذات ہیں لہذا وہ ذات باوجود اس کثرت اور مراتب ظہور اور تعینات کے اپنی بساطت اور صرافت اور احدیت پر ہے ان معنی کو عالم کثرت میں ملاحظہ کرنا اور کل عالم کو ایک دیکھنا ایک سمجھنا تنزیہ ہے

تنزل ذات حق تعالیٰ کا تعینات میں ظاہر ہونا تنزل ہے تنزلات ستہ تصوف کا مشہور مسئلہ ہے اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ صوفیائے کرام نے ذات کے

چھ مراتب قرار دیئے ہیں (۱) مرتبہ احدیت اس کو لاتعین۔ ذات بحت کہتے ہیں (۲) مرتبہ وحدت علم مجمل علم ذاتی حقیقت محمدیہ اس کو تعین اول کہتے ہیں اسی مرتبہ میں ذات نے اپنے آپ کو انا سے تعبیر فرمایا ہے (۳) مرتبہ واحدیت علم تفصیلی نفس رحمان حقیقت ادم ہے اس کو تعین ثانی کہتے ہیں اس مرتبہ میں ذات کو علم تفصیلی اپنی صفات و اسمار کا ہے ان تینوں مراتب کو مراتب باطنی اور داخلی کہتے ہیں۔ (۴) مرتبہ عالم ارواح یہ عالم بحر ناپیدا کنار ہے۔ ایک طرف ذات بیچوں سے بکیفیت بیچونی متصل ہے دوسری طرف عالم اجسام سے متصل ہے۔ روح متقیم اسی کو کہتے ہیں روح الروح روح اعظم اسی کا نام ہے یہ ایک عالم بسیط اور الطف ہے بے کیف ہے شش جہات سے بری ہے قرب اور بعد سے پاک ہے۔ افراد عالم میں ہر کسی کی استعداد کے موافق اس میں متصرف ہے۔ جمادمیں روح جمادی۔ نباتات میں روح نباتی حیوان میں روح حیوانی۔ انسان میں روح انسانی اسی کا نام ہے۔ جب کسی جسم کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے ظاہر و باطن میں اس کے متصرف ہوتی ہے اسی کا نام حیات ہے اور جب اس کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے۔ تصرف ظاہر و باطن سے اٹھ جاتا ہے وہ موت ہے۔ اور حالت نوم میں اس کا تصرف ظاہری بند ہو جاتا ہے اور باطنی قائم رہتا ہے اسی لئے نوم کو موت کی بہن کہا جاتا ہے۔ حدیث (النوم اخ الموت) (۵) عالم مثال اس کو عالم برزخ اور روح جاری بھی کہتے ہیں یہ ایک لطیف جسم ہے۔ قابل طیر و سیر ہے خواب اور مشاہدہ میں نظر آتا ہے اسے ہات سے چھوا نہیں جاتا۔ آنکھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس کی صورتوں کے

مطابق عالم اجسام کا ظہور ہے (۶) عالم اجسام عالم شہادت اسی کو کہتے ہیں یہ قابل لمس ہے اسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جاتا ہے یہ عالم ذات کا انتہا ظہور ہے یہ تینوں عالم یعنی عالم ارواح عالم مثال عالم اجسام ذات کے مراتب خارجی کہلاتے ہیں واضح رہے کہ ذات کے یہ چھ مراتب ہیں ان کو تنزلات ستہ کہتے ہیں اور یہ سب عین ذات ہیں غیریت محض اعتباری ہے اور وہ ذات مطلق باوجود ان تعینات اور تنزلات کے ویسی ہی بے چون و بے چگون ہے اس معمہ کا کھل جانا توحید ذوقی ہے

توحید اس کے تین مراتب ہیں (۱) توحید عامہ یعنی توحید شرعی (۲) توحید خاص (۳) توحید اخص الخاص۔ ان دونوں کو توحید ذوقی کہتے ہیں توحید عامہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ پر ایمان لائے یعنی زبان سے کہے اور دل سے اعتقاد رکھے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ تک رہنے والی ذات لائق پرستش ایک ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں ذات میں نہ صفات مختصہ میں وہ تمام صفات کاملہ کا جامع۔ ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے۔ نہ اس میں کوئی عیب تھا نہ ہے نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہوگا۔ تمام عالم اس کا مخلوق ہے جو اس کے پیدا کرنے سے پہلے موجود نہ تھا۔ اس نے اپنی کمال قدرت اور حکمت سے پیدا کیا ہے مخلوق میں سے کوئی جز اس کی ذات یا لوازم سے نہیں ہے وہ ہر طرح بے چون و بے چگون ہے یکتا ہے نہ اس کا کوئی مقابل ہے نہ مماثل ہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ کل انبیاء اور حضور پر نور علیہ السلام اور کل کتب سماوی حق ہیں ہر خیر و شر اسی کی طرف سے ہے ہر حکم شرعی اُس کا واجب الاطاعت ہے۔

اس توحید عامہ کے تمام افراد انسان مکلف ہیں سب پر اس کا ماننا فرض ہے

لیکن اس توحید شرعی کے اعتقاد میں یہ ضروری نہیں ہے کہ موحد پر یہ معنی بھی کھل جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کیا ہے اور اس کے ایک ہونے کا کیا مطلب ہے مگر انسان جب اس توحید شرعی پر قائم ہو جاتا ہے۔ اور شریعت کی پیروی خلوص و محبت سے کرتا ہے اور اولیاء اللہ کے فیضان صحبت اور ان کی تعلیم و تلقین سے بہرہ ور ہوتا ہے اور عشق حقیقی میں قدم رکھتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کے معنی اس پر کھلتے ہیں۔ اور انسان توحید شرعی سے آگے بڑھ کر توحید ذوقی یعنی وحدت الوجود کے مزے لیتا ہے جس کا بیان کسی عبارت کسی لفظ سے ممکن نہیں۔

تاہم اہل سلوک کے سمجھنے کے لئے اس کے اشارات بیان کئے جاتے ہیں سالک پر جب یہ معنی کھلجاتے ہیں اس کو توحید ذوقی کہتے ہیں اس کے دو مرتبے ہیں۔ ایک توحید خاص دوسرا توحید اخص الخاص۔

توحید خاص میں توحید عام کے اقرار و اعتقاد کی حقیقت کھل جاتی ہے اور تمام افعال کا خالق خداوند تعالیٰ ہی نظر آتا ہے اسی وجہ سے یہ واحد ایذا دینے والوں سے انتقام کا قصد تک بھی نہیں کرتا۔ ہر امر شرعی میں امتثال اور امر تکوینی میں اس کی رضا واجب جانتا ہے اسی تیقن اور تسلیم و رضا کے ذریعہ یہ مضمون حل ہو جاتا ہے۔

اس توحید خاص میں سالک پر وحدت الوجود کا انکشاف یا اس طرح ہوتا ہے کہ اس ذات واحد وجود مطلق کو ہر ذرہ میں عیاں دیکھتا ہے اس کو وحدت فی الکثرت کہتے ہیں یا اس طرح ہوتا ہے کہ اسی ذات احد میں جملہ کائنات کا مشاہدہ ہوتا ہے اس کو کثرت فی الوحدت کہتے ہیں گویا توحید خاص کے یہ دو درجے ہیں سالک ان درجوں کو طے کر کے آگے بڑھتا ہے اور

توحید اخص الخاص کے مزے لیتا ہے توحقیقت کی آنکھ سے دیکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کے سوا کوئی دوسرا حقیقی وجود نہیں ہے سب موجودات اس کا ظل اور سایہ ہیں وہ کسی قید سے مقید نہیں ہوتا مگر پھر بھی باوجود مطلق ہونے کے بحکم کل یوم ہو فی شان سب میں جلوہ نما ہے اور سارا عالم اسی مطلق کی قیود سے عبارت ہے اور لاتعین کے تعین کی اشارت تمام عالم اسی ذات اور اسی وجود سے قائم ہے موجودات کو اس ذات سے ایسی ہی نسبت ہے۔ جیسے حباب کو دریا سے یا مختلف آئینوں کے عکس کو آفتاب سے اور اس پر ایمان رکھتا ہے کہ نور حق ہر ذرہ میں ساری و طاری ہے اور ذات باین ہمہ مجرد ہے نہ اس میں عقل کام کرتی ہے نہ فہم نہ وہم سے ہے پرے حد ادراک سے اپنا مسجود قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں اپنی ذات وصفات و اسماء میں کسی چیز سے مشابہ نہیں اس توحید پر ایمان لانے والوں کے دو فعل خاص ہوتے ہیں ایک استقامت دوسرا احسان اونی درجہ یہ ہے کہ جو ان کو ستائے یہ ان کے واسطے دعائے خیر کرتے ہیں۔ سالک اس درجہ میں دونوں قسم کے مزے لیتا ہے کبھی کثرت فی الوحدت کبھی وحدت فی الکثرت کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہی لوگ جامع تشبیہ و تنزیہ ہوتے ہیں۔



ثقلین لغت میں عالم جن و عالم انس اور اصطلاح میں عالم دنیا و عالم عقبیٰ کو اور کبھی ذات کے مرتبہ خارجیہ عالم اجسام عالم مثال و عالم ارواح اور مرتبہ داخلیہ احدیت وحدت واحدیت کو ثقلین کہتے ہیں

ثقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام پاک کی تصدیق کے کرنے والے

کو ثقہ کہتے ہیں اور جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہے اس کو بھی ثقہ کہتے ہیں

ج

جبروت اسمار الہی اور صفات الٰہی کے عظمت و جلال کو جبروت کہتے ہیں اور کبھی مرتبہ وحدت و مرتبہ شیون کو بھی جبروت کہتے ہیں۔

جذبہ کشش حق تعالی یعنی حق سبحانہ تعالیٰ کا بندہ کو اپنی طرف کھینچ لینا بغیر اس کی سعی کے۔

جسم اس مرکب کو کہتے ہیں جو جنس عالی اور عرض واحد سے یا دو عرضوں سے یا چند اعراض سے مرکب ہو نہ یہ کہ دو جوہروں سے مرتب ہو جیسے فلاسفہ کہتے ہیں

جسد عالم مثال کی وہ صورت ہے کہ کسی سے متمثل ہو کر جسم نوری میں ظاہر ہو۔

جلال جمال ذات حق سبحانہ تعالیٰ مرتبہ گنج مخفی وکنت کنزاً سے تنزل فرما کر لباس تعین اول یعنی حقیقۃ محمدیہ میں جلوہ گر ہوئی۔ یہاں سے اس ذات بے چون و بے چگون کا ظہور شروع ہوا اور تمام افراد عالم اسی حقیقت محمدیہ سے ظہور میں آئے یہ حقیقت محمدیہ کل مراتب ظہور کی جامع ہے۔ یہ ہی حقیقت محمدیہ مرتبہ واحدیت میں آکر متصف بجمیع صفات و مسمی بجمیع اسمار ہوئی اور باعتبار جمال کے متصف ہو کر مسمی باسم ہادی اور با عتبار صفات جلال کے متصف ہو کر مسمی باسم مضل ہوئی اور جمیع اسمار جمالی و جلالی کا یہیں تحقق ہوا اور حقائق جمالیہ و جلالیہ متعین ہوئیں اور اس مرتبہ واحدیت سے نیچے نزول کر کے عالم ارواح میں ماتحت اسم ہادی کے حقائق جمالیہ سے ارواح ملائکہ و ارواح اہل جنت ظہور میں آئیں اور ماتحت اسم مضل کے شیاطین و ارواح دوزخ کا ظہور ہوا اس کے موافق عالم مثال میں اور مثال کے

موافق عالم اجسام میں ظہور ہوا۔

الغرض مرتبہ وحدت جس کو تعین اول کہتے ہیں یعنی حقیقت محمدیہ جلال و جمال دونوں کا مظہر ہے یہ جمہور صوفیاء کرام کا مسلم مذہب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ذات حق سبحانہ کے دو مظہر ہیں ایک روح اعظم وہ مظہر اسم ہادی ہے اور متخلق باسمار جمالی ہے دوسرا شیطان وہ اسم مضل کا مظہر ہے اور متخلق باسمار جلالی ہے۔

جلال تجلی قہاری ہے۔ جملہ افعال و آثار ضلالت و معصیت و شر کا صدور اس سے ہوتا ہے۔

جمال تجلی لطف و رحمت ہے۔ جملہ افعال و آثار خیر و طاعت و عبادت و حسنات کا صدور اسی سے ہے۔ اور کبھی جلال سے مرتبہ احدیت اور جمال سے مرتبہ وحدت مراد ہوتا ہے۔ اور کبھی ذات کے مرتبہ خفا کو جلال اور مرتبہ ظہور کو جمال کہتے ہیں اس تقدیر پر ذات کے جملہ مراتب میں جلال و جمال دونوں پائے جائیں گے اس لئے کہ ذات حق سبحانہ کے ہر مرتبہ میں ایک جہتہ خفا کی ہے اور ایک جہتہ ظہور کی یعنی تنزیہ و تشبیہ اور بعض ذات کے مراتب داخلی احدیت۔ وحدت۔ واحدیت کو حد جلال میں اور مراتب خارجی ارواح۔ امثال۔ اجسام کو حد جمال میں شمار کرتے ہیں اور بعض عالم ارواح و مثال کو جلال اور عالم اجسام کو جمال کہتے ہیں اس لئے کہ عالم اجسام میں پورا ظہور ہے اس سے زیادہ نمایاں اور عیاں کوئی نہیں ہے اور جمال کے معنی غایتہ ظہور کے ہیں باقی مراتب سب اس سے خفی اور شان ظہور میں کم ہیں چنانچہ غایت خفا میں مرتبہ گنج مخفی ہے اسے جلال سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی جلال سے استغنار معشوق اور جمال سے مہربانی معشوق

والہام غیبی وکشف انوار ایمانی مراد لیتے ہیں۔

جمع شہود حق بلا خلق کو کہتے ہیں۔

جمع الجمع ہر ذرہ میں ذات کا مشاہدہ کرنا اور ذات میں جملہ کائنات کا مشاہدہ کرنا اور ذات کو ذات دیکھنا اور مخلوق کو مخلوق دیکھنا اور مخلوق کو عین حق اور حق کو عین مخلوق دیکھنا۔

جمع مع الفرق وحدت فی الکثرت اور کثرت فی الوحدت کو کہتے ہیں یعنی ذات حق سبحانہ تعالیٰ کو ہر ذرہ میں دیکھنا اور جملہ کائنات کو ذات میں دیکھنا۔ اور ذات وصفات کو عین دیکھنا

جعد تجلی جلالی وقہاری کو کہتے ہیں

جمعیت ماسوائے اللہ سے روگردانی کرنا اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے

جرس خطاب جلالی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے دل پر عظمت وجلال کے ساتھ وارد ہوتا ہے۔

جنائب اُن مردانِ خدا کو کہتے ہیں جو مقامات سلوک طے کرتے ہوئے زہد وتقویٰ اور اطاعت کو لئے ہوئے مقامات قرب الٰہی میں پہنچتے ہیں اور سیر فی اللہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

جہتی الضیق والسعۃ ذات کی دو جہتہ ہیں دو اعتبار ہیں ایک جہت تنزیہ کی ہے اس کو جہتہ ضیق کہتے ہیں کیونکہ اس میں کسی بات کی گنجائش نہیں ہے اس مرتبہ میں ذات کو کسی لفظ نام صفت سے متصف نہیں کر سکتے آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے حتیٰ کہ وہم خیال بلکہ عقل بھی وہاں دنگ ہے اسی مقام کے واسطے صوفیائے کرام فرماتے ہیں لا یعرف اللہ احد سوی اللہ یعنی اللہ کو اللہ کے سوائے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ دوسری جہت

تشبیہ ہے اس کو جہت وسعت کہتے ہیں اس لئے کہ اس مرتبہ میں ذات اپنے
تمام اسماء، صفات و مظاہر میں ظہور فرماکر آشکارا ہوتی ہے

جہتی الطلب ذات کے مرتبہ واحدیت میں دو جہت طلب ہیں ایک طلب جہتہ وجوبیہ یعنی
اعیان ثابتہ میں اسمار الٰہی کا اپنے ظہور کے لئے طالب ہونا اور یہ طلب جہتہ
وجوبیہ ذات کے مرتبہ داخلی میں ہوتی ہے۔ دوسری طلب جہتہ امکانیہ۔ یعنی
مظاہر کونیہ میں اعیان ثابتہ کا اپنے ظہور کے لئے طالب ہونا۔ یہ طلب جہتہ امکانیہ
ذات کے مراتب خارجیہ میں ہوتی ہے۔

جواہر العلوم والانبیاء والمعارف • وہ اصول دین اور حقائق الٰہیہ ہیں جو کسی حال میں بدلی نہیں جاتی بصلحت
وقت اور زمانہ کے تغیرات سے ان میں کچھ تغیر نہیں آتا یکے بعد دیگرے
نبی کے آنے سے اور شریعت کے بدلنے سے ان میں کچھ تبدیلی نہیں ہوتی
اس آیت پاک میں اسی طرف اشارہ ہے شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحاً
والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا
تتفرقوا فیہ

جنت مظہر جمال باری تعالیٰ کو جنت کہتے ہیں اور اس کی چار قسمیں ہیں جنت الافعال
جنت النفس جنت الصفات جنت الذات۔ جنت الافعال وہ ہے کہ اللہ کریم
نے اپنے بندوں کے اعمال صالحہ کے بدلے میں دینے کا وعدہ فرمایا۔ اور اسی
کو جنت عوام کہتے ہیں اس لئے کہ یہ عام مومنین کو حاصل ہوگی۔ اور اس
جنت الافعال کی آٹھ قسمیں ہیں۔ دار المقام۔ دار القرار۔ دار السلام جنت عدن
جنت الفردوس۔ جنت النعیم۔ جنت الماوی جنت الخلد۔ ان جنتوں میں
دنیا کی تمام خورونوش کی چیزوں سے بدرجہا اچھی چیزیں میسر ہوں گی۔
جنت النفس اور اسی کو جنت الوراثت کہتے ہیں۔ جنت النفس ان اخلاق محمودہ

کا نام ہے جو بہ سبب اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کو حاصل ہوتے ہیں
جنت الصفات تجلیات اسمار الٰہیہ وصفات الٰہیہ سے مسرور ہونا ہے اور اس
مقام میں بندہ متخلق باخلاق اللہ ہوجاتا ہے اور اسی کو جنت المعنوی اور جنت القلب
بھی کہتے ہیں۔
جنت الذات۔ جس کو جنت الروح بھی کہتے ہیں۔ اسمیں مشاہدہ جمال باکمال
احدیت ذاتیہ کا حاصل ہوتا ہے۔ جنت الاول یعنی جنت الافعال یہ خاص عالم
آخرت کیلئے ہے باقی تین مذکورۂ بالا تمام انبیاء علیہم السلام اور خواص اولیاء اللہ کے
واسطے دنیا و آخرت دونوں میں حاصل ہوتی ہیں۔
جہنم ایک طبقہ دوزخ کا نام ہے اور دوزخ مظہر جلال اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سات
طبقے ہیں۔
جعل بسیط۔ علم الٰہی میں اعیان ثابتہ کا تقرر
جعل مرکب اعیان ثابتہ پر آثار و احکام کا مترتب ہونا۔
جفا سالک کو اپنے مشاہدہ سے روکنا جسے اس کی تادیب مقصود ہو۔ انوار و معارف
ومشاہدات سے دل سالک کو منور کرنا
جور سالک کو اس کے عروج سے روکنا
حلاوت مشاہدہ انوار کو کہتے ہیں
جانان ذات کی اس صفت قیومی کو کہتے ہیں کہ سبب تمام کائنات کی بقا کا ہے۔
جان روح انسانی کو کہتے ہیں۔
جانفزا صفت بقائے ابدی کو بھی کہتے ہیں اور عاشق و معشوق کی طرف بھی اطلاق
ہوتا ہے۔
جان افزا اس ذکر کو کہتے ہیں جو مطلوب تک پہنچا دے۔

جرعہ ایک گھونٹ کو کہتے ہیں اور مقامات اور حالتوں کے بھید جو راہ طلب میں سالک سے پوشیدہ رہتے ہیں ان کو بھی جرعہ کہتے ہیں۔

جد مطلوب حقیقی کی پوری طلب کو کہتے ہیں۔ نیز عالم فراق کے بعد جو ایک امید اور طلب کی حالت پیدا ہوتی ہے اس کو بھی جد کہتے ہیں

جوہبار مراسم عبودیت اور جن باتوں سے شان عبودیت ظاہر ہوتی ہے ان کو جوہبار کہتے ہیں

جنگ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے بذریعہ تکالیف ظاہری و باطنی امتحان لینا۔ اور جانچ کے لئے طرح طرح کی بلائیں عاشق کو بھیجنا۔

جہان تاریک تمام حجابات اٹھنے کے بعد جو سالک کی اپنی ہستی اور اپنے وجود کا حجاب باقی رہتا ہے اس کو جہان تاریک کہتے ہیں۔

جام حالات عارف۔ و باطن عارف کو کہتے ہیں اور حقیقت جامعہ کو بھی کہتے ہیں۔

جلاء ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا تعینات میں ظہور فرمانا۔

جمال معشوق کا اپنے کمالات کو عاشق کے عشق کی زیادتی کیلئے ظاہر ہونا۔

جلال اظہارِ عظمت معشوق

جانا اللہ تعالیٰ کی دائم قائم صفت قیومی سے مراد ہے جس سے تمامی موجودات عالم برقرار ہیں

جاں فزا وہ صفت باقی مراد ہیں کہ جس سے سالک کو صفت بقا حاصل ہوتی ہے

چ

چشم صفت جمال کو کہتے ہیں یعنی سالک کے دل پر جو تجلی الہامی غیب سے وارد ہوتی ہے اور اس کے واسطہ سے سالک مقام قرب تک پہنچ جاتا ہے۔ بندگی شیخ جمال قدس سرہ فرماتے ہیں کہ چشم سے کبھی بصارت ازلیہ بھی مراد لیتے ہیں اور بعض دفعہ

چشم سے وہ مستی مراد لیتے ہیں کہ جس مستی کی بیخودی میں عاشقان دل سوختہ ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ مشاہدہ جمال جاناں سے محروم رہ جاتے ہیں

چشم خماری اللہ تعالیٰ کا سالک کی تقصیر پر چشم پوشی کرنا۔ اور خلق میں اس کو رسوا نہ کرنا اور معاف کر دینا

چشم مست اس کے معنی بھی چشم خماری کے ہیں

چشم پر خمار اس کے بھی وہ ہی چشم خماری کے معنی ہیں

چشم سرنگ اہل کمال کا اپنے کمالات اور مراتب عالیہ کو اس طرح چھپانا کہ بجز ذات حق تعالیٰ کے کسی کو خبر نہ ہو۔

چشم اہوانہ اللہ تعالیٰ کا سالک کی تقصیر کو معاف کر دینا۔ اور کسی غیر پر اسے ظاہر نہ ہونے دینا لیکن سالک پر اس کی تنبیہ کی غرض سے ظاہر کر دینا۔

چلیپا عالم طبائع کو کہتے ہیں۔

چہرہ سالک پر ایسی تجلیات کا وارد ہونا جو اس کے حسب حال ہوں۔

چہرہ گلگوں روحانی اور لطیف تجلیات کو کہتے ہیں جن کا ظہور مادی نہ ہو۔

چوگان تقدیر امور بطریق جبر و قہر اور جو سختیاں عاشق پر وارد ہوتی ہیں انکو بھی چوگاں کہتے ہیں

چین بر افشاندن زلف تعینات اور شیونات کے اٹھ جانے کو کہتے ہیں

چنبر حلقہ زلف کو کہتے ہیں۔

چاہ زنخ علم واضح کو کہتے ہیں۔ مشاہدہ ذات وصفات کی وہ لذتیں جو مشکل اور دقت سے میسر ہوتی ہیں اور ان اسرار کے مشاہدہ کی لذت جو مشکل اور دقت سے منکشف ہوتے ہیں۔

ح

حق یہ اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اللہ تعالیٰ کا اور ذات حق سبحانہ کے تینوں مراتب

داخلی یعنی احدیت ذات بحت۔ مرتبہ وحدت۔ حقیقۃ محمدیہ۔ مرتبۂ احدیت نفس رحماں پر بولا جاتا ہے۔

حقیقت ہر شئے کی اصل اور ہستی اور ماہیت اور ذات کو حقیقت کہتے ہیں اور اس کا مقابل مجاز اور اعتبار ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی ہے اور باقی اعتباری ہے ماسوائے اللہ کو مجازاً موجود کہا جاتا ہے نہ کہ حقیقۃً۔ اور کبھی لفظ حقیقت باطن کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اس وقت اس کا مقابل ظاہر ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عالم شہادت یعنی عالم اجسام ظاہر اور مجاز ہے اور باطن اور حقیقت اس کی عالم مثال ہے اور عالم مثال ظاہر اور مجاز ہے عالم ارواح کا کہ وہ اسکی حقیقت اور باطن ہے اور عالم ارواح ظاہر اور مجاز ہے عالم عیان یعنی مرتبہ واحدیت کا کہ وہ اسکی حقیقت اور باطن ہے اور عالم عیان یعنی مرتبہ واحدیت ظاہر اور مجاز ہے مرتبہ واحدیت یعنی حقیقت محمدیہ کا کہ وہ اسکی حقیقت اور باطن ہے اور حقیقت محمدیہ ظاہر اور مجاز ہے ذات بحت مرتبہ احدیت کا کہ وہ اس کی حقیقت اور باطن ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ ذات بحت جملہ کائنات کی حقیقت ہے اور سب کا باطن ہے اس لئے اس کو البطن البطون اور حقیقۃ الحقائق کہتے ہیں۔ اور بعض صوفیائے کرام ذات حق کے بے حجاب اور بے تعینات ظاہر ہونے کو حقیقت کہتے ہیں۔

حروف اعیان ثابتہ کے حقائق بسیطہ کو کہتے ہیں۔

حروف عالیات اُن اعیان ثابتہ اور شیون ذاتیہ کو کہتے ہیں جو غیب الغیوب اور بطن البطون میں اس طرح پوشیدہ ہیں جیسے درخت کے پتے پھل پھول شاخ کلی گٹھلی میں

حقیقۃ الحقائق ذات بحت مرتبہ احدیت وجود مطلق کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ جملہ کائنات کی حقیقت ہے اسی سے سب کا وجود ہے۔

حقائق الاشیاء صور علمیہ یعنی اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں جو کہ مرتبہ واحدیت یعنی تعین ثانی ہیں علم الٰہی ہیں مقرر اور متعین ہوتی ہیں ان کو حقائق الممکنات اور ازال الممکنات بھی کہتے ہیں۔

حقیقۂ انسانی حقیقۃ آدم حضرت جمع حضرت ربوبیت حضرت ارتسام حضرت الوہیت۔ مرتبہ واحدیت کو کہتے ہیں کیونکہ اس مرتبہ ہیں ذات کا ظہور اپنی صفات ہیں ہوتا ہے اور ذات کو اپنی صفات کا علم تفصیلی ہوتا ہے اور جملہ کائنات کی حقیقتیں ہیں متعین اور مرتسم ہوتی ہیں اور حقائق الٰہی اور حقائق کیانی اسی جگہ ظہور پاتے ہیں

عالم امر عالم ارواح کا نام ہے

حقائق القلوب عالم برزخ یعنی عالم مثال کا نام ہے۔

حقائق الٰہی ان اسمار الٰہی کلیہ کو کہتے ہیں جن کے ماتحت یہ تینوں عالم ہیں یعنی عالم ارواح عالم مثال عالم اجسام ان سب کا نظم نسق انہیں اسمار کے ذریعہ سے ہوتا ہے اسی لئے ان اسمار کو ارباب کہتے ہیں اور ظہور ان اسمار کا مرتبہ واحدیت میں ہوتا ہے تعداد ان کی ۲۸ ہے۔ بدیع باعث باطن آخر ظاہر حکیم محیط شکور غنی مقتدر رب علیم قاہر نور مصور محصی مبین قابض۔ حی۔ محی۔ ممیت عزیز رازق مذل قوی لطیف جامع رفیع۔ ان ۲۸۔ اسمار الٰہیہ کلیہ سے ۲۸ حقیقتیں پیدا ہوئی ہیں ان سے تمام عالموں کا اور جملہ کائنات کا ظہور ہوا ہے ان کو حقائق کیانی کہتے ہیں۔

حقائق کیانی۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے وہ یہ ہیں عقل کل نفس کل۔ طبیعت کل جوہر ہبا شکل کل جسم کل۔ عرش کرسی۔ فلک البروج۔ فلک المنازل۔ فلک زحل۔ فلک مشتری۔ فلک مریخ۔ فلک شمس۔ فلک زہرہ۔ فلک عطارد۔ فلک قمر۔ کرہ نار۔ کرہ ہوا۔ کرہ آب۔ کرہ خاک۔ مرتبہ جماد۔ مرتبہ نبات۔ مرتبہ حیوان مرتبہ ملک

مرتبہ جن ۔ مرتبہ انسان ۔ مرتبہ جامع ۔ حقائق الٰہی یعنی اسمار الٰہی کلیہ فاعل ہیں اور یہ حقائق کیانی اُن کے مفعول ہیں اُن کے ظہور اور اثر سے یہ پیدا ہوئے ہیں ایک ایک نام سے ایک ایک حقیقت پیدا ہوئی ہے یعنی اسم بدیع سے عقل کل پیدا ہوئی ۔ بدیع فاعل اور رب ہے عقل کل اس کی مفعول اور مربوب ہے اسی طرح اسم باعث سے نفس کل اور باطن سے طبیعت کل اور اخر ہی جوہر ہبا اور ظاہر سے شکل کل اور حکیم سے جسم کل اور محیط سے عرش اور شکور سے کرسی اور غنی سے فلک بروج اور مقتدر سے فلک منازل اور رب سے فلک زحل اور علیم سے فلک مشتری اور قاہر سے فلک مریخ اور نور سے فلک شمس اور مصور سے فلک زہرہ اور محصی سے فلک عطارد اور مبین سے فلک قمر اور قابض سے کرۂ نار اور حی سے کرہ ہوا اور محی سے کرہ آب اور ممیت سے کرۂ خاک اور عزیز سے مرتبہ جماد اور رازق سے مرتبہ نبات اور مذل سے مرتبہ حیوان اور قوی سے مرتبہ ملک اور لطیف سے مرتبہ جن اور جامع سے مرتبہ انسان اور رفیع سے مرتبہ جامع پیدا ہوئے ۔

حق الیقین یقین کے تین درجہ ہیں (۱) علم الیقین یعنی معتبر ذرائع اور معتبر دلائل سے کسی چیز کا یقین کے ساتھ علم ہونا (۲) عین الیقین یعنی علم الیقین کے مطابق خود بھی مشاہدہ کر لینا ۔ اسی لئے یہ درجہ پہلے درجہ سے بہت قوی ہوتا ہے (۳) حق الیقین یعنی کسی شے کا اس درجہ یقین ہو جائے کہ عالم اس کی ماہیت میں مستغرق اور فنا ہو جائے یہ درجہ عین الیقین سے بھی بڑھا ہوا ہے ۔ یہ درجے یقین کے عام طور پر ہیں اور حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں تین طرح بیان کیا جاتا ہے ایک یہ کہ ظاہر شریعت پر عامل ہونا علم الیقین ہے اور اس میں اخلاص اور محبت کا پیدا ہو جانا عین الیقین ہے ۔ اور اس کا مشاہدہ حاصل ہو جانا

حق الیقین ہے۔ دوسرے یہ کہ اعتقادی طور پر اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور سب کا خالق جاننا جس طرح کہ توحید عامہ میں پہلے بیان ہو چکا ہے یہ علم الیقین ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے اور اسماء افعال آثار سے اس کی ذات کو پہچاننا درجہ عین الیقین ہے اور اس سے آگے ترقی کر کے ذات بحت تک پہنچنا اور ہر ذرہ میں ذات دیکھنا اور ذات میں جملہ کائنات دیکھنا اور ذات میں فنا ہو جانا درجہ حق الیقین ہے۔ تیسرے یہ کہ اعیان ثابتہ یعنی صور علمیہ جن کا مرتبہ واحدیت میں تقرر ہوا درجہ علم الیقین ہے اور مرتبہ وحدت یعنی حقیقت محمدیہ درجہ عین الیقین ہے اور مرتبہ احدیت درجہ حق الیقین ہے۔

حقیقۃ عبد عدم مطلق کو کہتے ہیں۔

حجۃ الحق انسان کامل عام مخلوق کے واسطے حجۃ الحق ہوتا ہے۔

حب ذات کا تعین اول میں ظہور فرمانا اور لباس حقیقت محمدیہ پہنکر لفظ انا سے اپنی ذات کو تعبیر فرمانا حب ہے حدیث قدسی کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ذات کی اس تجلی کو تجلی حب ذاتی کہتے ہیں اگر ذات کو اس تعین اول میں ظہور کرنے کا حب نہ ہوتا تو کوئی شئی موجود نہ ہوتی اور ذات کسی صفت سے موصوف نہ ہوتی۔

حیرت سالک کا مرتبہ احدیت میں محو ہونا۔ اور تجلی اسم ہو کا مشاہدہ کرنا۔ اس کے لئے مقام حیرت ہے۔

حکمت جملہ اشیاء کی حقیقت۔ افعال۔ خواص۔ احکام۔ آثار کی اصلیت کو صحیح طور پر جاننا اور حقائق الٰہی اور حقائق کیانی سے پوری پوری واقفیت ہونا۔ حضرات صوفیاء کے ہاں حکمت ہے۔

حال کی کئی قسمیں ہیں۔ وہبی کسبی نسبتی مجازی۔ سالک کے دل پر جو کیفیات

بلاکوشش محض اللہ کریم کی طرف سے وہبی طور پر وارد ہوں اسکی دوقسمیں ہیں
ایک وہ کہ بوجہ صفات نفسی کے زائل ہو جائے اور کوئی کیفیت باقی نہ رہے
دوسری یہ کہ کیفیت ہمیشہ کے لئے قائم رہے اول کو حال دوسری کو مقام
کہتے ہیں۔

حجاب ہر وہ چیز جو عاشق کو معشوق کی طرف سے روکے (۲) محبت دنیا کا دل میں جاگزیں
ہونے کو حجاب کہتے ہیں

حریت اس کے تین مراتب ہیں۔ حریت عوام۔ حریت خواص۔ حریت اخص الخواص۔
حریت عوام خواہشات نفسانی سے پاک ہونا۔ حریت خواص اپنے ارادہ کو ارادہ حق پر
مٹا دینا۔ حریت اخص الخواص اپنی خودی کو مٹانا اور اپنی ہستی کو تجلی نور الانوار میں
محو کر دینا۔

حرق وہ تجلیات کہ جو فنا کی طرف پہنچتے ہیں اس کی ابتدائی حالت کو برق اور اوسط کو
حرق اور انتہائی کو مٹس فی الذت کہتے ہیں۔

حفظ العہد احکامات الٰہی کی بجا آوری اور اس کو ترک نہ کرنا اور اس پر استقامت

حفظ عہد الربوبیت والعبودیت ہر خوبی کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرنا۔ اور برائی کو اپنی
طرف منسوب کرنا۔

حقائق الاسماء ہر اسماء کی نسبت ذاتیہ کہ جس کی وجہ سے ایک اسم دوسرے اسم سے
متمیز ہوتا ہے جیسے کہ سمیع۔ بصیر

حکمت منطوق بہا۔ علوم طریقت و شریعت کو کہتے ہیں۔

حکمت مسکوت عنہا وہ اسرار حقیقت جو عوام پر ظاہر نہ کئے جائیں کیونکہ وہ ان کی سمجھ میں نہیں
آسکتے اگر ان پر وہ ظاہر کردیئے جائیں تو اس کو بجائے نفع کے نقصان کا
اندیشہ ہے۔

حکمت مجہولہ وہ اسرار الٰہی جن کی وجہ وقوع سمجھنے سے ہم قاصر ہیں جیسے نیک بندوں کا تکلیف میں مبتلا ہونا یا معصوم بچوں کا کسی مصیبت میں مبتلا ہونا یا مرجانا۔

حکمت جامعہ معرفت حق و باطل نیکی پر عمل اور برائی سے اجتناب۔

حسن مجموعہ خوبی کمال کو کہتے ہیں

حضور و حضوری خلق سے بیزار ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہونا اور مقام وحدیت میں حقیقت محمدیہ کو بھی وحدت کہتے ہیں۔

حج سلوک الی اللہ کو کہتے ہیں

حدیث و واقعہ مرید اپنا حال خدمت شیخ میں عرض کرے۔

حجاب العزت اندھاپن اور پریشانی

حرف وہ لغت جس سے خدا تعالیٰ اپنے بندے کو مخاطب فرمائے۔

حجاب ظلمانی جملہ صفات ذمیمہ و غیظ و غضب

حاکم وہ اولیاء اللہ صاحب وقت جو سالکوں کی تربیت اور حفاظت کرتے ہیں۔

تحلیہ اپنے اندر اچھی صفات پیدا کرنا اور اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنا سالک کا صفت کمال سے آراستہ ہونا۔

حواس یہ دو قسم کے ہیں ایک حواس دماغی۔ دوسرے حواس قلبی۔ حواس دماغی دس ہیں۔ پانچ ظاہری۔ پانچ باطنی۔ حواس ظاہری پانچ یہ ہیں (۱) قوت باصرہ یعنی دیکھنے کی قوت ہے اس کا فعل بذریعہ آنکھ کے ہوتا ہے اس قوت باصرہ سے اشکال و الوان کا ادراک ہوتا ہے۔ (۲) قوت سامعہ یعنی سننے کی قوت ہے آواز کا ادراک کرتی ہے۔ اس کا فعل بذریعہ کان کے ہوتا ہے (۳) قوت شامہ یعنی سونگھنے کی قوت ہے اس سے خوشبو اور بدبو کا ادراک ہوتا ہے اس کا فعل ناک کے ذریعہ ہوتا ہے۔ (۴) ذائقہ یعنی چکھنے کی قوت ہے اس

سے ہر شئے کا مزہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا فعل بذریعہ زبان کے ہوتا ہے۔
(۵) لامسہ یعنی کسی شئی کو چھوکر اور مَس کر کے اس کی سختی و نرمی۔ چکنا پن و کھردرا پن۔ گرمی و سردی کے محسوس کرنے کی قوت۔ یہ جسم کی تمام جلد میں ہوتی ہے۔

حواس دماغی باطنی یہ ہیں۔ (۱) حس مشترک ہے یہ پانچوں حواس ظاہری کے محسوسات میں تمیز کرتی ہے۔ اس کی جگہ مقدم بطن اول دماغ کا ہے (۲) قوت خیال ہے اس کی جگہ بطن اول کا آخری حصہ ہے اسمیں حس مشترک کے تمیز کردہ اشکال۔ الوان۔ اصوات مزے۔ بو۔ کیفیات لمس۔ اجسام محفوظ رہتے ہیں۔ گویا یہ حس مشترک کا خزانہ ہے (۳) قوت وہم ہے۔ اس کی جگہ دماغ کے بطن اوسط کا آخری حصہ ہے یہ قوت خزانہ خیال کی صور اشیاء کے معنی ادراک کرتی ہے۔ (۴) قوت حافظہ ہے۔ یہ قوت ان معانی کو محفوظ رکھتی ہے اس کی جگہ دماغ کا بطن مؤخر ہے۔ (۵) قوت متصرفہ ہے اس کی جگہ دماغ کے بطن اوسط کا مقدم حصہ ہے۔ اس کا فعل یہ ہے کہ خزانۂ خیال کی صورتوں کو قوت وہم کے سامنے پیش کرے تاکہ وہ اس کے معنی سمجھے اور قوت حافظہ کے محفوظ شدہ معانی کو بوقت ضرورت وہم کے سامنے پیش کرے اور ان صور و معانی میں ترتیب و تطبیق یا تفصیل کرے اور اسی قوت میں عالم مثال و عقل فعال کے امور منعکس ہوتے ہیں پھر یہ قوت ان کو عالم اجسام کی صور پر ڈھالتی ہے۔ عوام الناس کا خواب یہی ہوتا ہے اس وقت اس کا نام قوت متفکرہ ہوتا ہے۔ اور جب اس کا فعل صرف صور محسوسات و معانی مدرکات دماغیہ کے متعلق ہوتا ہے تو اسے تخیلہ کہتے ہیں یہ دس حواس دماغی ہیں۔ مادیات و حسیات کی دریافت ان کے ذریعہ سے ہوتی ہے

اور جو امور ان سے بالاتر ہیں ان کے دریافت قلبی حواس کے ذریعہ ہوتی ہے وہ پانچ یہ ہیں۔ نور عقل۔ روح۔ سر خفی۔ یہ حواس قلبی تزکیہ نفس تصفیہ قلب تجلیہ روح کے بعد کھلتے ہیں۔ راہ طریقت پر چلکر انہیں کے ذریعہ سالک رموز معرفت سے آشنا و اسرار حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔ و نیز تمام افعال جسمانی میں بھی آلات جسمانی کا محتاج نہیں رہتا۔ وہ جیسا آنکھ کھول کے دیکھتا ہے ویسا ہی بند آنکھ سے جیسا قریب سے سنتا ہے ویسا ہی بعید سے۔ حواس دماغی سے تو صرف اشکال الوان۔ مزے اصوات وغیرہ اوصاف مادیات و ظاہری خواص عالم اجسام و جسمیات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور ان حواس قلبی سے حقائق اشیاء معلوم ہوتی ہیں اور اسرار عالم مثال و عالم ارواح منکشف ہوتے ہیں اور عالم قدس و عالم غیب کی اطلاع ہوتی ہے اور رموز معرفت کی تکمیل ہوتی ہے۔ دماغی حواس کی لذات سے جہت سفلی کی طرف میلان ہوتا ہے اور حضرت حق سے دوری ہوتی ہے۔ اور حواس قلبی سے عالم بالا کی طرف میلان ہوتا ہے اور حضرت حق کی حضوری و قرب میسر ہوتا ہے۔ چنانچہ درجات معرفت کی بنا، ان حواس قلبی کی لذات پر ہے ان کو ابواب معرفت کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ خبر۔ اثر۔ نظر۔ لذت نظر۔ استغراق بالمنظور اس کی تشریح یہ ہے کہ (۱) قلب کا حاسہ سمع۔ لذت و حظ پاتا ہے معشوق و مطلوب حقیقی کی خبر سے اگر وہ غیب میں ہے یا اس کے اثر و نشان سے وقت حضوری کے یہ مقام معرفت کلیمی کا ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اس کے ممتاز فرد ہیں۔ اس حاسہ سمع قلب گوش دل سے آواز بسیط صوت سرمدی کلام بے جہت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور قوت سامعہ دماغی سے تو صرف کلام مادی صوت جسمانی کا ادراک ہوتا ہے یہ مظہر عالم غیب کا ہے

(۲) حاسۂ شم قلبی معشوق و مطلوب حقیقی کے اثر و نشان سے حظ پاتا ہے۔ یعنی بلا حجاب خبر کے اثر و نشان معشوق کی لذت حاصل ہوتی ہے جو حضوری حضرت حق ہے۔ اس میں حاسۂ سمع قلبی سے زیادہ حضوری ہے۔ یہ مقام معرفت عیسوی ہے اس کے ممتاز فرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور قوت شامہ دماغی سے صرف خوشبو یا بدبو معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں شئے مشموم کا قرب زیادہ ہے اس قرب سے جو قوت سامعہ دماغی میں اپنے مسموع سے ہے کیونکہ بو کا ادراک اتنی دور سے نہیں ہو سکتا جتنی دور سے آواز سنی جاتی ہے اور شئی مشموم کے اجزاء لطیفہ اس قوت تک پہنچتے ہیں۔ بخلاف اس کے آواز کے ساتھ کوئی جز اس ذی آواز کا کان تک نہیں جاتا۔ لہٰذا اسمیں قرب زیادہ ہے اور یہ مظہر ہے عالم ارواح کا (۳) حاسۂ بصر قلبی سے عین معشوق دکھائی دیتا ہے اسمیں نظر و دیدار معشوق کی لذت ہے۔ یہاں حجاب اثر و نشان بھی مرتفع ہے یہ معرفت بلا حجاب مقام خلیلی ہے اس کے ممتاز فرد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور اسی کے مطابق حاسۂ باصرہ دماغی میں شئی مرئی کا قرب زیادہ ہے اور حضوری کامل ہے۔ شامہ و سامعہ کی حضوری و قرب سے۔ یہ مظہر ہے عالم شہادت کا (۴) حاسۂ ذوق قلبی اس میں لذت نظر ہے۔ اس کا قرب حاسۂ بصر قلبی کے قرب سے زیادہ ہے اس میں عاشق کو ذات معشوق میں ایسی محویت ہوتی ہے کہ حسن معشوق سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے (النظر فی الوجہ الحسن یزید النور فی البصر) ترجمہ "خوبصورت چہرہ کا دیکھنا نور بصر کو زیادہ کرتا ہے۔" اس قول سے اس طرف اشارہ ہے۔ یہ مقام معرفت یعقوبی ہے اس کے ممتاز فرد حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اس کے مطابق دماغی قوت ذائقہ میں شئی مذوق کا قرب زیادہ ہے اس قرب سے جو آنکھ کو سامنے کی شئے سے قرب ہے اور یہ مظہر ہے عالم مثال کا۔

(۵) حاسۂ لمس قلبی۔ کا حظ اور لذت یہ ہے کہ ذات حق سبحانہ سے پورا وصل ہو کسی قسم کا حجاب درمیان نہ ہو یہ معرفت کشف معیت حقیقی سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی معرفت ارفع واعلی ہے۔ معرفت خبر۔ اثر۔ نظر۔ لذت نظر سے یہ معرفت حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کی ہے اس میں سب سے زیادہ حضوری ہے یہ انتہائے معرفت ہے۔ اسی کے مطابق قوت لامسہ دماغی کی لذت اور قرب تمام حواس ظاہری کے قرب ولذت سے بہت زیادہ ہے لامس وملموس بالکل متصل ہوتے ہیں جب اُس کی لذت وادراک پورا ہوتا ہے اسی وجہ سے تمام جسم میں وہ محیط ہے۔ باقی حواس ایک ایک عضو سے مخصوص ہیں جیسے آنکھ ناک کان زبان یہ مظہر عین جامعہ کا ہے۔

یہ پانچوں حواس قلبی ابواب معرفت ہیں اور پانچوں حواس دماغی ظاہری انکا نمونہ ہیں جس سالک کے یہ ابواب معرفت کھلجاتے ہیں وہ ظاہری حواس کی لذات سے بے پرا ہوجاتا ہے بلکہ اسکو ان حواس کی لذتیں بھی فی الحقیقت حق سبحانہ کیطرف کھینچتی ہیں اور جس کے یہ حواس قلبی مفتوح نہیں ہوئے ہیں وہ حواس ظاہری کی لذت جسمانی میں منہمک رہتا ہے اور حضرت حق سے دور ہوجاتا ہے۔

خ

خودی انانیت کو کہتے ہیں اس کی تفصیل۔ انانیت کے بیان میں گزر چکی ہے۔

خارج اول۔ عالم ارواح۔ اور خارج ثانی عالم مثال اور خارج ثالث عالم اجسام۔ ان تینوں عالموں کو مراتب خارجی کہتے ہیں کیونکہ ذات کے وجود خارجی کے مظاہر یہی تین عالم ہیں۔ جس طرح کہ احدیت اور وحدت اور واحدیت ذات کے مراتب داخلی اور بطون کہلاتے ہیں۔

خفاء الخفا ذات بحت وجود مطلق کو کہتے ہیں۔

خمخانہ مقام عشق یعنی ذات کے مرتبۂ عشق کو کہتے ہیں اور ذات کا مرتبۂ عشق درجہ وحدت یعنی حقیقت محمدیہ ہے کیونکہ اسی مرتبہ میں ذات کو اپنے آپ کو دیکھنے کا شوق ہوا۔ اور جائے ورود انوار آلہی (سینۂ سالکین)

خال اس کے چند معنی ہیں (۱) انسان کامل کا دل (۲) نقطہ روح کہ مرکز اس کا قلب ہے جس کو سویدا بھی کہتے ہیں (۳) معصیت کی ظلمت (۴) تجلی جلالی (۵) ذات کے مرتبۂ خفاء انحفار کو بھی خال کہتے ہیں کیونکہ نور اس مرتبہ کا سیاہ ہے

خال سیاہ عالم غیب اور عالم ہستی کا نام ہے

خرابات عارف کامل کے باطن کو کہتے ہیں کیونکہ اس کا سینہ گنجینۂ محبت الٰہی ہوتا ہے اور اسرار آلہی سے معمور ہوتا ہے اور بندگان خدا اُس سے عشقیہ فیض حاصل کرتے ہیں۔ نیز تقصیرات بشری جو عالم ناسوت میں ہوں۔

خراباتی وہ پیر کامل جس نے اپنی خودی اور ہستی مٹادی ہو اور مقام فنافی اللہ سے آگے عشق ذات میں قدم بڑھا کر باقی باللہ ہوگیا ہو۔

خراب سالک کا استغراق۔ عشق کی محویت

خرابی عقل کی تدابیر اور اس کے تصرفات

خلق ذات کے تینوں مراتب خارجی یعنی عالم ارواح۔ عالم مثال۔ عالم اجسام کو عالم خلق کہتے ہیں۔

خلیفہ خلیفۃ اللہ انسان کامل کو کہتے ہیں اور جو شخص نبی کا یا کسی ولی کا جانشین ہو وہ اس کا خلیفہ کہلاتا ہے جیسے نبی کریم علیہ السلام کے خلفاء حضرت صدیق و فاروق و عثمان غنی و علی و امام حسنؓ و امام حسینؓ رضی اللہ عنہم اور حضرت علیؓ کے خلفاء امام حسین و امام حسن و کمیل بن زیاد و حسن بصری اور جیسے حضرت خواجہ اجمیری کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

خیال تعین اول یعنی حقیقت محمدیہ کا نام ہے اسلئے کہ ذات نے اپنے ظہور کا اسی مرتبہ میں خیال اور تصور فرمایا ہے۔

خرقہ پیر کے اس لباس کو کہتے ہیں جو مرید کرنے کے وقت یا خلافت اور اجازت دینے کے وقت عطا کرے۔ اسے خرقۃ التصوف بھی کہتے ہیں۔ اس میں چند فوائد ہیں۔ اول یہ کہ مرید اپنے شیخ کا سا لباس پہنے تا کہ لباس ظاہری میں بھی شیخ کی مشابہت نصیب ہو۔ دوسرے یہ کہ شیخ کے عطا کئے ہوئے لباس سے مرید کو شیخ کی برکات حاصل ہوتی ہیں تیسرے یہ کہ خرقہ عطا کرنے کے وقت شیخ کی ایک خاص حالت ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوتا ہے وہ یہ کہ شیخ اپنی نور بصیرت سے مرید کے حال کو دیکھتا ہے۔ اس میں جو کچھ کمی پاتا ہے اسے پوری کرتا ہے اور اپنا جیسا بنا دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ خرقہ کی برکت سے مرید کو شیخ سے محبت بڑھتی ہے اور ہمیشہ کے لئے اتصال قلبی قائم ہو جاتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ خرقہ کی رسم خود حضور نبی کریم علیہ السلام سے جاری ہوئی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم علیہ السلام نے ایک خرقہ حضرت اویس قرنی علیہ الرحمۃ کو عطا فرمایا تھا۔ اور ایک خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مرحمت کیا تھا۔ اس سنت کو مشائخ طریقت نے برابر جاری رکھا ہے۔ اور ظاہری امور کی حفاظت و درستی کو بھی خرقہ کہتے ہیں۔

خلوت ماسوائے اللہ کی محبت اور غیر اللہ کے خیال سے دل کو خالی کر کے اللہ کی محبت میں مستغرق ہو جانا اور اپنی ہستی سے بیگانہ ہونا خلوت ہے اور بعض صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ بندہ اور مولیٰ میں وہ راز و نیاز اور اسرار کی باتیں ہونا جس کی کسی کو خبر نہ ہو خلوت ہے۔

خلوت در انجمن حضرات نقشبندیہ کی گیارہ اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح

خلوت در انجمن بھی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ بظاہر مخلوق کے شامل رہے اور
اور بباطن مشغول بحق رہے۔

خضر نام ہے ایک بڑے اولوالعزم ولی کامل کا جن کا قصہ قرآن شریف میں ہے اور
جن کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی اور جن کو اسی عنصری جسم کے
ساتھ حیات جاوید حاصل ہے اکثر مشکلات کے وقت لوگوں سے ملتے ہیں
اور ان کی مشکلات حل کرتے ہیں۔ اور بہت سے بزرگوں کو آپ کی ذات
سے فیض حاصل ہوا ہے نیز صوفیا لفظ خضر سے اشارہ حالت بسط کی طرف
کرتے ہیں جس طرح لفظ الیاس سے اشارہ حالت قبض کی طرف

خلع العادات یعنی صفات ذمیمہ اور خواہشات نفسانی کو اپنے دل سے اس طرح نکال
دینا کہ کبھی ان کا خیال بھی نہ آئے اور ہمہ تن خلوص و محبت کے ساتھ بجا آوری
احکام الٰہی میں ثابت قدم رہنا۔

خلق جدید تمام ممکنات کو وجود ذات کے مرتبہ واحدیت (جس کو نفس رحمان بھی کہتے ہیں)
سے عطا ہوتا ہے اور اس کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے کہ ہر لحظہ ہر آن ایک
شکل بنتی ہے اور بگڑتی ہے۔کہیں ظاہر کہیں گم اس تغیر اور اس بناؤ بگاڑ
کا سلسلہ برابر ہر آن جاری ہے یعنی اس عالم میں جو چیز موجود ہے۔ وہ ہر
وقت متغیر ہوتی رہتی ہے ایک طرف تو اس میں ہر وقت نیا نیا اضافہ ہوتا
رہتا ہے دوسری طرف ایک نہ ایک چیز اس کی گم اور کم ہوتی جاتی ہے اسی
ہر آن کے تغیر کو خلق جدید کہتے ہیں۔گویا یہ عالم وجود عدم کا ہر وقت تختۂ
مشق بنا ہوا ہے۔

خمار حرف خا کے پیش اور میم کے تشدید سے خُمّار کے معنی مرشد کامل اور خا کے
پیش اور میم مفتوح بلا تشدید خُمار کے معنی ذات مطلق کا پردہائے کثرت میں

اپنے کو چھپانا۔

خاتم وہ شخص ہے جس نے تمام مراتب اور جملہ مقامات طے کر لئے ہوں۔ اور کمال کے انتہائی مرتبہ کو حاصل کر چکا ہو۔ جس طرح نبوت اور ولایت دونوں کے خاتم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صرف ولایت کے خاتم حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔

خشوع و خضوع عجز و انکساری خلوص و محبت کے ساتھ

خفی روح میں ایک لطیفۂ الٰہی رکھا ہوا ہے۔ جس کے سبب سے روح پر فیضان الٰہی ہوتا ہے اور صفات ربوبیت کی تجلیات وارد ہوتی ہیں۔

خط برزخ کبریٰ و عالم ارواح کو کہتے ہیں۔

خط سیاہ غیب الغیب یعنی مرتبہ احدیت

خط سبز عالم برزخ مطلوب

خانہ مراد اس خودی سے ہے کہ جس میں وجود ناپید ہو جائے۔

خواب فنائے اختیاری اور نیز ہستی مجازی کو کہتے ہیں۔

خد انوار ایمانی کے انکشاف کو کہتے ہیں۔

خارہ اپنی ہستی اور اپنی خودی کو کہتے ہیں۔

خاطر خطرہ واضح رہے کہ انسان کے دل پر غیب سے جو واردات ہوتی ہیں ان کی چند اقسام ہیں (۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کریمی اور محض عنایت سے بندہ کے دل پر بلا اس کی کوشش کے ایسی کیفیت طاری ہو جو بندے کو حق تعالیٰ سے قریب کر دے اور مراتب سلوک اور منازل قرب طے کرا دے اس کو جذبہ کہتے ہیں (۲) دوسرے یہ کہ بندہ کے دل پر ایسی اضطراری کیفیت خدا کی طرف سے نازل ہو جو بندے کو مجبور کر کے خدا کی طرف متوجہ کر دے

اور تمام برائیوں سے اُسے چھوڑا دے۔ اسے خطرہ داعیہ کہتے ہیں (۳)
تیسرے یہ کہ انسان کے دل پر بطور خطاب کے اس کی صلاحیت اور اس
کی استعداد کے مطابق کچھ وارد ہو۔ اسے خاطر کہتے ہیں اور خطرہ بھی کہتے
ہیں اس کے چار اقسام ہیں (۱) خطرہ رحمانی یا خطرہ ربانی۔ وہ خطرہ ہے
جو سالک کو ذات حق سبحانہ کی طرف متوجہ کرے (۲) خطرہ ملکی وہ ہے۔ جو
سالک کو عبادت کی طرف رجوع کرے۔ (۳) خطرہ نفسانی جو سالک کو
خط نفس اور خواہشات دنیا کی طرف متوجہ کرے اس کا دوسرا نام ہاجس ہے
(۴) خطرہ شیطانی وہ ہے جو رغبت دلاتا ہے معصیت اور شر و فساد کی اور
بجا آوری احکام خداوندی کی مخالفت کرتا ہے۔



دم نَفَس یعنی سانس۔ حرکت باطنی یعنی حرکت ذات کو کہتے ہیں چونکہ ہر ذیحیات
میں سانس کی حرکت اس کے اختیار سے نہیں ہے بلکہ ذات حق سبحانہ
کی قدرت سے ہے۔ اس لئے اس کو ذات کی حرکت کہا جاتا ہے۔

دلائل ثلاثہ صوفی کے مراتب ثلاثہ یعنی فنافی الشیخ۔ فنافی الرسول۔ فنافی اللہ کو کہتے ہیں

دنیا خدا کی طرف سے غافل رہنا اور اپنی خواہشات میں مشغول اور مسرور رہنا
دنیا ہے بقول مولانا روم علیہ الرحمۃ ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن　　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دیدار ہر شئی میں ہر ذرہ میں ذات حق سبحانہ تعالیٰ کو دیکھنا

دوزخ وہ عذاب کی جگہ ہے جس میں کافر و مشرک ہمیشہ کیلئے عذاب میں مبتلا رہیں گے
اس کے سات درجے ہیں اور کبھی دوزخ سے نفس امارہ کی طرف اشارہ
کرتے ہیں کیونکہ اس کے دام میں آکر انسان سے وہ فعل سرزد ہو جاتا ہے

جس کی سزا دوزخ ہے۔ اور کبھی لفظ دوزخ سے شکم یعنی پیٹ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان اس پیٹ کی بدولت کیا کچھ کر گزرتا ہے اور کیسی کیسی بلاؤں میں پھنستا ہے۔

دیر مرادف خرابات ہے یعنی مرشد کامل کا باطن کبھی عالم انسانی کو (عالم ناسوت) اور عالم حیرت کو بھی دیر کہتے ہیں۔

درویش اللہ تعالےٰ کے سچے طالب اور سچے عاشق کو کہتے ہیں

دہان یہ لفظ چند معنی پر بولا جاتا ہے۔ (۱) صفت حیات یعنی زندگی (۲) صفت تکلم (۳) سر خفی کہ جس کا اسرار ک بہت مشکل ہے۔

دہان شیرین ذات کی صفت تکلم بطریق تقدیس یعنی بلا مادی آلات کے وہ ذات متکلم ہے۔

دہان کوچک محض صفت تکلم کو کہتے ہیں۔

دلبر دوست تجلی صفات کو کہتے ہیں اور کبھی دوست شیفتہ محبت الٰہی اور دلبر اسم قابض کی صفت کے ظہور کو کہتے ہیں

دوستی سالک کی شان محبت کو کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جب سالک پر یہ بات منکشف ہو جائے کہ میری محبت پر خدا کی محبت غالب ہے اسے دوستی کہتے ہیں

دلدار اس کے کئی معنی ہیں (۱) حقیقت روحی (۲) تجلیات صفاتی کا دل سالک پر روشن ہونا (۳) اسم یا باسط کی صفت کا ظہور ہونا۔ دل میں محبت کے اثر سے صفت انبساطی پیدا ہونا۔

دیار دلدار عالم شہود ہے۔

دادرا اسم یا باسط کی صفت کا ظہور

دریچہ سالک کے دل پر انوار روحانی کا روشن ہونا۔

دانا طالب صادق اور سالک جو راہ خدا میں ثابت قدم رہے

دبور نفس امارہ کی خواہشات کے غلبہ کو دبور۔ اور جذبات حقانیہ کے غلبہ کو صبا، کہتے ہیں۔

درۃ بیضاء عقل اول۔ تعین اول۔ یعنی حقیقت محمدیہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف ہے۔ اول ما خلق اللہ درۃ بیضاء اور اول ما خلق اللہ العقل الاول یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے درۂ بیضا یعنی عقل اول کو پیدا کیا۔

دل وہ لطیفہ روحانی اور لطیفہ ربانی ہے۔ وہی حقیقت انسانی ہے جس نے دل کو پہچانا اُس نے خدا کو پا لیا۔ اور جو دل تک پہنچ گیا خدا رسیدہ ہوگیا۔ دل مظہر جمال و جلال ہے۔ دل آشیانہ ذات لازوال ہے۔

دَلَال جلوہ محبوب کے ذوق و شوق میں جو سالک کو اضطراب اور قلق ہوتا ہے۔ اسے دلال کہتے ہیں۔

دیدہ سالک کے جملہ حالات کی طرف ذات حق سبحانہ کا متوجہ ہونا۔

دست صفت قدرت کا نام ہے

دیوانگی آثار عشقیہ کا سالک پر غلبہ ہوجانا یعنی حالت سکر کا طاری ہونا۔ اور یہ مقام محفوظ ہے منجانب اللہ۔

درازی زلف سے یہ مراد ہے کہ وہ ذات پاک بصفت جمال خواہ بصفت جلال ان تعینات اور تنزلات اور شیونات میں محصور نہیں ہے اس کے مظاہر حد شمار میں نہیں آسکتے اس ذات کی کسی صفت کی بھی حد مقرر نہیں ہوسکتی اس کی درازی و طولانی کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔

درد عاشق کی اس حالت کا نام درد ہے کہ غلبۂ شوق اس حد تک بڑھ جائے جو اس کی برداشت سے باہر ہو۔ اس حالت میں عاشق ایسا بےچین

ہوتا ہے کہ کسی کل کسی کروٹ آرام نہیں پا سکتا۔ اس بے چینی کا زبان سے بیان محال ہے جس تن لاگے وہی تن جانے۔ اس بےچینی کی ادنی شرح یہ ہو سکتی ہے کہ ایک لحظہ اور ایک آن واحد کی تکلیف ساتوں طبقات دوزخ کی دوامی تکالیف سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہوتی ہے اس کی ایک ادنی تکلیف تمام جہان کی تکالیف سے وزنی ہے اس کی سوزش تمام عالم کی سوزش سے برتر ہے اس کی وہ گرمی ہے جس سے آتش دوزخ جلکر ٹھنڈی راکھ ہو جائے۔

دف طلب معشوق کو کہتے ہیں

دوش یہ لفظ چند معنی پر بولا جاتا ہے (۱) صفت کبریائی (۲) عالم غیب (۳) ازل (۴) کثرت اسماء ذات

دام مقادیر بے اختیاری اور کشش عشق کو بھی کہتے ہیں

درباختن گذرے ہوئے حالات کو دل سے بھلا دینا۔

درول عالم ملکوت کا نام ہے۔

دُرّ عارفوں کے وہ الہامی الفاظ جن سے اسرار الٰہی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

دستگاہ جمیع صفات کمالی کی قدرت رکھنا اور جمیع صفات کمال کا حاصل ہو جانا۔

دہ۔ دیہ یہ وجود مستعار ہے گویا روح کے لئے یہ جسم گاؤں ہے کہ روح چندروز اس میں قیام پذیر ہوتی ہے۔

دوری اس عالم کثرت کی باریکیاں اور بشیار مختلف اقسام کے مظاہر جن کی وجہ سے ذات بحت سے اعتباری دوری ہوتی چلی جاتی ہے۔



ذات ذات۔ وجود ہستی ہست۔ ذات بحت۔ ذات صرف۔ ذات ہو ہو۔

ذات ساذج سب کے ایک معنی ہیں۔ یعنی وجود حق سبحانہ تعالیٰ بلا اعتبار
صفات وتعینات

ذات باعتبارات مرتبۂ واحدیت کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس مرتبہ میں ذات کی جملہ صفات کا ظہور ہوتا ہے۔

ذوق ذکر محبوب یا دیدار معشوق سے عاشق کا مست اور بیخود ہو جانا ذوق ہے بعض کہتے ہیں کہ اپنی خودی اور جملہ اعتبارات غیریت مٹا کر ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا یعنی حق کو حق میں دیکھنا ذوق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شہود حق بالحق کے تین مراتب ہیں (۱) پہلا درجہ ذوق ہے اس میں شہود حق بالحق کی تجلیات شروع ہوتی ہیں اور پے در پے یہ تجلیات آتی ہیں اور جلد جلد ختم ہو جاتی ہیں دیرپا نہیں ہوتیں۔ (۲) دوسرا درجہ مشرب کہلاتا ہے اس میں یہ تجلیات شہودی بکثرت وارد ہوتی ہیں۔ اور دیرپا ہوتی ہیں یہ درجہ پہلے درجہ سے بڑھا ہوا ہے (۳) تیسرے درجہ شہود حق بالحق کا ری نام ہے۔ یہ درجہ انتہائی مقام ہے اس مقام میں سالک شہود حق میں مستغرق ہو جاتا ہے اور اپنی ہستی اور جملہ اعتبارات غیریت کو فنا کر کے حق میں حق کو دیکھتا ہے اور اسی میں محو ہو جاتا ہے کسی بزرگ کا قول ہے ؎

رے چہ باشد ہزار ہیچ رے ۔۔۔ بدہم از برائے مضب رے

ذوق فی معرفۃ اللہ۔ وہ ایک نور معرفت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء اللہ کے دلوں پر وارد ہوتا ہے اور اولیاء اللہ اس نور معرفت کے ذریعہ سے حق و باطل میں تمیز کرتے ہیں۔

ذاکر وہ شخص ہے جو یاد حق میں ہمیشہ مشغول رہے۔

ذکر وہ شئے ہے جس کے توسل سے مطلوب کی یاد ہو لہذا انسان کے جملہ افعال و اقوال و حالات بشرط یاد حق کے ذکر ہیں اور بصورت غفلت کے ضلالت اور گمراہی ہے۔

ذکر کی چند اقسام ہیں (۱) ذکر لسانی (۲) ذکر قلبی (۳) ذکر روحی (۴) ذکر سری (۵) ذکر خفی (۶) ذکر اخفی (۷) ذکر اخفی الاخفی

(۱) ذکر لسانی۔ اسی کو ذکر لفظی بھی کہتے ہیں یعنی زبان سے الفاظ ادا کرنا۔ اور ترتیب الفاظ کی رعایت رکھنا اور دل سے اس کے معنی کی طرف متوجہ ہونا اس کی دو قسم ہیں۔ ایک ذکر جہریہ یعنی آواز کے ساتھ الفاظ ادا کرنا دوسرے ذکر خفیہ یعنی آہستہ سے الفاظ ادا کرنا کہ اس کی دوسرا آواز نہ سُنے

(۲) ذکر قلبی یعنی مطلوب کے اسم کا مطالعہ کرنا بلا رعایت ترتیب الفاظ۔

(۳) ذکر روحی وہ مشاہدہ مطلوب کا ہے (۴) ذکر سری وہ حضوری مطلوب کی ہے اس حالت حضوری میں ذاکر یہ تمیز رکھتا ہے کہ میں ذاکر ہوں اور میرا مطلب حاضر ہے (۵) ذکر خفی وہ ہے کہ مطلوب کی حضوری غالب ہو جائے اور ایسی محویت ہو کہ اپنی خودی مٹ جائے صرف لذت ذکر ہی باقی رہجائے

(۶) ذکر اخفی وہ ہے کہ مطلوب کی حضوری اس درجہ غالب ہو کہ ذکر و ذاکر و مذکور میں تمیز بالکل اٹھ جائے اور لذت ذکر بھی باقی نہ رہے صرف علم لذت ذکر باقی رہے (۷) ذکر اخفی الاخفی وہ ہے کہ ذکر۔ ذاکر مطلوب۔ لذت ذکر علم لذت ذکر سب کچھ درمیان سے اُٹھ جائے صرف مطلوب ہی مطلوب رہجائے

اور بعض صوفیائے کرام ذکر کی اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ ذکر چار طریقہ سے ہوتا ہے ایک یہ کہ زبان ذاکر ہو اور دل غافل ہو۔ دوسرے یہ کہ زبان ذاکر ہو اور دل بھی متوجہ ہو لیکن کبھی کبھی دل غافل ہو جاتا ہے مگر زبان سے

ذکر برابر جاری رہتا ہے۔ تیسرے یہ کہ زبان اور دل دونوں سے ذکر جاری رہے مگر کبھی کبھی دونوں غافل ہو جاتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ زبان غافل اور دل ذاکر ہے۔ یہی انتہاء مقامات ذکر ہے اس مرتبہ میں ذاکر اپنے دل کی آواز سنتا ہے بعض اکابر صوفیائے کرام ذکر کے اقسام اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ذکر پانچ قسم کا ہوتا ہے (۱) ذکر جلی (۲) ذکر قلبی (۳) ذکر روحی (۴) ذکر سری (۵) ذکر خفی۔

(۱) ذکر جلی۔ اسم ذات۔ اللہ کا یا کلمہ طیبہ کا ذکر کرنا خواہ کسی طریقہ اور کسی صورت سے ہو۔ خواہ زبان سے ہو یا دل سے یا سانس کے ساتھ (۲) ذکر قلبی ایک خاص شغل ہے وہ یہ کہ ذاکر اپنی ہستی کو معدوم سمجھے اور ذات حق کو اپنی صورت پر حاضر و موجود جانے اور یہ یقین کرے کہ موجود صرف وہی ذات ہے یہ جو کچھ ہے سب وہی ہے (۳) ذکر روحی وہ مشاہدہ ہے ذات کا اور ذات کے صفات و افعال و آثار کا اس طرح پر کہ یہ سب عین ذات ہیں (۴) ذکر سری وہ معائنہ ہے اور نظر ذاکر کی اس مرتبہ میں اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ اعتبار اور اسم صفات و افعال و آثار درمیان سے اُٹھ جاتی ہے۔ لیکن اشغال بشری کبھی کبھی اس نظر کے مانع ہوتے ہیں (۵) ذکر خفی وہ ہے کہ یہ معائنہ ہر وقت حاصل رہے اور اشغال بشری اس نظر کے مانع نہ ہوں ذاکر اسی معائنہ میں دائم الحال رہے۔ اور مرتبہ احدیت میں پہنچکر محو و بیخود ہو جائے۔

ذخائر اللہ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے جن کی وجہ سے مخلوق کی مشکلات حل ہوتی ہیں اور مصیبتیں اور بلائیں رد ہوتی ہیں۔

ذوالعقل یعنی صاحب عقل وہ سالک ہے جو ظاہر میں خلق کو دیکھے اور باطن میں

حق تعالیٰ کو اس حالت میں سالک کے نزدیک ذات حق سبحانہ آئینہ خلق ہوتی ہے جس طرح آئینہ بوجہ اس عکس اور صورت کے جو اس میں نظر آتی ہے دیکھنے والے کی نظر میں محجوب ہوتا ہے اسی طرح ذات حق سبحانہ اس سالک کی نظر میں ظاہراً محجوب ہوتی ہے اور خلق ظاہر ہوتی ہے۔

ذوالعین یعنی صاحب بصیرت وہ سالک ہے جو باطن میں خلق کو اور ظاہر میں حق کو دیکھے اس حالت میں سالک کے نزدیک خلق آئینہ حق ہوتی ہے۔ لہذا سالک کی نظر میں خلق محجوب ہوتی ہے اور ذات حق ظاہر ہوتی ہے۔

ذوالعقل و العین یعنی صاحب عقل و صاحب بصیرت وہ سالک کامل ہے جو حق تعالیٰ کو خلق میں اور خلق کو حق تعالیٰ میں دیکھتا ہے اور ایک دوسرے کی وجہ سے اس کی نظر میں محجوب نہیں ہوتا بلکہ وہ سالک ہر جگہ ایک ہی وجود دیکھتا ہے حق کو بعینہ خلق اور خلق کو بعینہ حق دیکھتا ہے۔

واضح ہو کہ یہ تین مراتب وحدۃ الوجود کے ہیں توحید میں اس کا ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ ذوالعقل وہ سالک ہے جو ذات میں جملہ کائنات کو دیکھے یعنی کثرت فی الوحدت اور ذوالعین وہ سالک ہے جو جملہ کائنات میں ذات حق کو دیکھے یہ وحدت فی الکثرت ہے۔ ذوالعقل والعین وہ سالک ہے جو خلق کو ذات میں اور ذات کو جملہ کائنات میں دیکھے یہ اعلیٰ مقام ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے اپنے کلام میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

وفی الخلق عین الحق ان کنت ذا عین — وفی الحق عین الخلق ان کنت ذا عقل
وان کنت ذا عین و عقل فما تری — سوی عین شیٔ واحد فیہ بالشکل

ذہاب دیدار محبوب کی لذت اور محویت کی وجہ سے دوسری باتوں کا شعور جاتا رہنا ذہاب ہے

ر

رب ایک خاص نام ہے ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا اسی اسم سے تمام کائنات کی تربیت ہوتی ہے اور حقائق الٰہیہ یعنی اسمائے الٰہیہ کلیہ سے جو حقائق کیانی کا ظہور ہوا ہے وہ سب اسی اسم رب کی تربیت سے ہوا ہے مثلاً۔ اسم رب مقتضی ہوا کہ اسم بدیع (جو حقائق الٰہیہ میں سے ہے) سے عقل کل (جو حقائق کیانی میں سے ہے) صادر ہو تو وہ صادر ہو گئی اور اسم بدیع اس عقل کل کا رب ٹھیرا الغرض اسماً کلیہ یعنی حقائق الٰہیہ ان حقائق کیانی کے ارباب اسی اسم رب کے مقتضی سے ہوئے ہیں ان میں ربانیت اسی اسم سے حاصل ہوتی ہے۔

رب الارباب وہ ذات حق سبحانہ تعالیٰ ہے باعتبار تعین اول کے کیونکہ وہ ذات احدیت مرتبہ تعین اول میں ظہور فرما کر ہی تو رب العالمین بنی ہے اور موسوم باسماء و موصوف بصفات ہوئی ہے اور ربوبیت مختصہ اور ربوبیت عظمیٰ یہی تعین اول یعنی حقیقۃ محمدیہ ہے

رجعت مقام قرب حق سے گر جانا اور اللہ کی طرف سے پھر جانا رجعت ہے اور یہ بوجہ قہر الٰہی اور عتاب الٰہی کے ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

رجاء سالک کا مقام احدیت کو ہمیشہ طلب کرنا رجا ہے ع من از تو ترا میخواہم

رویت حق یعنی ذات حق سبحانہ تعالیٰ کو مخلوقات میں دیکھنا۔ کیونکہ خلق مظہر حق ہے۔ اور دونوں عالم میں بجز ذات حق کے کوئی غیر موجود نہیں ہے اس لئے کہ غیر حق عدم محض ہے۔ لہٰذا یہ جو کچھ نظر آتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے جو مختلف تعینات اور رنگ برنگ کی تشبیہات میں جلوہ گر ہے لیکن اس بھید کو وہی سمجھ سکے گا اور اس کا ذوق وہی پا سکے گا جس کا سلوک تمام ہو چکا ہے۔

رسول رسول سے کبھی مرشد کامل مراد لیتے ہیں اور کبھی خواطر کو بھی رسول کہتے ہیں

رضا اپنے مولا سے ہر حال میں خوش رہنا۔ اور یہ سالک کے پنجگانہ مقامات میں سے ایک مقام ہے۔

رند وہ عاشق ذات حق تعالےٰ ہے جو اپنے غلبۂ عشق میں ان رموز اور حقائق کو (جن کا چھپانا عوام الناس سے ضروری ہے) علانیہ بیان کر دے

رندی عبادت میں ہر قسم کے اعمال سے قطع نظر کرنا۔

روح ایک جوہر بسیط و لطیف مشرق ہے جو افراد عالم میں حسب استعداد ان کے متصرف ہے اور اُس کے کنہہ کو بجز ذات باری تعالیٰ کوئی نہیں سمجھتا۔ الغرض وہ ایک حکم ربی ہے اور روح قدسی بھی اسی کو کہتے ہیں اور وہ نفخت فیہ من روحی میں اسی روح کی طرف اشارہ ہے۔ جب یہ روح جمادات میں جلوہ گر ہوتی ہے تو روح جمادی کہلاتی ہے تو اسی طرح نباتات میں روح نباتی حیوانات میں روح حیوانی انسان میں روح انسانی کہلاتی ہے۔

روح اعظم تعین اول و حقیقت محمدیہ

روح عالم سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہیں اس لئے مجازاً اُن کو روح عالم کہتے ہیں۔

ریاضت موافق شریعت و طریقت عبادت شاقہ مثل کثرت روزہ نماز ذکر نوافل۔ اعتکاف چلہ کشی وغیرہ

رنگ ذات کے مختلف صفات و افعال و آثار میں ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔ کہ ہر آن و ہر لحظہ رنگ برنگ کی صورتوں میں جلوہ پذیر ہے

ران بوجہ خواہشات و غلبہ ظلمات جسمانیہ کے قلب اور عالم قدس کے درمیان ایک

حجاب ظلمانی پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔

رتق ذات کے مرتبہ اجمال یعنی وحدت کو کہتے ہیں اور ہر بطون اور ہر غیبت کو اور ہر جملہ حقائق مکنونہ فی الذات کو حضرت واحدیت کی تفصیل سے پہلے مرتبہ کو رتق کہتے ہیں اور مرتبہ واحدیت میں حقائق کی تفصیل کو فتق کہتے ہیں چنانچہ اس آیت پاک میں اس کی طرف اشارہ ہے ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنٰہما۔

رحمٰن اللہ تعالیٰ کا نام رحمٰن اس نسبت سے ہے کہ جملہ موجودات کو وجود و دیگر کمالات اسی جناب سے عطا ہوتے ہیں۔ اور مرتبہ وحدت پر بھی رحمن کا لفظ بولا جاتا ہے۔

رحیم حق سبحانہ تعالیٰ کا رحیم نام اس نسبت سے ہے کہ وہ کمالات معنویہ (جیسے معرفت توحید) کا فیضان اہل ایمان پر کرتا ہے اور کبھی مرتبہ واحدیت پر بھی لفظ رحیم بولا جاتا ہے۔

رحمۃ امتنانیہ یعنی اللہ کی طرف سے بندے پر فیضان نعمت ہو بلا شرط کسی عمل کے اس آیۂ پاک میں اس طرف اشارہ ہے۔ رحمتی وسعت کل شیٔ

رحمۃ وجوبیہ متقی اور نیک بندوں پر فیضان نعمت ہونا رحمۃ وجوبیہ کہلاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال اور حسنات سے خوش ہو کر اپنے وعدے کے مطابق نزول برکات فرماتا ہے ان آیات میں اسی طرف اشارہ ہے۔ فسا کتبہا للذین یتقون۔ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔

رِدَا سالک پر کسی صفت حق کا ظاہر ہونا یعنی سالک کا کسی صفت حق تعالیٰ سے متصف ہو جانا۔

رَدِی اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں سے کسی صفت کے لئے بندہ کا مدعی ہونا

رَدِی ہے یعنی ہلاکی

رسم اس کے کئی معنی ہیں (۱) بلا نیت کی عبادت یعنی عادت اور رسمی طور سے عبادت کرنی (۲) خلق اور صفات خلق کو بھی رسم کہتے ہیں۔ یہاں رسم کے معنی اثر کے ہیں کیونکہ جملہ کائنات آثار حق ہیں جو افعال حق سے پیدا ہوئی ہیں

رعونت خواہشات نفسانی میں اور لذت جسمانی میں محظوظ اور مسرور رہنا رعونت ہے

رقیقہ لطیفۂ روحانیہ کو کہتے ہیں۔ نیز سالک کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کا فضل شامل حال رہتا ہے اور اس پر وقتاً فوقتاً نزول رحمت و برکت ہوتا رہتا ہے۔ اس کو رقیقۃ النزول کہتے ہیں۔ اور سالک علوم معرفت اور اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کے ذریعہ سے جو قرب حق حاصل کرتا ہے ان ذرائع کو رقیقۃ العروج و رقیقۃ الارتقاء کہتے ہیں۔ اور کبھی علوم سلوک طریقت کو بھی رقیقہ کہتے ہیں اور ہر وہ شئی جس سے کثافت جسم اور برائی نفس کی دور ہو اور لطافت و بھلائی حاصل ہو رقیقہ ہے۔

روح الالقا۔ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو اللہ کی طرف سے نبیوں پر وحی لایا کرتے تھے اور قرآن شریف کو بھی روح الالقا کہتے ہیں

راہ فنا عاشقوں کے لئے راہ عشق راہِ فنا ہے اور ذاکروں کیلئے راہِ ذکر

ریا اپنے آپ کو مخلوق کی نظر میں اچھا ظاہر کرنے کو جھوٹی عبادت کرنی۔

رغبت نفس کا ثواب کی آرزو کرنا نفس کی رغبت ہے دل کا حقیقت کی خواہش کرنا دل کی رغبت ہے اور سر کا ذات حق کی طلب کرنا سر کی رغبت ہے۔

روز پے در پے انوار کا وارد ہونا اور کبھی روز سے مرتبہ وحدت مراد لیتے ہیں جیسے شب سے عالم کثرت۔ اور سراسر انوار کو بھی کہتے ہیں اور مقام انتشار خاطر بھی مراد لیجاتی ہے

رمز وہ کیفیت و نسبت مراد ہے جو عاشق و معشوق میں مشترک ہو۔

رُخ اس کے کئی معنی ہیں (۱) تجلیات مجردہ و تجلیات مادی (۲) تجلی جمالی (۳) مرتبہ واحدیت

رخسار حقیقت جامعہ۔ فاتحۃ الکتاب۔ و مرتبہ واحدیت

روسیاہی اشارہ ہے سواد الوجہ فی الدارین کی طرف

رقیب نفس امارہ۔ حواس خمسہ ظاہری۔ سامعہ۔ باصرہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ شامہ و حواس خمسہ باطنی۔ ذہن۔ خیال۔ وہم۔ حافظ۔ متفکرہ۔ یہ سب روح کے رقیب ہیں۔

روزہ نماز ماسوائے اللہ سے اعراض کرنا اور ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو جانا۔

روز و شب روز سے اشارہ دین کی طرف کہ وہ روشن ہے اور شب سے کفر کی طرف و شب روز اشارہ ہے کیونکہ وہ ظلمت ہے

راحت ہر وہ شئے جو دلی خواہش کے مطابق پیش آئے راحت ہے۔

رنج جو خلاف راحت ہو

ریحاں وہ نور ہے جو انتہائی ریاضت اور تصفیہ سے حاصل ہو۔

روئے مرات تجلی مقصود ہے

ز

زہد خواہشات نفسانی کو مارنا جسمانی عیش و آرام کو ترک کرنا۔ دل کو ماسوائے اللہ سے خالی کرنا۔ عبادت اور تقویٰ اختیار کرنا۔

زاہد جس میں زہد کی باتیں ہوں وہ زاہد ہے جس کو آخرت کا ہر وقت خیال رہے راحت و لذت دنیا کی پروا نہ رکھے ہر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔

زاہد خشک ظاہر میں عابد و متقی ہو لیکن دل محبت خدا سے خالی ہو اور تقویٰ و عبادت محض ریاکاری کے واسطے ہو۔

زلف اس کے چند معنی ہیں (۱) تجلی جلالی (۲) تجلی اسم ہو (۳) جذبہ عشق الہی (۴) ظلمت کفر (۵) مشکلات رموز حقائق کہ جن کے ادراک سے عقل عاجز ہوتی ہے (۶) ذات کے جملہ مظاہر اور حجابات حقیقت محمدیہ یعنی تعین اول سے لیکر عالم اجسام تک۔ زلف کہلاتے ہیں۔ اور عالم غیبی کو بھی کہتے ہیں اور اس سے وہ وجود خاص مراد ہے جس کے درجہ کی معرفت سے تمام جہان کو علم حاصل ہو۔

زنّار اس کے کئی معنی ہیں (۱) یک رنگی و یکجہتی یعنی توحید حقیقی کا حاصل ہو جانا۔ معشوق کا اپنے عاشق کو نوازنا (۳) معشوق کی خدمت اور اطاعت کے لئے کمربستہ ہو جانا (۴) کبھی زنار سے زلف ہی مراد لیتے ہیں۔ نیز بار یتعالی کی تجلی ذاتی کے زبردست وسیلہ سے مدد چاہنا۔

زاجر وہ ایک نور ہے جو اللہ کی طرف سے مومن کے قلب میں وارد ہوتا ہے اور مومن کو اللہ کی طرف کھینچتا ہے

زجاجہ اس آیت پاک اللہ نور السموات والارض الخ میں یہ چند الفاظ ہیں زجاجہ مصباح شجرہ مشکوۃ۔ زیتونتہ۔ زیت۔ صوفیائے کرام نے ان کے یہ معانی بیان فرمائے ہیں مصباح سے مراد روح۔ شجرہ سے مراد نفس قدسی مشکوۃ سے مراد جسم ہے اور زجاجہ سے مراد قلب ہے اور

زیتونتہ سے مراد وہ قلب ہے جس میں نور قدسی کے روشن ہونے کی استعداد ہے اور

زیت سے مراد نور اصلی ہے جس سے قلب میں صلاحیت اور استعداد حاصل ہوتی ہے۔

زکوۃ ترک دنیا۔ اور راہ حق میں ایثار کرنا اور تصفیہ قلب کو بھی کہتے ہیں۔

زخم زلف اللہ تعالی کے اسرار کی مشکلات اور دشواریاں۔

زبان چرب اُس کلام کو کہتے ہیں جو سالک کی طبیعت کے موافق ہو
زندگی زندگانی محبوب کا عاشق کی طرف متوجہ ہونا اور اس کی خدمات و اثیار کو قبول کرنا۔ دربار محبوب سے عاشق کا اٹھا دینا اور نکالنا
زنخدان اس ذات لطیف کو حجابات ظلماتی و پردہ ہائے جسمانی میں مشاہدہ کرنے میں جو مشکلات سالک کے لئے پیش آتی ہیں ان مشکلات کے مشاہدہ کو زنخدان کہتے ہیں۔
زنخ مقام ملاحظہ و مشاہدہ کو کہتے ہیں
زبان تلخ سالک کا غصہ سے جواب دینا
زمستان مقام کشف ہے
زبان سے مراد اسرار الٰہی ہوتے ہیں
زبان شیریں سے مراد وہ امر ہے جو موافق تقدیر کے ظہور پذیر ہو۔
زردی صفت سلوک اور عشق کی علامت ہے۔
زواہر الانبیا۔ زواہر العلوم۔ زواجر الوصلہ۔ علوم طریقت۔ رموز حقیقت اسرار الٰہی کو کہتے ہیں

س

سیر سفر مقامات قرب حق اور مراتب ذات کے ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام کی طرف ترقی کرنا۔ سالک کا سفر اور سالک کی سیر ہے۔ اور یہ سیر و سفر چار قسم پر مشتمل ہیں (۱) سیر من الخلق الی الحق۔ منازل نفس سے حجابات کثرت اٹھاکر افق مبین (کہ وہ انتہائی مقام قلب و مبدا ر تجلیات اسمائیہ کا ہے) تک پہنچنا (۲) سیر فی اللہ۔ صفات حق تعالیٰ سے متصف ہونا اور اسماء حق تعالیٰ کے ساتھ متحقق ہونا اور انتہاء اس سیر کی افق اعلیٰ ہے جو انتہائی مقام

واحدیت ہے اور یہ مقام روح ہے (۳) سیر باللہ۔ سالک کا عین جمع وحضرت احدیت تک ترقی کرنا جب تک اس میں اثنینت یعنی رسم غیریت اعتباری باقی ہے مقام قاب قوسین کہلاتا ہے اور جب دور ہو جائے تو اس کو مقام ادنیٰ کہتے ہیں اور یہ انتہائی مقام ولایت ہے۔

سیر من الحق الی الحق وحدت میں کثرت دیکھنا اور کثرت میں عین وحدت کو دیکھنا۔ اور اسی کو سیر باللہ عن اللہ کہتے ہیں اور یہ مقام بقا بعد الفنا حاصل ہوتا ہے جس کے بعد سالک کامل ہو کر طالبان حق کی تعلیم و تلقین میں مشغول ہوتا ہے۔ اور ان کی تکمیل کرتا ہے۔

سلوک طلب قرب حق تعالیٰ۔

سالک سیر الی اللہ کرنیوالے کو سالک کہتے ہیں اور ان کی چند قسمیں ہیں۔ اول محض سالک (یعنی راہ طریقت پر چلنے والا و منازل طریقت کو مجاہدہ اور ریاضت سے طے کرنے والا) (۲) سالک مجذوب اس کو کہتے ہیں۔ کہ اثنائے سلوک میں بفضل ایزدی یکایک ایسا جذبہ پیدا ہو جائے جو دفعتہً اس کو واصل بحق کر دے۔ (۳) مجذوب سالک اس کو کہتے ہیں جس کی ابتدا جذبہ سے ہو اور اس کے بعد وہ راہ طریقت مجاہدہ اور ریاضت سے طے کر کے واصل بحق ہو جائے۔ (۴) مجذوب محض وہ ہے کہ جس پر جذبہ الٰہی وارد ہو اور بہت سے اسرار اس پر منکشف ہو جائیں لیکن وہ بوجہ حالت محویت کے اور جوش عشق کے قواعد سلوک پر نہ چل سکے اور طریقہ اہل ارشاد کے مطابق راہ طریقت کے جملہ مراتب نہ طے کر سکے اور مقام بقا بعد الفنا تک نہ پہنچے اس وجہ سے مجذوب محض قابل تقلید نہیں ہوتے سب سے افضل مرتبہ سالک مجذوب کا ہے اس کے بعد مجذوب سالک کا ہے۔

اور بعض صوفیائے کرام لکھتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ مرتبہ مجذوب سالک کا ہے۔ پھر سالک مجذوب کا پھر سالک محض کا پھر مجذوب محض کا۔

سیاہی گنج مخفی۔ مرتبہ احدیت۔ تجلی ہو سے۔

سابقہ اللہ تعالیٰ کی ازلی عنایت جو بندہ کے واسطے پہلے سے مقرر ہو چکی ہے

سجود القلب سالک کا ذات حق کو مشاہدہ کرنا اور اس میں ایسا محو اور فنا ہو جانا کہ کوئی فعل جوارح اس کے مشاہدہ میں مخل نہ ہو سکے۔ یعنی اپنے اور مخلوق کے کاروبار بھی کرتے رہنا اور مشاہدہ ذات میں بھی محو رہنا۔

سحق ذات حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے ظہور کے وقت سالک کا اپنی ہستی اور انانیت کو مٹا دینا۔

سدرۃ المنتہیٰ۔ برزخ کبریٰ یعنی حقیقۃ محمدیہ تعین اول کو کہتے ہیں۔

سرکشی سالک کی مراد اور ارادہ اور ارادہ کی مخالفت جو حکم ایزدی ہو

سواری خداوند تعالیٰ کے استیلا و احاطہ کا نام ہے (یعنی غلبۂ حق)

سجادہ ظاہری تبدیلی مراد ہے۔

سرو بلندی مرتبہ مراد ہے

سبزی مطلق کمال مراد ہے

سیل دل کے اثرات کا غلبہ جو مسرت سے پیدا ہو۔

سخن درخواب شئی محسوس میں اشارات کا کشف

سبب رنج اسرار الٰہی کے حصول کی مشکلات کا نام ہے۔

سلام درود اور صفت و ثنا کو کہتے ہیں۔

سر بھید الٰہی کو کہتے ہیں اس کے چند اقسام ہیں۔ ایک سر لطیفہ ذات ہے۔ جو قلب میں رکھا گیا ہے جس طرح روح جسم میں ہے اور یہ سر محل مشاہدہ ذات ہے

جس طرح روح محل محبت اور قلب محل معرفت ہے۔ دوسرا وہ سر ہے جس کی
بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے ہیں کہ انسان کے جسم میں ایک
مضغہ ہے اور مضغہ میں دل ہے اور دل میں روح ہے اور روح میں
سر ہے اور سر میں خفی اور خفی میں اخفیٰ اور اخفیٰ میں انا۔ تیسرا وہ سر ہے
کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شئے کی ایجاد کا ارادہ فرماتا ہے تو اس شئے کو مخصوص
اور متعین فرما کر لفظ کُن سے اس کو مخاطب کرتا ہے پس وہ شئے ہو جاتی ہے
اس آیت پاک میں اسی طرف اشارہ ہے۔ انما قولنا لشئی اذا اردناہ ان
نقول لہ کن فیکون۔ چوتھا سر
سر العلم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کا علم پانچواں سر
سر الحال ہو یعنی وہ سر جس کے ذریعہ سے ارادہ حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہو۔ چھٹا سر
سر الحقیقت ہے۔ یعنی وہ سر جس کا افشار نہیں کیا جاتا اور وہ ہر شئے میں ہے۔ بلکہ
ہر شئے کے عین ہے یعنی وہی ذات بے چون وچگون ساتواں سر
سر التجلیات ہے یعنی سالک کا مرتبہ وحدت تک پہنچکر اور تجلی تعین اول کا انکشاف ہونیکے بعد
ہر اسم اور ہر مظہر میں احدیت کا مشاہدہ کرنا اور ہر شئے کو ہر شئے میں دیکھنا۔ آٹھواں سر
سر القدر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہر ایک اعیان ثابتہ کیلئے جو احکام اور احوال
مقرر فرمائے ہیں جن کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے۔ اور جب
یہ اعیان ثابتہ وجود خارجی میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ تو بحکم خدا وہی احکام اور احوال
ان سے صادر ہوتے ہیں۔ نواں سر
سر الربوبیہ ہے یعنی ذات حق سبحانہ رب ہے اور اعیان ثابتہ مربوب ہیں اور ربوبیت
ایک نسبت ہے۔ درمیان ذات حق اور اعیان ثابتہ کے لہذا ربوبیت کا ظہور
موقوف ہے اعیان ثابتہ پر اور اعیان ثابتہ معدوم ہیں لہذا غیریت اعتباری

کے لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ربوبیت معدوم ہے کیونکہ وہ موقوف ہے۔
اعیان ثابتہ پر جو فی نفسہ معدوم ہیں۔ دسواں ستر

سرسر الربوبیۃ ہے۔ یعنی سر الربوبیۃ کو نظر حقیقت سے دیکھا جاوے تو اس میں ایک اور
سر ہے وہ یہ کہ غیریت اعتباری اور اضافی نسبت کو اٹھا کر دیکھو تو وہی
ذات حق رب ہے۔ اور وہی ذات حق بصورت اعیان ثابتہ مربوب ہے
کوئی غیر شئی نہیں ہے وہی رب وہی مربوب وہی موجود لہذا نسبت ربوبیۃ
کسی غیر شئی پر موقوف نہیں ہے۔ کیونکہ رب کا غیر موجود ہی نہیں ہے پھر
ربوبیت معدوم کیوں ہو سکتی ہے۔ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ ؎
خود برسر آن کوزہ خریدار برآمد"

سرائر الآثار اسماء الٰہیہ کو کہتے ہیں کیونکہ یہ اسماء عالم اکوان کے بطون ہیں۔

سر السر واصل باللہ ہو کر سالک کا ذات حق سبحانہ تعالیٰ میں مستغرق اور محو ہو جانا۔
اسی طرف نبی کریم صلعم نے اشارہ فرمایا ہے۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ احد
(میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس وقت مجھ میں کسی چیز
کی گنجائش نہیں (سوائے ذات کے)

سعۃ القلب یعنی انسان کامل کا حقیقت برزخیہ (جو کہ جامع ہے امکان اور وجوب
کی) کے ساتھ متصف ہونا۔ کیونکہ انسان کامل جب اس مقام میں پہنچتا ہے
تو اس کا قلب اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ ذات اس میں سما جاتی ہے اسی
لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا لیکن
قلب مومن میں میری سمائی ہے۔

سقوط الاعتبارات ۔ یہ اشارہ ہے ذات بحت کی طرف۔ اس لئے کہ وہ
منزہ ہے جمیع اعتبارات سے۔

سمسمہ ایک رمز ہے حقیقت کی کسی طرح اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ ایک ذوقی اور وجدانی کیفیت ہے جس پر طاری ہو وہ ہی جانے۔

سوال الحضرتین یہ دو سوال ہیں دو حضرتوں یعنی دو درباروں کے ایک حضرت وجوب کا اور دوسرے حضرت امکان کا اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت وجوب کا سوال یہ ہے کہ اسمار الٰہیہ اپنے ظہور بصورت اعیان کے طالب ہیں نفس رحمان سے اور سوال حضرت امکان یہ ہے کہ اعیان ثابتہ اپنے ظہور بہ امداد اسماء الٰہیہ کے نفس رحمان سے طالب ہے۔

سواد الوجہ فی الدارین فنا فی اللہ ہو جانا۔ دین و دنیا کے جھگڑوں سے چھوٹ جانا صوفیہ کے اس قول سے اسی طرف اشارہ ہے اذاتم الفقر فھو اللہ (جس وقت فقر تمام ہوا وہ اللہ ہے) اور فقر حقیقی اسی کو کہتے ہیں۔

ساغر اس سالک کو کہتے ہیں کہ انوار غیبی کا مشاہدہ کرے اور مقامات کا اس کو ادراک ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ جس چیز میں معانی کا ادراک اور انوار غیبی کا مشاہدہ ہو اس کو ساغر کہتے ہیں۔

ساقی
مطرب ان دونوں سے مراد مخلوق کو فیض پہنچانے والے اور رموز حقیقت و نکات معرفت بیان کر کے عارفوں کو مسرور رکھنے والے کو کہتے ہیں۔ اور ساقی کے چند معنی اور بھی ہیں۔ (۱) صور جمیلہ کہ جن کے دیکھنے سے سالک پر مستی غالب ہو (۲) شراب محبت پلا کر اللہ تعالیٰ کی محبت دلمیں پیدا کرنیوالا اور مقصود الطالبین ہیں ہے کہ ساقی کی دو قسمیں ہیں ایک ساقی بالذات دوسرا بالواسطہ ساقی بالذات اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے۔ وسقاھم ربھم شراب طھورا (پلائی ان کے رب نے پاک شراب۔ اور ساقی بالواسطہ۔ جملہ انبیار اولیاء۔ شیخ کامل کہ فیض آلٰہی کو طالبان حق تک پہنچاتے ہیں۔

ساقی اطمینان خاطر سے تجلیات کا ورود جو موجب لذت و شکر ہوتا ہے۔
سعادت سالک کا اپنی خودی کو مٹانا اور بعض علم لدنی سے مراد لیتے ہیں۔
سکینہ ایک نور ہے جو سالک کے دل پر وارد ہو کر اس کو مطمئن کر دیتا ہے جسے
اس کو درجہ عین الیقین حاصل ہو جاتا ہے۔
سنت ترک دنیا کو کہتے ہیں چنانچہ حضرت خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
الفریضۃ حب المولیٰ والسنۃ ترک الدنیا (محبت اللہ تعالیٰ کی فرض ہے اور
ترک دنیا سنت)
سواد بطون خلق در حق و بطون حق در خلق یعنی مخلوق عدم محض ہے اور جو کچھ
شہود ظاہر ہے وہ حق ہے لہٰذا خلق باطن و حق ظاہر ہے اور چونکہ تعینات
مظہر حق ہیں اور ذات ان میں پوشیدہ لہٰذا حق باطن اور خلق ظاہر۔
ستر اللہ تعالیٰ جو انعامات بندہ کو عطا فرمائے ان کو پوشیدہ رکھنا
سکر وقت مشاہدہ جمال محبوب مست و بیخود ہو جانا اور عقل کا عشق سے مغلوب
ہو جانا اور اس نوبت پر پہنچنا کہ اس کو عاشق و معشوق کی تمیز نہ رہے اسی
حالت میں حضرت منصور رحمہ سے انا الحق اور حضرت بایزید بسطامی رح سے
سبحانی ما اعظم شانی صادر ہوا۔
سلاب اختیارات سالک کا سلب ہو جانا۔
سہ جادہ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت سے مراد ہے۔
سلطانی عاشق پر احوال و اعمال موافق حکم الٰہی جاری ہونے کو کہتے ہیں۔
سماع مجلس انس و محبت کو کہتے ہیں
سخن عالم غیب کے اسرار سے آشنا و آگاہ ہونا (۲) محض انبیاء الٰہی کے
اشارات مراد ہیں۔

سخن شیریں وحی والہام جو انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام پر وارد ہوتے ہیں
سر زلف انسان کامل کو کہتے ہیں۔
سلامتی تجرید اور تفرید کو کہتے ہیں۔
سردی نفس کا اپنی خواہشات سے فارغ ہوجانا
سیمرغ عقل کل
سیم تصفیہ ظاہر و باطن
سیب زنخدان لذت مشاہدہ اور معشوق کے لطف قہر آمیز کو کہتے ہیں
سیل غلبۂ احوال اولیاء اللہ کو کہتے ہیں
ساربان رہنما۔ مرشد اور قضاء و قدر کو کہتے ہیں۔
سرخی سالک کی قوت سلوک کو کہتے ہیں۔
سبزی کمال لطف خواہ خدا کی طرف سے ہو یا خدا کے دوستوں کا ہو یا معشوق مجازی کا ہو
سپیدی۔ یکرنگی۔ اور توحید ذوقی کو کہتے ہیں۔

ش

شرک تین قسم پر ہے (۱) شرک جلی (۲) شرک خفی (۳) شرک اخفی۔ (۱) شرک جلی خدا کی ذات وصفات میں دوسرے کو شریک کرنا۔ اور صفات حق کو ذات حق کے غیر سمجھنا۔ (۲) شرک خفی غیر اللہ کو فی نفسہ موجود سمجھنا۔ جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اعیان ثابتہ بذات خود موجود ہیں (۳) شرک اخفی سالک کا اپنی ہستی کو غیر خدا سمجھنا۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

خودی کفر است نفی خویش کن زود ۔۔۔ کہ جز حق در حقیقت نیست موجود

شہود رویت حق بحق۔ یعنی جملہ کائنات اور جمیع موجودات کو عین حق بمرتبہ

حق الیقین سمجھنا۔ اور جمیع اعتبارات غیریت کو اٹھا دینا اور ہر ذرہ میں ذات واحد کو اور ذات میں جملہ موجودات کو بصفت عینیہ دیکھنا

شاہد مشاہدہ سے سالک کے قلب میں ایک حضوری پیدا ہوتی ہے جو قلب پر چھا جاتی ہے اگر اس حضوری میں علم لدنی کا غلبہ ہے تو اسکا نام شاہد العلم ہے

شاہد العلم ہو جاتی ہے اگر اس حضوری میں علم لدنی کا غلبہ ہے تو اسکا نام شاہد العلم ہے

شاہد وجد اور اگر حالت وجد ہے تو اس کا نام شاہد الوجد ہے۔

شاہد تجلی اور اگر تجلی انوار کا غلبہ ہے تو اس کا نام شاہد تجلی ہے

شاہد حق اور اگر غلبہ ذات حق سبحانہ بلا کیف ہے تو اس کا نام شاہد الحق ہے۔

شاہد الوجود تعین اول مرتبہ وحدت یعنی حقیقت محمدیہ کو کہتے ہیں

شواہد الحق حقائق کونیہ کا نام ہے کیونکہ مشاہدہ حق سبحانہ انہیں حقائق کونیہ میں ہوتا ہے

شواہد التوحید تشخصات اشیاء کا نام ہے یعنی جملہ موجودات میں ہر موجود کا ایک جداگانہ تشخص ہے جس کی وجہ سے وہ دیگر موجودات سے ممتاز ہے اور ہر موجود اپنے تشخص میں یکتا اور واحد ہے اور یہی تشخص اس کی حقیقت ہے اور عین ذات ہے اسی لئے ہر موجود اس ذات کی یکتائی کی دلیل اور اس کی وحدانیت کی علامت ہے۔ شعر ففی کل شئی لہ آیۃ ٭ تدل علی انہ واحد

(ہر چیز میں اللہ کی نشانی ہے۔ جو دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے۔)

شواہد الاسماء اعیان خارجیہ ہیں کیونکہ یہ مظاہر ہیں اسماء الٰہیہ کے مثلاً مرزوق مظہر اور شاہد ہے اسم رازق کا اور میت شاہد ہے اسم ممیت کا اور حی یعنی زندہ مظہر و شاہد ہے اسم محی کا۔

شہود المجمل فی المفصل ذات احدیت کو ہر ذرہ میں دیکھنا یعنی وحدت فی الکثرت

شہود المفصل فی المجمل ہر ذرہ اور ہر جملہ موجودات کو ذات احدیت میں دیکھنا یعنی کثرت فی الوحدت

شر عدم محض کو شر مطلق اور وجود مطلق کو خیر محض کہتے ہیں
شیدا وہ شخص ہے جس پر جذبہ شوق غالب ہو اس کے دل میں ہر وقت ایک ٹیس سی رہتی ہے۔ اور ہر وقت غمگین و حزین رہتا ہو۔
شجر شجرہ وجود خارجی جسم ظاہری کو کہتے ہیں اور انسان کامل کو بھی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ جامع حقیقت ہے اور جملہ موجودات پر اس کا تصرف ہے اس کے فیض کی شاخیں ہر موجود کی طرف رواں ہیں۔ یہ شجرہ متوسطہ ہے درمیان شجرہ وجوبیہ شرقیہ اور شجرہ امکانیہ غربیہ کے اس کی جڑ قائم ہے ارض سفلی میں اور فروع یعنی شاخیں وہ حقائق روحانیہ ہیں سماوات میں اور تجلی ذاتی اس شجرہ کی حقیقت ہے اور اسرار انی انا اللہ رب العالمین اسکا پھل ہے
شراب (۱) ذوق و شوق کو کہتے ہیں کہ جو دل سالک پر وارد ہو کر اس کو مست و بیخود بنا دے (۲) وہ غلبۂ عشق ہے کہ جس کے سبب بھید کی باتیں زبان سے نکلیں اور اس کی وجہ سے مستوجب ملامت ہوں (۳) عشق و محبت حق سبحانہ تعالیٰ (۴) معرفت حق کو بھی کہتے ہیں۔
شراب خام مرتبہ عبودیت کو کہتے ہیں یعنی ابتدائے سلوک کی کیفیات جو سالک پر وارد ہوتی ہیں۔
شراب پختہ کمال شوق اور کمال ذوق آلہی کو کہتے ہیں (عشق کا نام ہے)
شراب خانہ پیر کامل۔ عارف کامل کہ جو معدن اسرار الٰہی ہیں اور ان سے فیضان جاری ہوتے ہیں۔
شراب بے ساغر و جام تجلی دل کو کہتے ہیں کیونکہ تجلی دل مقتضی فنا مطلق کی ہے
شراب بادہ خوار وہاں تعین وجوبی و امکانی کا دخل نہیں اور یہی تجلی ذاتی ہے
شراب ساقی آشام اس لئے اس تجلی کے وقت سالک کو امتیاز بادہ و ساغر
شراب بے خودی

نہیں رہتا اور وہ ہمہ تن محو تجلی ہو جاتا ہے۔

شراب صاف وہ فیضان الٰہی کہ بواسطہ ارواح مقدسہ کے دوسروں تک پہنچیں

شغل ذات وصفات کا تصور کرنا اور اس میں محو ہو جانا۔

شریعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال یعنی وہ احکام جو جسم ظاہری سے تعلق رکھتے ہیں۔

شقاوت احکام الٰہی سے روگردانی۔

شوق دل کا طلب حق میں بڑھنا اور وصل یار حاصل ہونے پر بھی طلب میں کمی نہ آنا بلکہ زیادہ ہونا

شکر سالک کا اپنی ہستی کو معدوم اور حق تعالیٰ کو موجود سمجھنا۔

شیخ اس انسان کامل کو کہتے ہیں کہ جو شریعت پر عامل طریقت کا کامل اور حقیقت کا حامل ہو اور سلسلۂ بیعت اس کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح ہو۔

شیون صور علمیہ اور حقائق عالم کو کہتے ہیں۔

شئے ذات حق سبحانہ کو شئے کہتے ہیں اور دیگر موجودات کو مجازاً شئے کہتے ہیں

شطح شطحیات وہ کلمات ہیں جو واصلین کاملین سے حالت مستی اور غلبۂ عشق میں بے اختیار نکلتے ہیں اور بظاہر شریعت کے خلاف ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت منصور علیہ الرحمۃ سے انا الحق اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے سبحانی ما اعظم شانی

شفع اس سے خلق مراد ہے چنانچہ اس آیت پاک (والشفع والوتر) میں اللہ تعالیٰ نے خلق کی قسم کھائی ہے۔

شمع نور الٰہی کا نام ہے۔

شکل وجود اور ہستی حق کو کہتے ہیں۔

شوخی ذات حق کا صفات و افعال کے اظہار کی طرف زیادہ متوجہ ہونا۔ اور رنگ برنگ مظاہر میں جلوہ فرمانا۔

شبرو شبرواں شب بیدار کو کہتے ہیں۔

شرطہ مرتبہ واحدیت یعنی نفس رحمان کو کہتے ہیں۔

شمائل اخلاق حسنہ و صور جمیلہ کو کہتے ہیں۔ حالات جمالی و جلالی کے ملنے کو بھی کہتے ہیں

شب اس کے چند معنی ہیں (۱) زمانہ عدم (۲) عالم غیب (۳) عالم کثرت (۴) عالم جبروت (۵) مقام غیب الغیب

شب یلدا۔ ذات بحت کے انتہائی نور (جو کہ سواد اعظم ہے) کو کہتے ہیں۔

شب قدر سالک کا اپنی ہستی و خودی کو فنا کر کے باقی باللہ ہو جانا۔

شگوفہ علو مرتبہ

شام عالم کثرت ہے اور صبح مرتبہ وحدت ہے۔

شیوہ وہ جذبۂ عشق جو عاشق کیلئے قابل سمائی ہو اور بعض فرماتے ہیں کہ سالک کا وہ جذب قلیل مراد ہے جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو اور زیادتی جذب سے سالک مغلوب ہو گیا ہو۔

شعور معرفت ذات حق سبحانہ

شہر وجود مطلق کا کثرت میں ظہور

شتاب سیر ذات میں تیزی اور جلدی کرنا۔ اور نزول سے عروج کی طرف تیزی سے چڑھنا۔ اور مقامات سلوک کی مراعات اور باریکیوں کی طرف متوجہ نہ ہونا۔

شبنم تصفیہ ظاہری و باطنی کو کہتے ہیں۔

ص

صاد اس سے آنحضرت علیہ السلام مراد ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے صاد کے معنی دریافت کئے آپ نے فرمایا۔ صاد ایک پہاڑ ہے مکہ میں جس پر عرش رحمان قائم ہے اس جگہ پہاڑ سے وجود باوجود آنحضرت علیہ السلام مراد ہے۔

صورۃ الحق اس سے بھی حضور اکرم علیہ السلام مراد ہیں

صورۃ الالہ اس سے مراد انسان کامل ہے کیونکہ وہ متصف بصفات آلہیہ اور متحقق باسمار الٰہیہ ہوتا ہے۔

صورۃ الارادۃ سالک کا اپنے ارادہ کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں فنا کردینا اور رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے کرنا۔ اور جمیع اشیار کا ارادہ حق سجانہ تعالیٰ کے ساتھ مشاہدہ کرنا

صوامع الذکر وہ حالات اور کیفیات ہیں جو سالک کو ذکر مطلوب سے غافل نہیں ہونے دیتے اور اس کی ہمت اور توجہ کو مضبوطی کے ساتھ مطلوب کی طرف قائم رکھتے ہیں۔

صبوحی سالک کا حق سجانہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلام ہونا۔

صبح اس کے کئی معنی ہیں (۱) مرتبہ وحدت (۲) ذات حق سجانہ تعالیٰ کا ہر ذرہ میں جلوہ گر ہونا (۳) سالک کے دل پر رموز معرفت اور اسرار حقیقت اور حالات کا ظاہر و منکشف ہونا

صفت ظہور ذات کو صفت کہتے ہیں اس کی چند قسمیں ہیں جو بیان کی جاتی ہیں۔

صفات ذاتیہ وہ ہیں جن کے ساتھ ذات حق موصوف ہو سکتی ہو اور ان کی ضد کے ساتھ ذات موصوف نہ ہو سکے جیسے قدرت اس کی ضد یعنی عجز کے ساتھ

ذات حق موصوف نہیں ہوسکتی۔ اور جیسے علم اس کی ضد یعنی جہل کے ساتھ
وہ ذات پاک موصوف نہیں ہوسکتی۔

صفات فعلیہ وہ صفات ہیں جن کی ضد کے ساتھ ذات حق موصوف ہوسکتی ہو۔ جیسے رحمت اس کی ضد غضب ہے اس کے ساتھ بھی ذات حق موصوف ہے کسی پر اس کی رحمت ہے کسی پر اس کا غضب ہے۔

صفات جمالیہ وہ صفات ہیں جن کا تعلق لطف و رحمت سے ہے

صفات جلالیہ وہ صفات ہیں جن کا تعلق جلال و قہر سے ہے۔

صور علمیہ اعیان ثابتہ ہیں جن کا باب الالف میں ذکر ہو چکا ہے

صحو سالک کا انتہار توحید حقیقی میں پہنچکر فرق مراتب سے غافل نہ ہونا۔

صبر سالک کا طلب معشوق حقیقی میں ریاضت شاقہ اور مجاہدہ کرنا۔ رنج، غم و تکالیف اٹھانا اور اس میں ثابت قدم رہنا یہ سالک کا ادنیٰ مقام ہے

صدق انتہار سچائی۔ خدا اور مخلوق سے سچا معاملہ رکھنا ظاہر و باطن میں یکساں ہونا۔

مرغ عرشی است معرفت بشنیک صدق و اخلاص ہر دو شہپر او

صدق النور سالک کا جملہ حجابات طے کرکے اس مقام پر پہنچنا جہاں کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ وہ مقام جمع ہے یعنی سالک کا مقام جمع تک پہنچنا اور ذات حق کا بلا حجاب مشاہدہ کرنا۔ صدق النور کہلاتا ہے

صدیق صدیق مفرد ہے اور اس کی جمع صدیقین ہے۔

صدیقین صدیقین وہ اولیار اکمل الکاملین ہیں جن کی صفائی باطن رسول کریم صلعم جیسی ہو اور جن کو قرب حق تعالیٰ نبیوں جیسا میسر ہو اسی وجہ سے رسول کریم صلعم کی باتوں پر صدیقین کا سب سے زیادہ اور مضبوط یقین ہوتا ہے اور ان کا ایمان نبیوں کے ایمان کے قریب ہوتا ہے۔ اسی لئے نبیوں کے بعد

صدیقین کا مرتبہ ہے۔ جملہ اولیاء اللہ سے جملہ صدیقین اکمل و افضل ہیں۔
چنانچہ آیت پاک (اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین)
میں نبیوں کے بعد ہی صدیقین کا ذکر ہے اور اولیا رصدیقین میں سب سے
افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں ان کا لقب صدیق اکبر ہے اور بعد انبیاء کے سب
سے اعلیٰ مرتبہ حضرت صدیق اکبر کا ہی ہے چنانچہ حضور اکرم علیہ السلام نے فرمایا
ہے انا و ابوبکر کفرسی رہان فلو سبقنی لآمنت بہ ولکن سبقتہ فامن بی یعنی
میں اور ابوبکر گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی مثال ہیں اگر وہ مجھ پر سبقت
لے جاتے تو میں ان پر ایمان لاتا لیکن میں ان سے سبقت لے گیا لہذا
وہ مجھ پر ایمان لے آئے۔

صفائی دل کا اس درجہ تصفیہ کرنا اور اس میں ایسی روشنی پیدا کرنا کہ ذات حق
سبحانہ تعالیٰ کا بے حجاب مشاہدہ حاصل ہو

صنم محبوب۔ تجلی روح و تجلی صفاتی کو کہتے ہیں۔ اور کبھی صنم و محبوب سے حقیقتہ محمدیہ
مراد لیتے ہیں۔

صفات حمیدہ سالک کی وہ صفات جو مظہر جمال ذات ہیں یعنی نیک خصلتیں جیسے
سخاوت۔ حلم۔ صبر و شکر وغیرہ

صفات ذمیمہ انسان کی وہ صفات جو مظہر جلال و قہر حق سبحانہ ہیں یعنی برائیاں
اور معصیت کی باتیں جیسے صغیرہ و کبیرہ گناہ

صعق تجلی ذاتی میں محو ہو جانا۔ اور مرتبہ فنا فی اللہ کو پہنچنا۔

صاحب الزمان۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتے ہیں اور
صاحب الوقت صاحب الحال مخلوق میں متصرف ہوتے ہیں ان کا تصرف سب
پر ہوتا ہے اور ان پر بجز حق تعالیٰ کے کوئی متصرف نہیں ہوتا۔

صبا وہ کیفیات اور حالات ہیں جو سالک کو امورِ خیر کی طرف رغبت دلاتے ہیں

صداء وہ گناہوں کی ظلمت ہے جو قلب پر چھا جاتی ہے جس سے تجلیات نورانی بند ہو جاتی ہیں اور اس ظلمت کے انتہائی درجہ کا نام رین ہے اس کے بعد تو قلب کسی قابل ہی نہیں رہتا ظلمت ہی ظلمت ہو جاتی ہے

صفوت غیریت اور اعتباری دوئی سے صاف ہو جانا صفوت ہے اور جن کو یہ حاصل ہے ان کو اہل صفوۃ کہتے ہیں۔

صراحی اس کے کئی معنی ہیں (۱) سالک پر حالت وجد طاری ہونی (۲) سالک کا عالم تحیر میں ہونا اور اس کے دل پر انوار ذاتیہ کا متجلی ہونا (۳) سالک کی جملہ صفات پر عشقیہ حالت کا غالب آجانا۔ یہ ابتدائی درجہ سکر کا ہے۔

صلح سالک کے اعمال اور عبادات کا جناب باری میں مقبول ہو جانا اور قرب ذات حق میسر ہونا۔

صوفی اُسے کہتے ہیں جس نے اپنا دل ماسوائے اللہ سے پاک کر لیا ہو اور نبی کریم علیہ التسلیم اور ان کے دوستوں (یعنی پیران طریقت) کی پیروی میں ہمیشہ مصروف رہے۔

صبیح الوجہ وہ ہے جس کو اسم جواد کی حقیقت میں فنائیت حاصل ہو اور اس حقیقت جواد کا مظہر ہو ایسا شخص مقبول عالم ہوتا ہے اور نبی کریم علیہ التسلیم اس حقیقت جواد کے مظہر اکمل و اتم ہیں اور جود و سخا میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ چنانچہ مدت العمر میں کسی سائل کا سوال رد نہیں کیا۔

صوت سرمدی یعنی ذات کی آواز جس طرح ذات قدیم ہے ایسی ہی یہ صوت سرمدی بھی قدیم ہے اور جس طرح ذات اور وجود حق سبحانہ تعالیٰ بے کیف و بے جہت ہے اسی طرح اس کی آواز یعنی صوت سرمدی بھی بے کیف و بے جہت ہے اور جس طرح وہ ذات پاک وجود مطلق جملہ کائنات میں جلوہ گر ہے

اور سب پر محیط ہے۔ اسی طرح یہ صوت سرمدی بھی جملہ اشیاء میں معمور ہے اور سب آوازوں کی اصل ہے۔ یہ ایک سر حق ہے اس کی حقیقت سے وہی آگاہ ہو سکتا ہے جو مراتب صفات کو طے کرکے ذات بے چون و بیچگون میں فنا ہو گیا ہو۔ تمام عالم اس صدا سے پُر ہے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے

برادر پنبۂ پندارت از گوش ندائے واحد القہار بنیوش
ندامی آید از حق بر دوامست چرا گشتی تو موقوف قیامت

اس صوت سرمدی کی حقیقت کا انکشاف سلطان الاذکار کے شغل سے ہوتا ہے اسی طرف حضرت شرف الدین بو علی قلندر علیہ الرحمۃ نے اشارہ فرمایا ہے ؎

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

اور اسی طرف حضرت مولانا روم قدس سرہ نے اشارہ فرمایا ہے ؎

بر لبش قفل ست و در دل رازہٗ لب خموش و دل پُر از آوازہٗ

ض

ضمیر اس کے کئی معنی ہیں (۱) دل کی بات۔ راز دلی (۲) ضمیر سے محض دل مراد لیتے ہیں۔

ضد لغت میں ضدین اُن دو چیزوں کو کہتے ہیں جو ہمجنس ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی مخالف ہوں۔ اسی لئے انسان کی ضد کسی پتھر یا شجر کو نہیں کہہ سکتے بلکہ انسان کی ضد انسان ہی ہو سکتا ہے۔ اور شجر کی ضد شجر اور پتھر کی ضد پتھر لیکن حضرات صوفیہ کرام کے نزدیک ضد شئے عین شئے ہوتی ہے کیونکہ حقیقت میں سب ایک ہیں اور افعال و صفات کے اختلافات سے حقیقت

نہیں بدلتی۔

ضنائن اولیاء اللہ میں سے ایک خاص گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور مراتب قرب میں اُن کا خاص اور ممتاز درجہ ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للّٰہ ضنائن من خلقہ البسھم النور الساطع یحییھم فی عافیۃ یمیتھم فی عافیۃ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کی مخلوق میں سے ایک خاص گروہ ہے جن پر بہت اعلیٰ اور چمکدار نور نازل فرمایا ہے دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی عافیت اور مہربانی میں رکھتا ہے۔

ضیاء سالک کامل کا جملہ اشیاء اور تمام کائنات کو عین حق سبحانہ تعالیٰ دیکھنا۔

ط

طامات اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ تعلی کی باتیں کرنا اور لوگوں پر اپنی کرامات کا اظہار کرنا تاکہ لوگ رجوع ہوں۔ دوسرے یہ کہ سالک پر جو اسرار منکشف ہوتے ہیں اس سے سالک کو ایک قسم کا سرور اور حظ حاصل ہوتا ہے اس حالت سرور میں اس کی زبان سے بے اختیار اسرار و معرفت کی باتیں نکل جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ پہلی حالت مذموم ہے اور دوسری حالت محمود ہے۔ اگرچہ ضبط کرنا اعلیٰ اور ارفع ہے۔

طریق شریعت محمدیہ کا نام ہے

طریقت مقامات اور مراتب سلوک طے کرنا تاکہ قرب ذات حق سبحانہ تعالےٰ حاصل ہو

طمانیت ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا یقین کامل ہو کر سالک کے دل کا مطمئن ہو جانا

طوالع بعض کہتے ہیں کہ طوالع وہ تجلیات اسماء الٰہیہ ہیں جو شروع میں سالک کے

کے دل پر وارد ہو کر تصفیہ و تزکیہ کرتی ہیں۔ جس سے سالک کا باطن صفات حمیدہ سے آراستہ ہو جاتا ہے۔

اور بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ طوالع وہ انوار توحید ہیں جو کاملین کے دلوں میں وارد ہوتے ہیں اور جملہ انوار و تجلیات پر محیط ہو جاتے ہیں

طاہر طاہر وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ جملہ معصیات و مکروہات سے محفوظ رکھتا ہے ایسے شخص سے شریعت و طریقت کے خلاف کوئی فعل سرزد نہیں ہو سکتا جیسے جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور کبائر اولیاء کرام

طاہر الظاہر وہ شخص ہے جسے حق سبحانہ تعالیٰ معصیات اور خلاف شرع امور سے محفوظ رکھتا ہے۔

طاہر الباطن وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ وسواس شیطانی اور ہواجس سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کے دل میں اپنے سوا دوسرے کی محبت پیدا نہیں ہونے دیتا۔

طاہر السّر وہ ہے جو ایک آن اور ایک لمحہ خدا سے غافل نہ ہو ہر وقت ذات میں محو رہے۔

طاہر السّر العلانیہ وہ ہے جو باوجود مشغولی ذات حق سبحانہ تعالیٰ کے جملہ مراتب اعتباریہ اور مراسم خلق کو باقاعدہ انجام دے۔ یہ سب سے اعلیٰ اور ارفع مقام ہے یہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین اولیاء صاحب ارشاد کا خاص حصہ ہے ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق کے شامل۔

خواص اس برزخ کبریٰ میں دیکھا حرف مشدد کا

طبِ روحانی وہ ایک باطنی علم ہے جس سے کمالات انسانی اور امراض روحانی و قلبی اور ان امراض کے علاج کا طریقہ اور اس کی دوائیں یعنی اعمال کا علم

حاصل ہوتا ہے اور اس کی غرض یہ ہے کہ سالک کے دل کو اعتدال پر رکھا جائے۔ تاکہ وہ منزل بہ منزل مراتب اور مقامات کو طے کرتا ہوا واصل بحق ہو جائے اور یہ کہ اگر سالک میں کسی قسم کی خرابی پیدا ہو جائے تو اس کا دفعیہ اور علاج کیا جائے۔

طبیبِ روحانی وہ ہے جو اس طب روحانی میں کامل و ماہر ہو جیسے جملہ انبیاء علیہم التحیۃ والسلام اور جملہ مشائخ سلاسل اور یہی مشائخ صاحب ارشاد کہلاتے ہیں۔ انہیں کے وسیلہ سے مخلوق کی اصلاح اور نجات ہوتی ہے۔

طمس سالک کا اپنی خودی اور ہستی کو فنا کر دینا۔ اور جملہ اعتبارات غیریت سے بری ہو جانا۔ اور تمام حجابات طے کر لینا اور بالکل مٹ مٹا کر ذات میں ملجانا بلکہ عین ذات ہو جانا یہ ارفع الارفع مقام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صفات عبد کو صفات حق میں فنا کرنا طمس ہے۔

طرب اللہ تعالیٰ کی محبت میں دل کا مسرور ہونا۔

طراوت انوار الٰہی کا مادیات اور عالم کثیف میں جلوہ گر ہونا

طلب یہاں طلب سے مراد طلب مولیٰ ہے۔ کیونکہ اہل تصوف کے یہاں یہی ایک طلب ہے۔ طلب کامل اور طلب صادق اسے کہتے ہیں کہ شب و روز اپنے مولیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو اور دنیا و آخرت کی نعمتوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو اور ہر روز بلکہ ہر آن طلب بڑھتی جائے

طالب اس سے بھی طالب حق مراد ہے۔ طالب صادق وہی ہے جس کی طلب ایسی ہو جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب کسی مقام پر پہنچ کر بس نہیں کرتا۔ بلکہ ہر مقام پر پہنچکر اس سے اعلیٰ کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ حضرات صوفیہ کا

قول ہے۔ کہ السکون حرام علی قلوب الاولیاء، اس لئے کہ جس کا مطلوب ومقصود وہ ذات غیر متناہی ہو اُسے دونوں جہان میں کیونکر آرام مل سکتا ہے دنیا محل غیبت ہے اور آخرت محل رویت ہے۔ ظاہر ہے کہ محل غیبت میں طالب وعاشق کو بغیر اُسے دیکھے کس طرح سکون ہو سکتا ہے۔ اور محل رویت میں اس کی تجلی کی تاب کیسے لا سکتا ہے۔ حضرت داتا گنج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشقوں کے دل سے دونوں جہان میں اپنے محبوب کی طلب نہیں جا سکتی۔ فرق اتنا ہے کہ دنیا میں اس کو رنج ومشقت ہوتی ہے اور آخرت میں نہیں لیکن طلب اس کی بڑھتی رہتی ہے جبکہ جمال محبوب نا متناہی ہے لہٰذا اس کی طلب مدام ہونی چاہئیے۔ سہ

عشق مارا کے بود غایت پدید حسن جاناں چوں ندارد غایتے

ظل وجود اضافی کو کہتے ہیں اور ذات کے ہر ظہور اور ہر تعین کو ظل کہتے ہیں کیونکہ تمام ممکنات عدم محض میں جن کا ظہور اسم نور کے مظہر (وجود خارجی) سے ہوا اور اس وجود خارجی نے ان ممکنات کے عدم کی ظلمت کو اپنے گوناگوں نورانی صورتوں میں چھپا لیا اور اس وجود حقیقی کا ظل بن گیا۔ اس آیت شریف میں اسی کی طرف اشارہ ہے الم تر الی ربک کیف مد الظل

ظل اول حقیقت محمدیہ کو کہتے ہیں

ظل اللہ انسان کامل کو کہتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ ممکنات کا انتظام اس کے ذریعہ سے فرماتا ہے۔

ظل الہ مرتبہ واحدیت جس کو حقیقت آدم کہتے ہیں۔

ظاہر یعنی عالم اس عالم اجسام اور وجود خارجی کو کہتے ہیں۔

ظاہر الممکنات حق تعالیٰ کا صور وصفات اعیان میں متجلی ہونا اور اسی تجلی کا نام

وجود اضافی ہے۔

ظاہر العلم اعیان ممکنات کو کہتے ہیں

ظاہر الوجود اسمار آلہیہ کی تجلیات کو کہتے ہیں

ظلال وظلالا اسمار آلہی

ظلمت عدم کو کہتے ہیں جو ادراک میں نہیں آسکتا ہے اور جو ادراک میں نہ آوے وہی ظلمت ہے۔

ع

عارف وہ شخص ہے جسے ذات وصفات کا مشاہدہ حاصل ہو۔ اور جملہ موجودات کی حقیقت وماہیت سے آگاہ ہو اور مراتب عروج ونزول سے گزر کر مقام من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اس کا حال ہوا ور رایت ربی بعین ربی کے اسرار اس پر منکشف ہوں۔

عاشق طالب ذات حق سجانہ تعالیٰ اور شیفتہ جمال وجلال حق سجانہ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ سالک جب جملہ مراتب ومقامات عروج ونزول طے کرکے حب ذاتی عشق صرف یعنی حقیقۃ محمدیہ میں پہنچتا ہے تو عاشق کامل کہلاتا ہے۔

عشق کبھی عشق سے مرتبہ وحدت یعنی حقیقۃ محمدیہ مراد لیتے ہیں اور کبھی ذات بحت یعنی مرتبہ احدیت مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ اکابر اولیا رکرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عشق دریا ناپید اکنار ہے اس کے بیان سے زبان عاجز اس کے ادراک سے عقل قاصر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے العشق ہو اللہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز علیہ رحمۃ فرماتے ہیں عشق وعاشق ومعشوق ایک ہی چیز کا نام ہے یعنی وہی عاشق وہی عشق وہی معشوق ہے اس کو صاحب حال ہی خوب جان سکتے ہیں لیکن مبتدیان اہل سلوک کے سمجھانے

کی غرض سے صاحب حال کاملین بزرگوں نے اپنی اصطلاحات میں
اس کا بیان کر دیا ہے اور جس پر جیسی گذری ہے اس کے مطابق لفظوں میں
اس کا بیان کیا ہے بعض نے عشق کو لفظ نار سے تعبیر کیا ہے بعض نے لفظ درد
سے الغرض یہ جو کچھ ہوا ہے اور ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا یہ سب اس عشق
کے ہی کرشمے ہیں۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً۔ فاحببت ان
اعرف فخلقت الخلق۔ یعنی ذات باری تعالیٰ فرماتی ہے کہ میں ایک مخفی
خزانہ ہوں پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اس لئے میں نے مخلوق
کو پیدا کیا۔

عارف الوجود اعیان ثابتہ۔

عالم بفتح اللام ذات بحت کے جملہ مراتب ظہور کا نام عالم ہے۔ یعنی احدیت و
حقیقت محمدیہ۔ مرتبہ وحدت سے اجسام تک یہ سب عالم کہلاتے ہیں۔
سب کے مختلف نام ہیں جو آگے بیان ہوں گے۔

عالم باطن عالم مطلق مرتبہ احدیت ہے۔

عالم معنیٰ عارف کامل کے باطن کو کہتے ہیں

عالم صغیر۔ عالم کبیر عالم کبیر ذات کے مراتب داخلی۔ مرتبہ احدیت وحدت واحدیت
کو کہتے ہیں۔ اور عالم صغیر ذات کے مراتب خارجی یعنی عالم ارواح عالم مثال
عالم اجسام کو کہتے ہیں اور بعض صوفیائے کرام اس کے برعکس کہتے ہیں یعنی
مراتب داخلی کو عالم صغیر اور تینوں مراتب خارجی کو عالم کبیر اس لحاظ سے کہ
واضح طور پر ظہور ذات مراتب خارجی میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عالم ارواح
عالم مثال عالم اجسام تینوں کا نام عالم کبیر ہے اور عالم صغیر خاص حضرت
انسان ہے اور بعض اس کے برعکس کہتے ہیں یعنی خاص انسان کو

عالم کبیر کیونکہ یہ سب سے زیادہ ظاہر ہے اور اس میں جملہ مراتب ظہور مجتمع ہیں اور ارواح مثال اجسام کو عالم صغیر کہتے ہیں

عالم جبروت | اسماء اور صفات حق سبحانہ تعالیٰ

عالم امر۔ عالم ملکوت | سے مراد ارواح و ملائکہ ہیں کیونکہ ان کا ظہور لفظ کن سے
عالم غیب | ہوا ہے اور ان کے ظہور میں مادہ اور زمانہ کے تقدم و تاخر کو کچھ دخل نہیں ہے۔

عالم خلق | اس سے مراد عنصریات یعنی آگ۔ پانی۔ ہوا مٹی اور جملہ وہ اشیاء جو
عالم ملک | ان سے بنائی گئی ہیں جیسے موالید ثلاثہ یعنی حجریات۔ نباتات حیوانات
عالم شہادت | وغیرہ یہ عالم۔ عالم امر کے بعد ہوا ہے اور اس کی تخلیق میں قرب و بعد زمانہ اور مادہ کو دخل ہے۔

عالم خارج عالم ارواح کا نام ہے۔

عالم مثال وہ ایک عالم ہے جو برزخ ہے درمیان عالم ارواح اور عالم اجسام کے

عالم ثانی مرتبہ واحدیت کا نام ہے

عبادت مولیٰ کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل وحقیر و ناچیز پیش کرنا۔ اور احکام شریعت کی پابندی کرنا معصیات سے بچنا۔ یہ سب کے لئے ضروری ہے ہر شخص اس کا مکلف ہے۔ اور کبھی صوفیا عبادت سے اجتہاد سالک مراد لیتے ہیں

عبودیت یقین کامل اور سچی نیت سے محض اللہ کی محبت میں اس کی اطاعت کرنا بلا کسی طمع ثواب اور خوف عذاب کے یہ خاص لوگوں کا حصہ ہے۔

عبودت یہ عبادت کی اعلیٰ قسم ہے اور اخص الخواص کا حصہ ہے اس مرتبہ میں سالک کی نماز معراج المومنین کہلاتی ہے اور عبد و معبود کے درمیان سے جملہ حجابات اٹھ جاتے ہیں۔

عبادللہ وہ بندگان حق ہیں جو اسمار الٰہیہ میں سے کسی اسم کی فنائیت حاصل کرکے اس کی حقیقت سے متصف ہو جائیں اور اس اسم کے آثار ان سے ظاہر ہوں جس سے بندگانِ خدا کو نفع پہنچے۔ اور اسی اسم کی خصوصیت اور کمال حاصل ہونے کی وجہ سے اس بندہ کو اس اسم خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو فنائیت اسم رزاق حاصل ہوئی اور اس میں صفت رزاقی پیدا ہوگئی۔ جس سے بندگانِ خدا کو فیضان رزق خوب پہنچا ایسے شخص کے لئے یہ کہا جائے گا کہ رزاق مطلق کا صفت رزاقی میں یہ ممتاز بندہ ہے۔ علی ہذا دیگر اسمار کی فنائیت حاصل کرنے والوں کو انہیں اسمار کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ اور عبدالرزاق۔ عبدالقادر یا عبدالصمد کہا جائیگا

عالِم بکسرِ اللام عالِم وہ شخص ہے جس کو ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ اور اسمار وصفات کا علم الیقین ہو۔ اور جب اس سے ترقی کرکے مشاہدہ ذات وصفات حاصل ہو جائے تو اسے عارف کہتے ہیں۔

عامہ وہ علمار ہیں جنہیں صرف ظاہر شریعت کا علم ہو ان کو علمار رسوم و علمار ظواہر بھی کہتے ہیں۔

علم لدنی وہ علم ہے جو انبیار علیہم السلام کو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے جس کے ذریعہ سے انبیار علیہم السلام جملہ کائنات کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں اور ذات وصفات کے اسرار ان پر منکشف ہوتے ہیں اور اولیار اللہ کو بوسیلہ انبیار کے حاصل ہوتا ہے جملہ اولیار اللہ نور نبوت سے تربیت پاکر علم لدنی حاصل کرتے ہیں جس سے رموز معرفت اور اسرار حقیقت ان پر منکشف ہو جاتے ہیں

علم الیقین عین الیقین حق الیقین کے بیان میں (ح) کی بحث میں ذکر ہو چکا ہے

عقل کل تعین اول یعنی حقیقت محمدیہ علی صاحبہا السلام کا نام ہے

عاقل طالب صادق کو کہتے ہیں نیز اس کو کہتے ہیں جو ہر بات کا نتیجہ مطابق واقع کے سمجھے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے العاقل یبصر بقلبہ مالایبصر بعینہ یعنی عاقل شخص دل سے وہ بات معلوم کر لیتا ہے جو آنکھ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ اور دوسری حدیث یہ ہے العاقل یاکل الدنیا ولا یغنم والجاہل یاکل الدنیا ولغیتم۔ یعنی عاقل شخص معاملات دنیا سے پریشان نہیں ہوتا۔ اور جاہل ان معاملات میں پھنسا رہتا ہے۔ اور پریشان ہوتا ہے۔

عمد معنویہ وہ شئے ہے جس کے ذریعہ سے زمین و آسمان قائم ہے اور جملہ نظام عالم اس پر موقوف ہے اس آیۃ پاک میں اس طرف اشارہ ہے رفع السموات بغیر عمد ترونہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ایسے عمد پر قائم کیا ہے جس کو تم نہیں دیکھ سکتے وہ عمد کیا ہے وہ حقیقت انسان کامل کی ہے۔ جس کو بجز خدا کوئی نہیں جانتا۔

عوالم اللبس لباس تعینات کو کہتے ہیں کیونکہ ذات کا ظہور ان تعینات کے لباس میں ہوا ہے۔

عناصر تعینات کو عناصر کہتے ہیں اور عنصر اعظم تعین اول یعنی حقیقت محمدیہ ہے۔ اس لئے کہ جملہ حقائق اسی سے بنتی ہیں۔ بعض صوفیائے کرام شوق کو عنصر آتش اور حرکت شوق یعنی شوق کی جنبش اور صدور کو عنصر ہوا اور لذت شوق سے جو مادہ منی خارج ہو کر عورت کے رحم میں جاتا ہے اس کو عنصر آب اور عورت کی منی کو جو رحم میں اس سے ملتی ہے عنصر خاک کہتے ہیں۔

عین الشئی ذات حق سبحانہ تعالیٰ ہے کیونکہ وہی ذات جملہ موجودات کی حقیقت ہے

اور سب کی عین ہے۔

عین اللہ و عین العالم وہ انسان کامل ہے جو متحقق ہے حقیقت برزخ کبریٰ میں اور ہر اللہ سے واصل اور اس کے عین ہے اور ہر جملہ کائنات عالم کے شامل اور اس کے عین ہے۔ اللہ پاک اس حقیقت کے وسیلہ سے تمام عالمیان پر رحمت فرماتا ہے اور یہ حقیقت وجہ باوجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ۵

اور ہر اللہ سے واصل اور ہر مخلوق کے شامل خواص اس برزخ کبریٰ میں ہی حرف مشدد کا

عروج و نزول ذات کا تعین اول یعنی مرتبہ وحدت میں ظہور فرمانا اور وحدت سے واحدیت میں اور واحدیت سے عالم ارواح میں اور عالم ارواح سے عالم مثال میں اور عالم مثال سے عالم اجسام میں ظہور فرمانا نزول کہلاتا ہے۔ کیونکہ وہ ذات مرتبہ احدیت صرفہ سے اپنی مختلف شانوں اور گوناگوں صفات میں تنزل فرما رہی ہے اور سالک کا عالم اجسام سے ذات صرف کی طرف ترقی کرنا عروج کہلاتا ہے اس طرح پر کہ سالک اپنے جسم کو محو کرکے عالم مثال میں اور اپنے جسم مثالی کو محو کرکے عالم ارواح میں اور عالم ارواح کو محو کرکے عالم اعیان یعنی مرتبہ واحدیت میں اور اعیان کو محو کرکے مرتبہ وحدت یعنی حقیقت محمدیہ میں اور اس میں فنا ہو کر مرتبہ احدیت میں پہنچتا ہے یہی اس کی ترقی اور کمال عروج ہے۔

عدم اس کی تین قسم ہیں۔ (۱) عدم محض اس کو ممتنع الوجود بھی کہتے ہیں جیسے شریک باری (۲) دوسرا عدم اضافی اس سے مراد اعیان ثابتہ یعنی صور علمیہ ہیں (۳) تیسرا عدم العدم اس سے مراد ذات پاک ہے کیونکہ عدم کا عدم اثبات ہے اور حقیقت میں اثبات اور وجود بجز ذات حق کے کسی شئی کا نہیں ہے

عبد ہر مرتبہ ظہور ذات کو عبد کہتے ہیں۔

عبد حقیقی تعین اول یعنی حقیقت محمدیہ کو عبد حقیقی کہتے ہیں اس لئے کہ ذات حق سبحانہ تعالیٰ کے جملہ مراتب ظہور کی اصل اور جڑ یہی حقیقت محمدیہ ہے اور یہ برزخ ہے۔ درمیان رب اور عبد کے باعتبار اطلاق کے رب ہے اور باعتبار تقیید کے عبد ہے اور ان دونوں اعتبار سے قطع نظر کرو تو نہ رب ہے نہ عبد التوحید حقیقۃ لارب ولا عبد اسی طرف اشارہ ہے

عمر سالک کے دل میں تجلیات صفاتی روشن ہونے کو کہتے ہیں اور کبھی حقیقت روحی کو بھی عمر کہتے ہیں۔

عماء لغت میں باریک ابر کو کہتے ہیں جو حائل ہوتا ہے درمیان آسمان اور زمین کے اور اصطلاح صوفیہ میں مرتبہ واحدیت کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ مانند ابر کے درمیان ذات اور مخلوق کے حائل ہے۔

اور بعض صوفیائے کرام مرتبہ احدیت کو عماء کہتے ہیں اور یہ حدیث دلیل میں پیش کرتے ہیں سُئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق فقال فی عماء یعنی حضور نبی کریم علیہ التسلیم سے دریافت کیا گیا کہ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا حضور علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ عماء میں اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذات قبل از ظہور عالم مرتبہ خفا یعنی مرتبہ احدیت میں تھی اور اس مرتبہ احدیت کو کوئی پہچان ہی نہیں سکتا۔

عیش حضورِ دائمی سالک کا عیش ہے۔

عین سالک کا اپنی ہستی وخودی مٹا کر ذات حق میں محو ہونا اور باقی باللہ ہو جانا۔ عین کہلاتا ہے اس لئے کہ وہ صفات سے گذر کر عین ذات ہو گیا

عین الحیوٰۃ روح ہے

عزلت گوشہ نشینی۔ اور ماسوائے اللہ سے قطع تعلق

عقاب سے مراد عقل اول یعنی تعین اول ہے اور کبھی اس سے مراد نفس ناطقہ بھی لیتے ہیں

عید سالک کے دل پر اعادہ اعمال سے جو تجلیات وارد ہوتی ہیں وہ اس کے واسطے عید ہے

عارض انوار ایمانی کا سالک کے دل پر روشن ہونا

عشوہ تجلی جمالی کا نام عشوہ ہے۔ نیز ہر اس تجلی کو عشوہ کہتے ہیں جو کبھی کبھی ہو

عشرت سالک کیلئے لذت عشق آلہی کا محسوس کرنا اور اس سے لطف اٹھانا عشرت ہے۔

علف نفسانی خواہشات اور ہر وہ بات جس سے نفس محظوظ و مسرور رہو۔

عینیت صوفیائے کرام کے یہاں عینیت و غیریت کا مشہور مسئلہ ہے لہذا اس کا بیان تفصیل سے کیا جاتا ہے۔ عینیت کے کئی معنی ہیں (۱) حقیقت میں بھی ایک ہونا اور مفہوم کا بھی ایک ہونا۔ جیسے کہا جاتا ہے عین الشئی نفسہ اور انسان عین انسان ہے (۲) حقیقت اور مفہوم ایک ہو لیکن الفاظ میں غیریت ہو جیسے ذات حق عین صفات حق ہے اور واجب عین وجوب اور محدود عین حد ہے (۳) وجود میں ایک ہونا۔ اس معنی کی بنا پر مطلق اور مقید و مظہر ایک دوسرے کے عین ہیں۔ الغرض جملہ موجودات بنظر حقیقت عین ذات حق سبحانہ ہیں اور باعتبارات رسوم و صفات و افعال ایک دوسرے کے غیر ہیں۔ چنانچہ غیریت کے بیان میں ذکر ہوتا ہے۔

غ

غیریت اس کی آٹھ قسمیں ہیں۔ اضافی۔ مجازی۔ اعتباری۔ نسبتی۔ وہمی۔ خیالی۔ حقیقی۔ اصطلاحی۔ حقیقی لغوی۔

غیریت اضافی یعنی وجود اضافی کی وجہ سے ذات حق اور جملہ موجودات میں غیریت ہے کیونکہ جملہ موجودات کا وجود مستقل اور ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ ان کا وجود ذات حق کے ساتھ قائم ہے اور ذات حق کا وجود حقیقی ہے قائم بالذات ہے۔ اس نسبت اور اضافت کی رو سے رب اور عبد میں غیریت اضافی ہے ورنہ حقیقت میں ایک ہی وجود ہے۔ ع

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

غیریت مجازی یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے علم میں جملہ صفات کو اپنا مظہر مقرر فرمایا ہے
غیریت اعتباری یہ ہے کہ حقائق ممکنات اور حقائق اسمار کو اپنے علم میں متعین فرمایا ہے
غیریت نسبتی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے صفات کو اپنی ذات سے نسبت دی ہے کہ بلا اس کی ذات کی نسبت کے کوئی شئی موجود نہیں ہو سکتی اس نسبت کو نسبت وجودی اور نسبت حقیقی کہتے ہیں اس نسبت سے بھی ذات حق اور صفات حق میں ایک غیریت ہے۔

غیریت وہمی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام ممکنات کو اپنے تصور میں متصور فرمایا۔ اس تصور سے ایک وہمی غیریت ظاہر ہوئی۔

غیریت خیالی یہ ہے کہ حق تعالیٰ جملہ صفات و اسمار و اعیان ثابتہ و ممکنات کو اپنے خیال میں لایا اور ان صور خیالیہ کو اپنے حسن و جمال کا آئینہ بنایا اس سے خیالی غیریت ظاہر ہوئی

غیریت حقیقی یا اصطلاحی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے تفصیل صفات اور تفصیل اعیان فرمائی۔ اور حقائق الٰہی و حقائق کیانی بنائیں اور تمام حقائق کو متمائز کیا اسی وجہ سے جملہ حقائق ایک دوسرے سے ممتاز اور غیر ہیں۔ خواہ ہم جانیں یا نہ جانیں اس سے مذہب سوفسطائیہ کا رد ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ حقائق عالم کا امتیاز ہمارے

امتیاز کرنے پر موقوف ہے ورنہ نہیں اگر ہم آگ کو آگ سمجھیں تو آگ ہے ورنہ نہیں۔ اور صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حقائق اشیا آپس میں نفس الامر میں ممتاز اور متغائر ہیں ہم جانیں یا نہ جانیں یہ امتیاز اور غیریت حق تعالیٰ کی قائم کی ہوئی ہے اور نفس الامری ہے اسی کو غیریت حقیقی لغوی کہتے ہیں یہ غیریت لغوی حقیقی اور غیریت حقیقی اصطلاحی ما بین عبد اور رب کے نہیں ہو سکتی یہ تو ممکنات میں آپس میں ہے کیونکہ کوئی اللہ کی ضد نہیں ہے۔ واضح رہے کہ یہ مسئلہ عینیت اور غیریت کا نہایت مشکل ہے۔ بلا تربیت نور نبوت اور صحبت اولیا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اسی وجہ سے عقول قاصرہ کبھی من کل الوجوہ جملہ کائنات کو عین ذات کہتے ہیں اور جب آثار غیریت کا خیال کرتے ہیں تو من کل الوجوہ غیر خدا کہتے ہیں اور حیران و پریشان رہتے ہیں۔ اور عقول سلیمہ جن کو نور نبوت کی تربیت حاصل ہے خوب جانتے ہیں کہ حقیقت میں جملہ کائنات عین ذات ہیں اور ان اعتبارات (جن کا اوپر بیان ہوا) سے غیریت ہے اور جملہ نظام عالم اور احکام شریعت انہیں احکام غیریت پر مبنی ہیں۔ من کل الوجوہ عبد اور رب کو عین سمجھنا اور ظاہر مراتب تنزلات نہ کرنا الحاد ہے اور من کل الوجوہ عبد اور رب کو غیر سمجھنا کفر ہے۔ اور بحقیقت میں عین سمجھنا اور مراتب تنزلات کو قائم رکھنا حقیقی اسلام ہے۔

غیب ہویت غیب مطلق ذات بحت باعتبار لاتعین جس کو لا بشرط شئی بھی کہتے ہیں

غیب المکنون غیب المصون سر ذات اور کنہ ذات ہے جس کو عقل ادراک نہیں

غیب الغیوب کر سکتی۔ ما عرفناک حق معرفتک اسی طرف اشارہ ہے۔

غیب اول مرتبہ وحدت ہے۔

غرق سالک کا مشاہدہ ذات حق میں محو اور مستغرق ہو جانا اور اپنی ہستی کو بالکل فراموش کر دینا

غمزہ اس کے کئی معنی ہیں (۱) ذات کی آنی تجلی جو وارد ہوتے ہی فوراً مخفی ہو جائے (۲) جذبہ عالم باطن اور فیض باطنی کو بھی غمزہ کہتے ہیں۔ اس سے سالک کا شوق تیز ہوتا ہے (۳) اور بعض خوف و رجا کو بھی غمزہ کہتے ہیں۔

غیر ذات کے ہر مرتبہ ظہور پر لفظ غیر بولا جاتا ہے۔ جس کی تشریح غیریت کی بحث میں ہو چکی ہے الغرض ماسوائے اللہ کو غیر کہتے ہیں۔

غوث اپنے زمانہ میں ساری دنیا میں ایک ہوتا ہے اور اپنے وقت کے جملہ اولیاء اللہ پر حاکم اور سب سے اعلیٰ و افضل ہوتا ہے۔ سارا نظام عالم ظاہر و باطن اس کے تصرف میں ہوتا ہے۔ ہژدہ ہزار عالم پر اس کی حکومت ہوتی ہے غوث ظاہر و باطن میں قدم بقدم حضور خاتم الانبیاء علیہ السلام کے ہوتا ہے قطب الاقطاب بھی غوث ہی کو کہتے ہیں۔ قطب و غوث ایک ہی شئے ہے باعتبار حاجت روائی خلق کے غوث نام ہے اور باعتبار قرب ذات حق کے قطب نام ہے۔

غراب حقیقت جسمیہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ حضرت احدیت اور نورانیت قدس سے بہت دور ہے اور کثیف ہے۔

غشاوہ کفر اور گناہوں کی سیاہی کا پردہ ہے جو آئینہ دل اور چشم بصیرت پر چھا جاتا ہے۔ اور مانع ہدایت ہوتا ہے

غنی وہ ہے جو کسی بات میں کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ سب اس کے محتاج ہوں اور وہ سب سے بے نیاز ہو ظاہر ہے کہ یہ معنی بجز ذات حق سبحانہ کے کسی میں نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا حقیقی اور اصلی غنی تو خدائے تعالیٰ ہے لیکن اس کے بندوں میں سے غنی وہ بندہ ہے جس نے اسے پہچان لیا۔ اور ماسوائے اللہ سے مستغنی ہو گیا۔

غین ایک بھول وغفلت کا حجاب ہے جو تصفیہ قلب اور نور تجلی سے دور ہو جاتا ہے
بخلاف حجاب رین کے کیونکہ وہ سخت حجاب ہے جو بندہ کو کفر تک پہنچا دیتا ہے
اور کسی طرح دور نہیں ہوتا۔ اس کا بیان بحث الف میں ہو چکا ہے۔

غمگساری غمگسار صفت رحمانی ہے جو عام ہے جملہ موجودات کے واسطے۔

غفلت وہ ہے جس کی وجہ سے انسان صحیح اور سچی بات اور سیدھے راستہ کو نہیں پہچان سکتا

غیبت جملہ ماسوائے اللہ بلکہ اپنی خودی اور آپے سے بھی گم ہونا اور ذات کے حضور
میں رہنا۔ حضرت میر سید حسینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

در نگنجی با خود اندر کوئے او گم شو از خود تا بیابی بوئے او
تا تو نزدیکی خودی زین حرف دور غیبتی باید اگر خواہی حضور

غیر ماسوائے اللہ کو غیر کہتے ہیں اس کی تفصیل بحث غیریت میں ہو چکی ہے

غربت ترک وطن کرنا۔ یعنی اس عالم میں رہ کر اسے ترک کرنا اور طلب حق میں مشغول
رہنا۔ غربت ہے

غیرت اسرار الٰہی کا پوشیدہ رکھنا

غارت وہ جذبہ الٰہی ہے جو سالک کے دل پر بلا واسطہ کسب ومجاہدہ وارد ہوتا ہے
اور اس کے دل پر محیط ہو جاتا ہے۔

غمخواری غمخوار ذات حق کی صفت رحیمی ہے جو صفت رحمانی کی طرح عام نہیں ہے جملہ مخلوق
کے واسطے بلکہ یہ خاص ہے بعض بندگان کے لئے

غم طلب معشوق میں جو محنت اور تفکرات لاحق ہوتے ہیں وہ غم ہے

غبغب ذات حق کا لطف قہر آمیز جو سالک کو چاہ نورانی سے چاہ ظلماتی میں ڈالدے



فقر سالک کا تمام مراتب نزول وعروج کو طے کر کے ذات حق سبحانہ تعالیٰ میں

فانی ہوجانا اور دونوں عالم سے بے نیاز ہوجانا۔ فقر ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے۔ الفقر سواد الوجہ فی الدارین (ترجمہ دونوں عالم میں سواد الوجہ ہوجانا فقر ہے۔) سواد الوجہ سے سواد اعظم یعنی ذات صرف مراد ہے یعنی دونوں عالم کے علائق سے پاک ہوکر ذات احدیت صرفہ میں محو ہوجانا گویا قطرہ کا عین دریا ہوجانا اور عبد کا عین رب ہوجانا۔ قول اذا تم الفقر فہو اللہ یعنی جب فقر تمام ہوا وہ اللہ کی ذات ہے۔ اسی طرف اشارہ ہے۔

فقیر فقیر وہ ہے جس کو یہ فقر حاصل ہو چونکہ فقیر اپنے وجود اضافی کو فنا کر چکتا ہے۔ اور ذات حق کا عین ہوجاتا ہے اس لئے تمام خواہشات و حاجات سے متبرا ہوجاتا ہے کیونکہ ارادے اور حاجات سب اسی وجود اضافی کے ساتھ ہیں۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمتہ کے قول (الفقیر لا یفتقر الی نفسہ ولا الی غیرہ) ترجمہ فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا نہ اپنا نہ غیر کا) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ فقیر کا بہت بالا مرتبہ ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم علیہ التسلیم کا فرمان ہے الفقر فخری و الفقیر منی۔ یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقیر مجھ میں سے ہے۔

فکر اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی نعمتوں اور مصنوعات میں غور کرنا فکر ہے۔ چنانچہ نبی کریم علیہ التسلیم نے فرمایا ہے لا تفکروا فی ذات اللہ و تفکروا فی صفات اللہ و فی نعمائہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات اور نعمتوں میں فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو اس لئے کہ ذات حق سبحانہ فکر سے بالاتر ہے۔ فکر تو اپنی اصلاح کے لئے ہے۔ اسی وجہ سے بزرگ فرماتے ہیں کہ متفکر کا جلیس اس کا نفس ہے اور ذاکر کا جلیس حق سبحانہ ہے اور ذکر محبت و معرفت کا نتیجہ ہے اور مقدمہ وصول الی اللہ کا ہے۔ اور فکر مقدمہ توبہ کا ہے۔ فکر کی چار قسم ہیں (۱) سالک یہ غور کرے کہ خلاف شرع اور معصیت کے امور کونسے ہیں تاکہ

اُن سے اپنے نفس کو روکے اور احکام شریعت کی پابندی کرے۔ (۲) سالک یہ غور کرے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور احسانات لاتعد لاتحصی ہیں ان کی پوری پوری ادائگی اور شکر سے بندہ عاجز ہے لہذا ہمیشہ مصروف عبادت رہے اور ہمیشہ شکر بجالاتا رہے اور ناشکری کبھی نہ کرے خواہ اس پر کیسی ہی تکلیف اور مصیبت ہو۔ (۳) سالک یہ غور کرے جو کچھ ازل میں مقرر ہو چکا ہے وہی ظہور میں آئے گا۔ لہذا صابر و شاکر رہے (۴) سالک اس صانع مطلق کی نیرنگیوں اور اس کی صنعت و حکمت میں غور کرے تاکہ اس کی صنعت و حکمت اس پر ظاہر ہو۔ بعض صوفیائے کرام فکر سے مراقبہ بھی مراد لیتے ہیں۔

فرق مع الجمع سالک کا نور بصیرت سے رب کو عین عبد اور عبد کو عین رب دیکھنا۔ لیکن رب کو رب۔ عبد کو عبد کہنا۔

فنافی الشیخ سالک کا مرشد کی پیروی میں منہمک ہونا اور اپنی ہستی و خودی کو مرشد کی ہستی میں فنا کر دینا یہ پہلا درجہ ہے اس کا زینہ محبت اور اتباع شیخ ہے

فنافی الرسول سالک کا وجود با جود نبی کریم علیہ السلام میں محو ہونا اس کا زینہ فنافی الشیخ ہے یہ دوسرا درجہ ہے

فنافی اللہ سالک کا جملہ مراتب صفات و مدارج عروج و نزول طے کرکے ذات حق سبحانہ میں محو ہو جانا۔ اس کا زینہ فنافی الرسول ہے۔ یہ تیسرا درجہ سب سے اعلیٰ ہے

فنا و بقا سالک کا اپنی ہستی اور وجود اضافی کو فنا کرکے وجود حقیقی ذات حق سبحانہ کے ساتھ بقا حاصل کرنا۔ بقا باللہ ہو جانا ہے یعنی نور بصیرت سے اپنے وجود اضافی کو عدم محض جاننا فنا ہے اور صرف ذات حق سبحانہ (جو وجود حقیقی ہے) کو موجود جاننا بقا ہے۔

فیض اقدس اس ذات بے چون بے چگون کا اپنی تجلی ذاتی سے اعیان ثابتہ کو اپنے

علم میں مقرر فرمانا فیض اقدس ہے کیونکہ ذات محض کا فیضان ظہور یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

فیض مقدس اس خالق بے مثال کا تجلیات اسمائی کے موافق ان اعیان ثابتہ کو وجود خارجی میں ظاہر فرمانا۔

فوائد حق سبحانہ تعالیٰ کا مخلوق میں سے کسی کو اپنا ہمراز بنا لینا جیسے حدیث قدسی میں آیا ہے۔ الانسان سری وانا سرہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں۔ تمام کائنات میں سے حق تعالیٰ نے حضرت انسان کو اپنا ہمراز بنایا ہے اسی لئے یہ اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ ہے

فتق یہ مقابل رتق کا ہے۔ رتق ذات کے مرتبہ اجمال کو کہتے ہیں وہ احدیت یا وحدت ہے اور فتق ذات کے مرتبہ تفصیل اسماو صفات کو کہتے ہیں۔ وہ مرتبہ واحدیت ہے۔ نیز ذات کے ہر مرتبہ ظہور اور شیونات کو فتق کہتے ہیں خواہ ظہور ذات کے مرتبہ داخلی میں ہو جیسے تفصیل اسمار و صفات حقائق اسمائیہ و حقائق کیانیہ مرتبہ واحدیت میں خواہ مراتب خارجی میں ہو جیسے عالم ارواح عالم مثال عالم اجسام وغیرہ

فتوح اللہ تعالیٰ کی جناب سے بندہ کو ظاہری و باطنی نعمتوں کا عطا ہونا جیسے رزق مکاشفہ و علم معرفت وغیرہ۔ فتوح کی چار قسمیں ہیں۔ ایک فتوحات دنیاوی جیسے رزق و مال و اولاد وغیرہ۔ دوسرے فتوح عبادت ظاہری۔ یعنی بندہ عبادات ظاہری میں استقامت و مضبوطی کے ساتھ پیروی شریعت و پیران سلاسل کرے اس سے مرتبہ اسلام کا حاصل ہوتا ہے تیسرے فتوح باطن میں عبادت کی حلاوت پانا۔ اس سے درجہ ایمان حاصل ہوتا ہے

چوتھے فتوح مکاشفہ وہ علم باطنی اس سے مرتبہ احسان حاصل ہوتا ہے آخر کے تینوں فتوح کو فتوحات دینی کہتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک (شرح اللہ صدرہ للاسلام) میں فتوح عبادت ظاہری کی طرف اشارہ ہے اور حضور نبی کریم علیہ التسلیم کے اس قول (وجد بھن حلاوۃ الایمان) میں فتوح عبادت باطنی کی طرف کنایہ ہے اور آنحضرت علیہ السلام کے اس قول (فصل کانک تراہ) سے فتوح علم باطنی ومکاشفہ اشارہ ہے۔ اس کے علاوہ فتوح باطنی کی تین قسم اور ہیں جو آگے بیان ہوتی ہیں۔ فتح قریب۔ فتح مبین۔ فتح مطلق۔

فتح قریب سالک پر نفس کی منزلیں طے کرنے کے ایام میں کمالات وصفات مقام قلب کا ظاہر ومنکشف ہونا۔ فتح قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک (نصر من اللہ وفتح قریب) میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

فتح مبین سالک کا مقام ولایت میں پہنچنا اور اس پر اسمار آلہیہ کی تجلیات وانوار (جن سے قلب روشن ہوتا ہے اور مقام قلب کے کمالات ظاہر ہوتے ہیں) کا وارد ہونا اس آیت پاک (انا فتحنا لک فتحاً مبینا) میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ یہ فتح قریب سے اعلیٰ ہے۔

فتح مطلق سالک پر تجلی ذات احدیت کا منکشف ہونا یہ فتح مطلق سب سے اعلیٰ فتوح ہے یہاں پہنچکر سلوک تمام ہوجاتا ہے اور سالک جملہ رسوم واعتبارات غیریت سے پاک ہو کر عین ذات ہوجاتا ہے اور پھر مستغرق فی الذات ہو کر ہر آن اعلیٰ سے اعلیٰ اور ارفع سے ارفع ذات احدیت میں برابر عروج و ترقی کرتا رہتا ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے اسی وجہ سے عالم حیرت طاری ہوتا ہے اللہ بس باقی ہوس رزقنا اللہ ولکم۔ آمین ثم آمین۔ اس آیۃ پاک (اذا جاء نصر اللہ والفتح) میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

فترہ مبتدی سالک کی حرارت قلب کا ٹھنڈا ہو جانا۔ یعنی کسی وجہ سے سالک کی طلب اور شوق میں کمی ہو جانا۔ یا بالکل شوق و طلب کا زائل ہو جانا۔ نعوذ باللہ من ذلک

فرق مشاہدہ خلق بلا حق اور بعض کہتے ہیں کہ مشاہدہ عبودیت کا نام فرق ہے اور بعضوں نے صفت حیات کو اور بعض نے صفت ممات کو فرق کہا ہے۔

فرقِ اول سالک پر ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا محجوب ہونا اس وجہ سے کہ سالک کی نظر میں اعتبارات غیریت ابھی باقی ہیں

فرق ثانی سالک کا یہ مشاہدہ کرنا کہ جملہ کائنات اور تمام موجودات ذات حق کے ساتھ قائم ہیں۔

فرق الجمع سالک کا یہ مشاہدہ کرنا کہ وہ ذات حق سبحانہ تعالیٰ اپنے مظاہر اور شیونات میں ظہور فرما رہی ہے اور جملہ کائنات کا وجود اسی ذات حق سے ہے۔

فرق الوصف ذات احدیت کا مرتبہ واحدیت (جس میں تفصیل صفات شروع ہوتی ہے) میں جلوہ گر ہونا۔

فرقان فرقان سے مراد ذات کا علم تفصیلی جس میں جملہ حقائق ایک دوسرے سے ممتاز ہوتی ہیں۔ اور قرآن سے مراد علم اجمالی ہے۔

فرق بین المتخلق والمتحقق متخلق وہ سالک ہے جو معصیات اور صفات رذیلہ سے بچے اور عبادات و مجاہدات سے اپنے اندر صفات حمیدہ پیدا کر کے متخلق باخلاق اللہ و متصف باوصاف اللہ ہو جائے۔ اور اس سے آثار اسماء الٰہیہ ظاہر ہوں۔ اور متحقق وہ سالک ہے جو پہلے اسمار الہیہ کی فنائیت حاصل کر کے اپنی صفات رذیلہ کو زائل کرے اور صفات حمیدہ سے متصف ہو جائے اور اس سے آثار اسمار الٰہیہ ظاہر ہوں۔

فرق بین الکمال والشرف والنقص والخسّت کمال سالک کا یہ ہے کہ اس کو اسماء الٰہیہ اور صفات الٰہیہ میں فنائیت حاصل ہو اور حقائق کونیہ اس کو حاصل ہوں۔ لہٰذا جس میں صفات حق اور حقائق کونیہ زیادہ ہوں گی وتناہی وہ افضل و اعلیٰ ہوگا اور جس میں جتنی کم ہونگی ویسا ہی ناقص وکم درجہ کا ہوگا۔ اور مرتبہ خلافت الٰہیہ سے دور رہیگا۔ کمال کا متقابل نقص ہے۔

شرف یہ ہے کہ جو وسائط درمیان حق اور خلق کے ہیں وہ مرتفع ہوجائیں یعنی وہ حجابات اور اعتبارات غیریت جن کی وجہ سے خلق کو حق سے بعد ہے اٹھ جائیں۔ لہٰذا جس کے حجابات سب مرتفع ہونگے وہ اشرف المخلوقات ہوگا اور جس کے حجابات وسائط جتنے زیادہ ہونگے وتناہی وہ خسیس یعنی ادنیٰ درجہ کا کہلائے گا۔

فیض جذبہ باطنی کا نام ہے۔

فطور حق سے خلق کو الگ اور متمیز جانتا

فہوانیۃ سالک سے عالم مثال میں اللہ تعالیٰ کا خطاب فرمانا۔

فانی وہ سالک ہے جو اپنی ہستی کو مٹا کر دریا ر وحدت میں غرق ہوجائے اور بے نام ونشان ہوجائے۔

فراق وہ بعد اور دوری ہے جو مرتبہ وحدت سے عالم اجسام تک ہے یعنی مرتبہ واحدیت عالم ارواح۔ عالم مثال عالم اجسام سالک جب تک ان مراتب نزول کو طے نہیں کرتا فراق میں رہتا ہے اور ان مراتب کے طے کرنے کے بعد جب ذات احدیت کے عین ہوجاتا ہے وہ وصال ہے۔

فتوت ایثار نفس۔ ایثار جان۔

فصل عبد اور رب میں امتیاز اور اعتبارات غیریت قائم ہونا دونوں کا فصل اور

جدائی ہے۔

فریاد سے مراد ذکر جہر ہے

فہم زلف سالک پر راز پنہاں اور اسرار کا منکشف ہونا

فقدان سالک کے سہو اور بھول کا نام ہے

فروختن وگرو کردن سالک کا اپنے اجتہاد اور تدبیر کو ترک کرنا اور تسلیم و رضا اختیار کرنا

فغان سالک کا اپنے باطنی جذبات شوق کو بے چین ہو کر ظاہر کرنا۔

فریب استدراج الٰہی کا نام ہے۔

ق

قاب قوسین او ادنیٰ ۔ قاب قوسین وہ مقام ہے جس میں عبد حق سبحانہ سے متحد ہو جاتا ہے اور خلق کو عین حق اور حق کو عین خلق دیکھتا ہے اور جملہ اعتبارات غیریت کو وہمی سمجھتا ہے ۔ یہ مقام مراتب قرب حق میں سب سے اعلیٰ مقام ہے لیکن مقام او ادنیٰ اس سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے اس مقام میں عبد اور حق میں ایسا اتحاد اور ایسی عینیت ہوتی ہے جس کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس مقام میں اعتبارات غیریت کا وہم بھی نہیں ہوتا ۔

قبض یعنی سالک کے دل پر ان واردات غیبی کا نزول بند ہو جانا جن سے اسے سرور اور ذوق شوق اور لذت عبادت حاصل ہوتی تھی۔ اس حالت قبض میں سالک کے دل پر وحشت ہوتی ہے اور کسی عبادت میں دل نہیں لگتا۔ یہ حالت بسط کے بعد وارد ہوتی ہے (بسط کا بیان حرف ب کی بحث میں گذر چکا ہے) قبض کی دو قسمیں ہیں ایک محمود وہ یہ ہے۔ کہ حالت بسط کے روکنے کے لئے پیدا ہوتا ہے کہ سالک اپنے ذوق و شوق اور سرور میں حد سے نہ گذر جائے اور اسرار الٰہی کو عوام پر نہ کھولے اور ضبط سے

کام لے اس سے سالک کی ترقی ہوتی ہے اور اس میں سمائی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے قبض مذموم وہ یہ ہے کہ عالت بسط میں سالک سے کوئی سوء ادبی ہو جائے اور نشۂ محبت میں تعلی کرنے لگے تو اس کے بعد من جانب اللہ قبض ہو جاتا ہے واردات غیبی رک جاتے ہیں یہ سالک کی تنبیہ اور تادیب کے لئے ہوتا ہے۔

پہلی قسم قبض محمود کی تو سالک کے لئے لازمی ہے کہ وہ بسط کے بعد وارد ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بسط و قبض یعنی قبض محمود سالک کے واسطے لازمی ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے سالک پر وارد ہوتے ہیں۔

قرب نوافل یعنی سالک کا صفات عبدیت کو فنا کر کے مقام جمع کی طرف رجوع کرنا اور متصف بصفات اللہ ہو جانا۔ اس مقام میں حق تعالی اپنے بندے کا باطن ہو جاتا ہے اور اس کے تمام کام بذریعہ صفات حق سبحانہ کے صادر ہوتے ہیں چنانچہ حدیث قدسی ہے۔ مازال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی یسمع بسمعی ویبصر ببصری ویبطش بایدی ویمشی برجلی یعنی میرا بندہ میری قربت نوافل حاصل کر لیتا ہے تو میرے کان سے سنتا ہے اور میری آنکھ سے دیکھتا ہے میرے ہاتھ سے مارتا ہے میرے پیر سے چلتا ہے الحاصل اس مقام میں سالک اپنی صفات کو صفات حق سبحانہ میں فنا کر دیتا ہے۔

قرب فرائض یعنی سالک کا اپنی ہستی اور خودی کو ذات حق میں فنا کر دینا۔ اور مقام جمع میں پہنچکر مقام فرق کی طرف نزول کرنا تاکہ سلسلہ تعلیم وارشاد جاری ہو اور مخلوق کی ہدایت ہو۔ اس مقام میں عبد باطن حق ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالی اس عبد مقرب کے وسیلہ سے مخلوق پر رحمت نازل فرماتا ہے اور خلق کی

حاجت روائی کرتا ہے یعنی عبد مقرب اللہ کی جناب میں مخلوق کے لئے وسیلہ ہوتا ہے ایسے ہی مقرب بندے صاحب ارشاد ہوتے ہیں۔

قطب قطب۔غوث ہی کا نام ہے

قطبیۂ کبریٰ قطبیۂ کبریٰ اور مرتبہ غوثیت ایک ہی شئے ہے اس کا بیان بحث غ غوث کے ذکر میں ہو چکا ہے۔

قلندر وہ فقیر ہے جو بحرِ تجرید وتفرید میں اکمل ہو دونوں عالم سے بے نیاز ہوکر اور حجابات کائنات سے منقطع ہوکر محوِ ذات حق سبحانہ ہو جائے اور دریائے ناپیدا کنار عشق میں مستغرق رہے۔

فقیر ملامتی۔فقیر قلندری۔صوفی ان میں یہ فرق بتاتے ہیں کہ فقیر ملامتی وہ عاشق ذات حق ہے جو کامل ہوتا ہے تجرید وتفرید میں عبادت کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور قلندر فقیر وہ عاشق ذات حق سبحانہ ہے جو بحر تجرید وتفرید میں یگانہ اور عبادات شاقہ اور تخریب عادات میں کوشاں ہوتا ہے اور فقیر صوفی وہ ہے جو جامع کمالات باطنی وظاہری ہو اور عشق ذات حق میں اعلیٰ واکمل تجرید وتفرید میں ارفع اور عبادات ومجاہدات میں ہمیشہ مصروف اور قدم بہ قدم حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتا ہے اور بحر عشق وتوحید میں نعرۂ ہل من مزید لگاتا ہے اور لب نہیں ہلاتا۔صوفیائے کرام فرماتے ہیں الصوفی ہو اللہ بس اس کے بعد بولنے کی گنجائش ہی نہیں۔

قلاشی اچھے کام کرنا اور عبادات میں مصروف رہنا۔

قلاش وہ سالک ہے جس کا باطن صاف ہو اور خواہشات ولذات نفسانی کو فنا کر چکا ہو اور اللہ کی محبت میں ہمیشہ مسرور اور خوش وخرم رہے تکالیف ومصائب دنیاوی سے غمگین نہ ہو۔

قامت مرتبہ وحدت سے لے کر عالم اجسام تک جملہ مراتب ظہور ذات کو قامت کہتے ہیں اور بعض عالم ارواح و مثال و اجسام ہی کو قامت کہتے ہیں اسلئے کہ ذات کا طول اور پھیلاوا عالم کثرت ہی انہیں مراتب ظہور کے ذریعہ ہوا ہے گویا مراتب ظہور ذات کا قدو قامت ہیں۔

قہر تجلی جلالی کا نام ہے

قلب ایک جوہر نورانی ہے۔ مجرد ہے مادہ سے برزخ ہے درمیان روح اور نفس حیوانی کے حقیقۃ انسانیہ اسی قلب سے متحقق ہے۔ بلکہ یہی قلب حقیقۃ انسانیہ ہے باطن اس کا روح اور ظاہر اس کا نفس حیوانی ہے یعنی روح سے کم لطیف ہے اور نفس حیوانی سے زیادہ لطیف ہے اس کو حکیم فلسفی نفس ناطقہ کہتے ہیں اسی طرح نفس حیوانی برزخ ہے درمیان قلب اور جسد کے یعنی قلب سے کثیف ہے اور جسد سے لطیف ہے اس آیۃ پاک (مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ) میں حق تعالیٰ نے جسد کی تشبیہ مشکوٰۃ سے دی ہے اور قلب کی زجاجۃ سے اور روح کی مصباح سے اور نفس حیوانی کی شجرہ سے یعنی جسد آدم میں نفس حیوانی ہے اور نفس حیوانی میں قلب ہے اور قلب میں روح ہے اور روح کے بعد کے مراتب اس حدیث قدسی ان فی جسد ابن آدم لمضغۃ و فی المضغۃ قلب و فی القلب روح و فی الروح نور و فی النور سر و فی السر انا) میں بیان کئے ہیں یعنی جسد آدم میں مضغہ ہے اور مضغہ میں قلب ہے اور قلب میں روح اور روح میں نور اور نور میں سر اور سر میں انا۔

قلب تین ہیں (۱) قلب منیب (۲) قلب سلیم۔ قلب شہید۔ قلب منیب

خطرات روحی اور نیک کام ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے تقویٰ۔ ریاضت۔ ومجاہدہ۔ عبادت۔ ورع وغیرہ۔ چنانچہ اس آیۂ پاک (من خشی الرحمٰن بالغیب وجاء بقلب منیب) میں اس قلب منیب کا ذکر ہے۔

قلب سلیم اس سے حق سبحانہ کی محبت اور طلب علم اور علم عرفان حاصل ہوتا ہے اس آیۂ پاک (یوم لاینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم) میں اس قلب سلیم کا ذکر ہے۔

قلب شہید اس سے توحید حقیقی اور ذرہ ذرہ میں شہود ذات حاصل ہوتا ہے اس آیۂ پاک میں (لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید) میں اس کا ذکر ہے۔ یہی قلب حق سبحانہ تعالیٰ کا عرش ہے اس کی وسعت ایسی غیر محدود ہے کہ لامکان لاحد کی اس میں سمائی ہے اور مضغہ گوشت (جو کہ سینہ میں ہے) کو مجازاً قلب کہتے ہیں۔

قضاء وقدر حکم الٰہی اجمالی قضاء ہے اور حکم الٰہی تفصیلی قدر ہے۔

قرب وبعد حق سبحانہ تعالیٰ اور بندے میں تعینات وتنزلات اور اعتبارات غیریت کا حائل ہونا بعد ہے اور جب سالک ان حجابات کو اٹھادے اور سلوک پورا کرلے تو وہ قرب ہے یہ قرب وبعد بندے کی طرف سے ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کا قرب وبعد یہ ہے کہ وہ ذات اقدس بحسب اعتبارات عینیت کے سب سے قریب ہے اور بحسب اعتبارات غیریت کے جملہ خلق سے بعید ہے اور بحسب اطلاق ذات خلق کے عین ہے اور بحسب تعین وتقید ذات خلق کے غیر ہے عینیت وغیریت کا بیان پہلے بحث (ع وغ) میں ہوچکا ہے

قناعت سالک کے ہجگانہ مقامات میں سے قناعت بھی ہے وہ یہ ہے کہ سالک شب وروز یاد حق میں مشغول رہے اور احکام اور تقدیر الٰہی پر راضی وخوش رہے

اور ضروریات زندگی میں قوت لا یموت اختیار کرے اور اسی پر قانع ہو جائے۔

قطاع الطریق یعنی رہزن وہ شخص ہے جو نہ تو کسی کا مرید ہوا اور نہ اس نے سلوک پورا کیا ہو نہ کسی کا خلیفہ ہو۔ یوں ہی خلق خدا کو مرید کرنے لگے۔ ایسے شخص کا مرید ہونا گمراہی ہے۔

قابلیۃ اولی۔ قابلیۃ ظہور حب ذات محبت اولی یعنی تعین اول حقیقت محمدیہ ہے اس حدیث قدسی (فاجبت ان اعرف) میں اس طرف اشارہ ہے

قیام للہ راہ خدا میں کمربستہ ہو جانا یعنی خواب غفلت سے بیدار ہو کر طلب مولی میں کھڑا ہو جانا اور راہ سلوک میں قدم رکھنا۔

قیام باللہ سالک کا تمام منازل طے کر کے جملہ رسومات و اعتبارات فنا کر کے اور فنا فی الذات ہو کر باقی باللہ ہو جانا اور اس پر استقامت حاصل ہو جانی اور سیر عن اللہ باللہ فی اللہ میں مشغول رہنا۔

قدم حق سبحانہ تعالیٰ کے علم میں جو ہر شئی کے لئے ایک خاص قابلیت اور استعداد مقرر ہے وہ قدم کہلاتی ہے اس لئے کہ ہر شئے عالم ظہور میں اس استعداد و قدم کے مطابق متحرک ہوتی ہے۔ اور جب تک یہ قابلیت اور استعداد پورے طور پر ظہور اور فعلیۃ میں نہ آجائے وہ شئی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتی اور اس کی سیرابی نہیں ہوتی۔ اس کی دو قسم ہیں اس لئے کہ قابلیت یا سعادت کی ہو گی اُسے قدم صدق کہتے ہیں چنانچہ اس آیۂ پاک (بشر الذین آمنوا ان لہم قدم صدق) میں اسی کی طرف اشارہ ہے یا شقاوت کی ہو سے قدم جبار سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ اس حدیث (لا تزال جہنم تقول ہل من مزید حتی یضع الجبار قدمہ فتقول قطنی قطنی) میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

قلم حق سبحانہ تعالیٰ کا علم تفصیلی کا نام قلم ہے۔

قشر علم ظاہری کو کہتے ہیں کیونکہ اس علم ظاہر سے مغز یعنی علم باطنی کی حفاظت ہوتی ہے جیسے چھلکے سے مغز کی حفاظت ہوتی ہے۔ چنانچہ علم شریعت ظاہری بمنزلہ قشر کے محافظ ہے علم طریقت کا اور علم طریقت بمنزلہ قشر کے محافظ ہے علم حقیقت کا۔ لہذا جس سالک نے اپنے حال اور طریقت کو شریعت کی حفاظت میں نہ رکھا اس کا حال فاسد ہو جائیگا۔ ہوا و ہوس اور وساوس شیطانی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور جس سالک نے حقیقت کی حفاظت مجاہدات طریقت و ریاضات سے نہ کی وہ الحاد اور زندیقیت میں مبتلا ہو جائے گا۔

قوامع وہ واردات غیبی اور تائید الٰہی ہے جس کے ذریعہ سے سالک خواہشات نفسانی اور خطرات بشری سے خلاصی پائے۔

قطع ترک غم و الم

قدح بمعنی بادہ پہلے حرف (ب) میں ذکر ہو چکا ہے اور کبھی قدح سے وقت مراد لیتے ہیں۔

قوت یعنی غذائے عاشق۔ وہ جمال مطلوب ہے

قبلہ ہر مطلوب و مقصود جس کی طرف دل متوجہ ہوتا ہے

قیامت چار طرح کی ہے (۱) قیامت صغری وہ روح کا جسم سے الگ ہو کر یعنی موت کے بعد عالم برزخ میں رہنا۔ اس حدیث (من مات فقد قامت قیامتہ) میں اسی طرف اشارہ ہے (۲) قیامت وسطی وہ یہ ہے کہ سالک اپنی خواہشات جسمانی کو مار کر نوازنات جسمیہ سے پاک و صاف ہو کر حیات قلبی ابدی حاصل کر لے اور عالم قدس سے متصل ہو جائے اس آیۃ (افمن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا) میں اس کی طرف اشارہ ہے

(۳) قیامت کبریٰ وہ فنا فی اللہ ہوکر باقی باللہ ہوجانا اس آیۂ پاک فاذا جاءت الطامۃ الکبریٰ) میں اسی طرف اشارہ ہے (۴) چوتھی قیامت وہ روز حساب ہے جسے سب جانتے اور مانتے ہیں



کامل وہ شخص ہے جس کے تمام مقامات سلوک طے ہو چکے ہوں اور واصل بحق ہوگیا ہو۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کامل میں یہ چار خصلتیں ضرور ہوتی ہیں (۱) اگر دونوں عالم دنیا و آخرت کی نعمتیں اور فائدے اس سے چھین لئے جاویں تو وہ غمگین نہ ہو (۲) ایسے ہی اگر دونوں عالم کی نعمتیں اور فائدے اس کو عطا کردیئے جائیں تو وہ خوش نہو (۳) دونوں جہان کی عزت سے مسرور نہ ہو (۴) دونو جہان کی ذلت سے غمگین نہ ہو۔ اس لئے کہ کامل دونوں جہاں سے غنی ہوتا ہے اور بجز ذات حق سبحانہ تعالیٰ کے کسی شئے کا طالب عاشق نہیں ہوتا

کل حق سبحانہ تعالیٰ کا نام ہے تمام اسماء الٰہیہ کا جامع ہے یعنی ذات احدیت کے مرتبۂ تفصیل اسماء (جسے درجۂ احدیت کہتے ہیں) میں جتنے اسماء ہیں یہ اسم کل ان سب کا جامع ہے۔

کاکل تجلی جلالی کو کہتے ہیں

کاہل اس کے دو معنی ہیں۔ ایک وہ مرید جو شیخ کی اطاعت نہ کرے اور اس کے اعتقاد میں کچھ خرابی ہو۔ وہ کاہل ہے دوسرے وہ سالک جو آہستہ آہستہ بہت اطمینان سے اپنی منزلیں اور مقامات طے کرے

کفر اس کے کئی معنی ہیں (۱) ناشکری اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (۲) غیر اللہ

کو معبود ماننا اور رسالت کا منکر ہونا (۳) جملہ کائنات اور تمام موجودات کو
عین حق سبحانہ تعالیٰ دیکھنا اور جملہ اعتبارات غیریت سے انکار کرنا یعنی
اپنی نظر سے غیریت کو اٹھا دینا۔ اور بحر توحید میں یک رنگ ہو جانا (۴)
ظلمت چنانچہ کہا جاتا ہے کہ الاسلام نور والکفر ظلمۃ یعنی اسلام نور ہے اور
کفر ظلمت ہے۔

کلیۃ سالک کا مجاہدہ کر کے صفات بشریۃ کو فنا کر دینا اور متصف بصفات
اللہ ہو جانا۔

کثرت ذات کے مراتب ظہور کو کثرت کہتے ہیں۔ ظہور اول یعنی حقیقت محمدیہ
مرتبہ تفصیل اسماء و صفات یعنی درجۂ واحدیت۔ عالم ارواح عالم مثال
عالم اجسام یہ سب عالم کثرت ہے۔

کرشمہ اس کے چند معنی ہیں (۱) وہ جذبہ الٰہی جو سالک کے دل پر وارد ہو۔ اور
سالک کے ذوق و شوق کو بڑھا دے (۲) تجلی جمال حق سبحانہ تعالیٰ (۳)
نور معرفت۔

کنز الکنوز } ذات بحت ہے جس کی حقیقت نہ بیان ہو سکتی ہے نہ عقل میں آ سکتی
کنز المخفی۔ کنہ ذات } ہے یہاں پہنچکر عارف پر عالم حیرت طاری ہوتا ہے۔

کوئے مغاں مرشد کامل کو کہتے ہیں۔ جس کی صحبت سے عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے
اور اسرار الٰہی منکشف ہوتے ہیں

کشف پوشیدہ بات کا معلوم کرنا کشف ہے اس کی دو قسم ہیں کشف صغریٰ
کشف کبریٰ۔ (۱) کشف صغریٰ اس کو کشف کونی بھی کہتے ہیں یعنی سالک
اپنی قلبی توجہ سے زمین و آسمان۔ ملائکہ۔ ارواح اہل قبور۔ عرش و کرسی
لوح محفوظ الغرض دونوں جہان کا حال معلوم کرے اور مشاہدہ کرے۔

اس کشف میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔

کشف کبریٰ اس کو کشف آلہی بھی کہتے ہیں یعنی ذات حق سبحانہ کا مشاہدہ اور معاینہ ہو جانا اور جملہ حجابات اور اعتبارات غیریت کا اٹھ جانا اور نور بصیرت سے خلق کو عین حق ہی کو عین خلق دیکھنا۔ سالک کا مقصود اصلی یہی کشف ہے اور پہلا کشف مفید ضرور ہے لیکن سالک کو اس میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔

کباب تجلیات آلہی تجلیات صوری میں قلب کو پرورش کرنا اور سوز محبت میں اسے جلا جلا کر پختہ کرنا۔

کلیسا یعنی دیر حرف دال کی بحث میں بیان ہو چکا ہے اور بعض کہتے ہیں کلیسا کے معنی عالم حیوانی ہے۔

کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے چنانچہ اس آیۂ پاک (لارطب ولا یابس الا فی کتاب مبین) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

کلمہ ہر متعین اور وجود حقیقی کا ہر ایک ظل کلمہ ہے۔ اعیان ثابتہ، موجودات خارجیہ ملائکہ و ارواح وغیرہ ان میں سے ہر عین ثابت، ہر موجود خارجی، ہر روح کو کلمہ کہتے ہیں۔ چنانچہ اعیان ثابتہ کو کلمات معنویہ وعینیہ اور موجودات خارجیہ کو کلمات وجودیہ اور مجردات کو کلمات تامہ کہتے ہیں۔

کلمۃ الحضرت سے مراد حضرت رب العزت کی صورت ارادیہ کلیہ ہے اس آیۂ پاک اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

کنود شریعت میں تارک الفرائض کو اور طریقت میں تارک الفضائل کو کنود کہتے ہیں

کواکب الصبح سالک پر جو پہلی تجلی نور آلہی کی وارد ہوتی ہے اسے کواکب الصبح کہتے ہیں۔

کیمیا موجود اور حاضر شئے پر قناعت کرنا۔ نیز عشق اور نظر مرشد کامل کو بھی کیمیا کہتے ہیں اس لئے کہ ان سے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے۔

کیمیاء السعادت نفس کی بری صفات کو فنا کرنا اور صفات حمیدہ اسمیں پیدا کرنا۔
کیمیاء العوام۔ متاع دنیوی کے عوض متاع آخرت حاصل کرنا۔
کیمیاء الخواص۔ متاع دنیا و آخرت سے دل کو صاف کرنا اور خالص محبت حق سبحانہ سے دل کو معمور کرنا۔
کنار اسرار توحید میں مستغرق رہنا۔
کرامت عادت جاریہ نظام عالم کے خلاف کسی امر کا ظہور ہونا خرق عادت ہے اگر کسی نبی سے صادر ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اگر کسی ولی سے ظاہر ہو اسے کرامت کہتے ہیں اور غیر مسلم سے ہوئے استدراج کہتے ہیں
کون ہر موجود کو کون کہتے ہیں۔
کرسی مقام احکامات امر و نواہی کا نام ہے
کافر مراد اس سالک سے ہے کہ سراسر توحید میں اٹکا ہوا ہو اور ماسوا اللہ سے رُخ پھیر کر فنا ہوگیا ہو اور یہ پریشان احوال اور اعمال شخص بھی مراد لئے جاتے ہیں۔
کعبہ عبد کا رب سے واصل ہونے کا مقام کعبہ ہے۔
کوتاہ کردن زلف قیودات بشری اور اعتبارات غیریت کو اٹھا دینا
کشادن چشم سے مراد التفات اور دلسوزی کرنا ہے
کین۔ کینہ بندہ پر صفات قہری کا مسلط ہو جانا
کلبۂ احزان ایام غم۔ و زمانۂ ہجر کو کہتے ہیں
کنہہ ہر شئے کی ماہیت اور حقیقت کو کنہہ کہتے ہیں
کوہ قاف حقیقت انسانیہ کا نام ہے
کبر غرور و خودی نیز عاشق پر صفات قہریہ کا مسلط ہونا اور کبھی کبر اور کفر سے عالم لاہوت بھی مراد لیتے ہیں۔

گ

گبر وہ ہے جس نے دوئی اور خودی کو بالکل مٹا دیا اور توحید میں یک رنگ ہوگیا۔ کافر بچہ بھی اسے کہتے ہیں۔

گوہر معانی سے مراد اسمار و صفات حق سبحانہ تعالیٰ ہیں

گلزار اسرار الٰہی کے منکشف ہونے کا مقام ہے۔

گل لذت عرفان نتیجہ اعمال۔

ل

لاہوت ذات احدیت کو لاہوت اور مرتبہ صفات کو جبروت اور مرتبہ اسمار کو ملکوت کہتے ہیں اور بعض مرتبہ صفات و اسمار کو جبروت اور عالم ارواح کو ملکوت کہتے ہیں۔

لائح، لوائح، لائحہ لائح کے معنی لغت میں ظاہر ہونے والا۔ لوائح اس کی جمع ہے۔ صوفیا و کرام کے نزدیک لائح تجلی ذاتی کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں لائح وہ نور تجلی ہے جو سالک کے دل پر وارد ہو۔ اسے راحت و تسکین دے۔

لسان الحق حقیقت محمدیہ اور وجود با جود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لسان الحق ہے ؎

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد است　　آرے کلام حق بزبان محمد است

نیز وہ انسان کامل بھی جس کو فنائیت اسم متکلم کی حاصل ہے اور مظہریت اسم متکلم سے متحقق ہے۔ لسان الحق اور لسان الغیب کہلاتا ہے جیسے حضرت خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ صاحب دیوان،

لطائف ستہ یعنی چھ لطیفے یہ ہیں (۱) لطیفہ نفس یعنی تجلی نفس مقام اس کا ناف ہے (۲) لطیفہ قلب ہے۔ مقام اس کا عضو دل ہے جو سینہ میں بائیں طرف ہوتا ہے۔

(۳) لطیفہ روح ہے۔ مقام اس کا سینہ کے داہنی طرف ہے (۴) لطیفہ سِر ہے
مقام اس کا فم معدہ ہے (۵) لطیفہ خفی ہے مقام اس کا پیشانی ہے (۶) لطیفہ
اخفیٰ ہے مقام اس کا تالو سَر ہے۔ ان چھ لطیفوں کو اطوار ستہ بھی کہتے ہیں
ہر ایک لطیفہ کا خاص خاص ذکر ہے۔ حضرت نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کے یہاں ان
لطائف کا کھلنا سلوک میں ضروری ہے۔

لطیفہ ایک وجدانی کیفیت اور قلبی لذت ہے جس کو روح ادراک کرتی ہے لفظوں
میں اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کسی شئے کا مزہ

لطف تائید الٰہی اور تجلی جمالی کا نام ہے

لاشئی عدم حقیقی۔ عدم محض۔

لوح چار ہیں۔ ایک لوح محفوظ یعنی ذات کا علم اجمالی یہی حقیقۃ محمدیہ اور تعین اول اور
عقل اول اور کتاب مبین ہے اس کو لوح قضا بھی کہتے ہیں (دوسرے لوح قدر
یعنی ذات کا علم تفصیلی اس میں ان حقائق کلیہ (جو لوح محفوظ میں مجمل تھیں)
کی تفصیل ہوتی ہے۔ یہ ذات کا مرتبہ واحدیت ہے۔ تیسرے لوح مثال یعنی
عالم مثال ہے۔ جو کچھ اس عالم اجسام میں ہے سب کا نمونہ اس عالم مثال
میں پہلے قائم ہے اس کو سماء دنیا بھی کہتے ہیں۔ چوتھے لوح صور جزئیہ یعنی یہ
عالم شہادت ہے۔ بعض لوح قدر کو بھی لوح محفوظ کہتے ہیں

لُب وہ عقل ہے۔ جو تربیت یافتہ ہے نور نبوت سے اور منور ہے نور قدسی سے نیز
صفت حیات اور تجلی روحی کو بھی لُب کہتے ہیں۔

لُبّ اللُّبّ یہی نور قدسی ہے جس سے عقل منور ہوتی ہے۔ اور جس کے ذریعہ سے رموز
معرفت اور اسرار حقیقت منکشف ہوتے ہیں۔

لَبس صور عنصریہ اشکال جسمیہ ہیں کیونکہ حقائق روحانیہ اس لباس عنصری اور اس

جامہ جسمانی کو پہنکر ظاہر ہوئی ہیں ۔

لطیفہ انسانیہ یعنی حقیقت انسانیہ جس کو قلب کہتے ہیں اور فلسفی اسی کو نفس ناطقہ کہتے ہیں حقیقت میں یہ لطیفہ انسانیہ تنزل روح ہے ۔ لطائف سے مرتبہ کثافت یعنی نفس حیوانی کی طرف اسی وجہ سے حقیقۃ انسانیہ برزخ ہے درمیان روح اور نفس حیوانی کے لہذا لطیفہ انسانیہ حقیقۃ انسانیہ قلب کی دو طرف دو جہت ہوئیں ایک روح کی طرف دوسری نفس حیوانی کی طرف پہلی کو فواد ۔ دوسری جہت کو صدر کہتے ہیں ۔

لوامع سالک پر ابتدائی حالت میں انوار اس طرح وارد ہوتے ہیں کہ پہلے اس کی قوت متخیلہ دماغیہ پر روشن ہوتے ہیں ۔ پھر سالک ان انوار کو مثل چاند یا سورج یا تارے کے آنکھ سے دیکھتا ہے اور اپنے گرد ان کی روشنی پاتا ہے ان انوار کا نام لوامع ہیں کیونکہ بہت چمکدار ہوتے ہیں ۔ اور ان کا رنگ دو طرح کا ہوتا ہے ۔ سرخ ۔ سبز ۔ لوامع سرخ انوار قہریہ ہوتے ہیں جو سالک کے نفس کی تادیب کی غرض سے اس پر وارد ہوتے ہیں اور لوامع سبز انوار جمالیہ ہوتے ہیں جو سالک پر لطف و مہربانی کے طور پر وارد ہوتے ہیں اور بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ لوامع ہم معنی طوامع کے ہیں جن کا بیان حرف ط میں ہو چکا ہے ۔

لیلۃ القدر سالک سلوک پورا کر کے جب مقام عین الجمع میں پہنچتا ہے اور اس کا عرفان کامل ہو جاتا ہے تو اس وقت سالک پر ایک خاص تجلی ذات وارد ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مقام قرب کو پہچان جاتا ہے ۔

لقاء عاشق اور طالب کو یہ یقین ہو جانا کہ کسی خاص مظہر مثلاً انسان یا جملہ مظاہر میں وہی معشوق حقیقی جلوہ گر ہے لقاء عاشق بالمعشوق کہلاتا ہے ۔

لہو سالک کا یادِ حق سے غافل ہونا اور اعتبارات غیریت میں پھنسا رہنا لہو ہے بیت

غائب ز حق است لہوازان میگوید گم کردہ ہویت ہوا می جوید

لبِ لعل کلام معشوق کی لذت و ذوق اور اس کے باطنی معنی کو لب لعل یا لعل لب سے لعل لب مراد لیتے ہیں۔

لبِ شکریں وہ کلام ہے جو انبیاء علیہم السلام پر بذریعہ فرشتوں کے اور اولیاء کرام پر بذریعہ تصفیہ باطن کے نازل ہوتا ہے۔

لبِ شیریں حالت صحو میں رب کا عبد سے بے واسطہ کلام کرنا

لالہ عارف کا نتیجہ معرفت کا مشاہدہ کرنا

لاابالی ظلوم وجہول۔ شیر دل۔ حوصلہ مند بے باک۔ ناعاقبت اندیش جو دل میں آجائے کر گذرے اور تکالیف و مصائب کی پروا نہ کرے۔

م

مبداء و معاد۔ مبداء جائے آغاز۔ اور معاد جائے بازگشت ہے۔ وہی ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ مبداء ہے۔ جمیع موجودات کا سب کچھ اسی ذات سے شروع ہوا ہے اور وہی ذات اقدس معاد و مرجع ہے کل موجودات کا سب کچھ اسی ذات تک منتہی ہوتا ہے۔ اور شغل مبداء و معاد اسے کہتے ہیں کہ جس طرح ذات احدیت نے وحدت میں۔ وحدت سے واحدیت میں واحدیت سے عالم ارواح میں۔ عالم ارواح سے عالم مثال میں۔ عالم مثال سے عالم شہادت میں نزول فرمایا ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ عالم شہادت کو فنا کرکے مثال میں مثال کو فنا کرکے عالم ارواح میں۔ عالم ارواح کو فنا و محو کرکے واحدیت میں آسے فنا کرکے وحدت میں اس سے ترقی کرکے ذات احدیت میں عروج کرے

اور اسی میں محو و فنا ہوجائے اور حقائق آلہیہ کلیہ رجیسے بدیع۔ باعث وغیرہ کو مبدار کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اسمار رب ہیں۔ اور ان سے ہی حقائق کیانی کا ظہور ہے۔ وہ ان کے مربوب ہیں۔ ان کو معاد کہتے ہیں۔

شرح گلزار راز میں لکھا ہے کہ ہر شئے ایک اسم کا مظہر ہے اس کا مبدار معاد وہی اسم ہے لیکن انسان کامل مظہر جمیع اسمار کا ہے۔ اور عارف جمیع حقائق کا ہے

مقام سالک کا ہر ایک منزل کے لوازمات اور ہر اسم کو پورا ادا کرنا اور اس منزل کی روحانیت کا مالک ہوجانا اور اس میں ایسا مضبوط و ثابت قدم ہونا کہ تنزل کا خطرہ بھی نہ رہے بلکہ اس کے بعد اعلیٰ منزل میں ترقی کرے جیسے سالک کے واسطے یہ پانچ۔ صبر۔ قناعت۔ توکل تسلیم۔ رضا ابتدائی مقام ہیں چنانچہ سالک صبر میں پورا اور پختہ ہوکر قناعت حاصل کرتا ہے اور قناعت میں مضبوط ہوکر توکل میں اور توکل میں کامل ہوکر تسلیم میں۔ اور اس کے بعد رضا میں ترقی کرتا ہے اسی طرح سالک کے لئے منازل عروجی ہیں وہ سو ہیں۔ ننانوے منزلیں مطابق تعداد اسمار حسنیٰ کے تلوین کی ہیں۔ ہر ایک منزل سالک کو طے کرنی ہوتی ہے اور کسی منزل میں قیام نہیں کرتا بلکہ ہر ایک منزل سے آگے ترقی کرتا ہے۔ ان ننانوے منزلوں کے بعد مقام تمکین ہے وہاں پہنچکر سالک اقامت کرتا ہے۔ کیونکہ تمام منازل سلوک سے فارغ اور جملہ اعتبارات غیریت سے پاک ہوکر ذات سبحانہ میں مستغرق ہوجاتا ہے اور قطرہ عین دریا ہوجاتا ہے اسی کو مقام فقر و مقام غنی کہتے ہیں یہ انتہائی مقام ہے یہاں ایک حد سے گزر کر لامکان ولاحد کے میدان میں محو حیرت ہوجاتا ہے ماعرفناک حق معرفتک سے یہی اشارہ ہے۔

مُصقلہ یاد حق اور ذکر و شغل سے دل صیقل ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف ہے

ولکل شئی مصقلۃ ومصقلۃ القلب ذکر اللہ) اسی لئے ذکر وشغل کو مصقلہ کہتے ہیں۔

ملحد اس کی پانچ قسم ہیں (۱) ملحد شریعت جو عملاً اور اعتقاداً خلاف شرع ہو۔ اور بے لگام خلاف شرع باتیں کرے (۲) ملحد طریقت جو محبت دنیا میں مبتلا ہو خدا سے غافل ہو اور اپنے کو فقیر جانے اور فقیر کہلائے (۳) ملحد حقیقت جنے معبود حقیقی کو چھوڑ کر اپنی اغراض اور خواہشات کو معبود بنا یا ہو اور منہ سے حقیقت اور اسرار کی باتیں بنائے۔ (۴) ملحد معرفت جو معرفت سے ناآشنا ہو اور حجابات غیریت میں پھنسا ہوا ہو لیکن باتیں عرفان کی کرے۔ اور لوگوں سے اپنے کو عارف کہلائے (۵) ملحد وحدت جو توحید حقیقی سے بے بہرہ اور وحدت ذوقی سے ناآشنا ہو لیکن علمی توحید کے ڈینگ مارے اور صاحب حال لوگوں کی سی باتیں کرے اور کبھی ملحد اس کامل واکمل کو بھی کہتے ہیں۔ جس نے جملہ حجابات دوئی اور اعتبارات غیریت کا حقیقی طور پر انکار کیا ہو یعنی خودی وغیریت کو بالکل فنا کر دے۔

مسامرت رات کے وقت حق سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں مناجات کرنا اور کبھی محادثہ کے معنی میں بولتے ہیں اور بعض کہتے ہیں عارفین پر عالم اسرار وعالم غیب سے فیضان ہونا مسامرۃ ہے۔

محادثہ حق سبحانہ تعالیٰ کا کسی خاص صورت جسمانی میں اپنے بندہ سے خطاب کرنا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شجرہ سے ندا رحق آئی نیز سالک کی دعوات روزینہ کو بھی محادثہ کہتے ہیں چنانچہ نماز میں بندہ خدا سے اور خدا بندہ سے باتیں کرتا ہے۔

ملجا جائے پناہ وہ ذات حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ اور حصول مراد کا اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ واعتماد رکھنا بھی ملجا کہلاتا ہے۔

منجا جائے بازگشت وہ ذات حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور اوقات سے خلاصی پانے کو بھی منجا کہتے ہیں۔

ممکن الوجود۔ ماسوائے اللہ کو ممکن الوجود کہتے ہیں۔ اور کبھی ممکن الوجود خاص عالم مثال مراد ہوتا ہے۔

ممتنع الوجود دراصل تو ممتنع الوجود اُسے کہتے ہیں جس کا کسی طرح بھی وجود نہ ہو سکے یعنی ضد واجب الوجود۔ جیسے غیر حق اور شریک باری لیکن کبھی ممتنع الوجود سے مرتبہ روح بھی مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بے کیف ہے۔

موحد سالک تمام مراتب سلوک طے کر کے اور جملہ اعتبارات غیریت فنا کر کے اور اپنی ہستی و خودی مٹا کر جب ذات احدیت میں پہنچتا ہے۔ وہ اپنی ہستی اور جملہ موجودات اور حق سبحانہ تعالیٰ کو جانتا ہے ایک دیکھتا ہے اور عشق ذات میں مستغرق و محو رہتا ہے۔ لیکن با وجودان اعلیٰ وارفع مقامات حاصل ہونے کے فرق مراتب سے غافل نہیں ہوتا۔ البتہ کسی وقت وہ حالت طاری ہوتی ہے۔ جس کی طرف اس حدیث (لی مع اللہ وقت) میں اشارہ ہے اس حالت میں حق ہی ہے نہ عبد ہے نہ رب ہے نہ کوئی نسبت ہے موحد کا رتبہ عارف سے بلند ہوتا ہے۔

محبوب محبوب۔ معشوق صنم حقیقت محمدیہ ہے۔

مجاہدہ خواہشات نفس کو مٹانا اور اس کے خلاف کرنا

محقق وہ شخص ہے جس پر حقائق عالم منکشف ہوں اور اس کو علم لدنی حاصل ہو

محو محو صفات۔ فنافی الصفات ہونا محو ذات۔ فنافی الذات ہونا۔

مراقبہ حضوری قلب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی جناب میں دل سے حاضر ہونا کہ اس وقت کوئی خطرہ نہ آئے اگر آئے تو اسے دفع کرے شروع میں ایسا کرتے ہیں کہ

آنکھ بند کر کے سر جھکا لیتے ہیں۔ جب خوب مشق ہو جاتی ہے تو چشم بصیرت اور بصر ایک ہو جاتی ہے پھر آنکھ بند کرنے اور سر جھکانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مراقبہ کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) مراقبہ ناظرہ وہ یہ ہے کہ سالک یقین کرے کہ حق سبحانہ میری صورت پر ظاہر ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے افعال کا میں آلہ ہوں مخلوق پر فیضان الٰہی کا وسیلہ بھی سالک ہوتا ہے یہی لوگ مسند ارشاد کے وارث ہوتے ہیں۔ ان سے مخلوق کی حاجت روائی ہوتی ہے یہ قرب فرائض ہے جو فنا ذات عبد کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ (۲) مراقبہ حضوری یعنی سالک یقین کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھتا ہوں اسی کے کان سے سنتا ہوں۔ اسی کے پیر سے چلتا ہوں۔ یہ قرب نوافل ہے (۳) مراقبہ جمع یعنی سالک ذرہ ذرہ میں حق سبحانہ کا مشاہدہ کرے (۴) مراقبہ جمع الجمع یعنی خلق کو حق میں اور حق کو خلق میں دیکھے اور حق کو حق میں خلق کو خلق میں مشاہدہ کرے یعنی سالک حق اور خلق کو ایک دیکھے ایک جانے کسی قسم کی دوئی اور نسبت غیریت باقی نہ رہے۔

مطرب جس کے ذریعہ فیض معنوی حاصل ہوتا ہے۔

مکاشفہ کشف صغریٰ کو کہتے ہیں جس کا بیان حرف کاف میں ہو چکا ہے۔

معائنہ فناء الفناء ہے۔

مشاہدہ تجلیات حق کو بلا حجاب دیکھنا۔

معاینہ ذات بے چون و بے چگون کو بے کیف و بے جہت دیکھنا یعنی ذات کا عین ہو جانا ذات میں مل جانا۔ محو ہو جانا۔

معیت صوفیائے کرام کے یہاں یہ مسئلہ معیت مشہور مسئلہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وھو معکم اینما کنتم یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں ہو تم اس

لئے کہ ذات حق تعالیٰ سے اس کی صفات و اسمار کسی وقت بھی جدا نہیں ہیں اور جملہ کائنات اسمار و صفات کے ظہور کا ہی نام ہے۔ لہٰذا ذات جملہ موجودات کے ساتھ ہے۔

معرفت اس کی تین قسم ہیں۔ معرفت عقلی، معرفت علمی، معرفت کشفی (۱) معرفت عقلی یہ ہے کہ دلائل عقلیہ سے حق سبحانہ تعالیٰ کو پہنچانے۔ جیسے فلاسفروں نے پہچانا اور اس کے دلائل قائم کئے ہیں یہ معرفت بہت ناقص ہے۔ (۲) معرفت علمی یہ ہے کہ دلائل عقلیہ اور دلائل نقلیہ سے حق تعالیٰ کو پہچانے جیسے علمار متکلمین چونکہ دلائل نقلیہ انبیار علیہم السلام سے منقول ہیں اور جو دلائل عقلیہ ان کے مطابق ہیں یا جیسے علم کلام کی وہ فلسفیوں کے دلائل سے بہت قوی ہوتی ہیں اس لئے یہ معرفت علمی معرفت عقلی سے بہت قوی ہوتی ہے اور اس معرفت علمی سے راہ حق معلوم ہو جاتی ہے لیکن وصل بحق اس سے بھی نہیں ہوتا۔ جب تک کہ راہ سلوک طے نہ کرے (۳) معرفت کشفی معرفت حقیقی یعنی راہ سلوک طے کر کے اور آثار و صفات و ذات حق میں فنائیت حاصل کر کے حق کو پہچانے یہ معرفت علمی معرفت سے بھی اعلیٰ ہے اس سے عارف کامل ہوتا ہے یہ صوفیار کرام کا حصہ ہے جو ان کو متابعت و پیروی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے۔ صوفیار کرام نے اس معرفت کشفی کی تین قسم فرمائی ہیں (۱) معرفت افعالی یعنی سالک اپنے ارادے کو فنا کر کے ارادات اللہ پر جملہ افعال و آثار کا حصر کرے اور مشاہدہ کرے کہ جو آثار و افعال بظاہر خلق سے ظاہر ہوتے ہیں وہ سب کچھ حق تعالیٰ ہی سے صادر ہوتے ہیں (۲) معرفت صفاتی یعنی صفات کو مظہر ذات جانے اور مشاہدے کرے (۳) معرفت ذاتی یعنی سالک فنافی الذات ہو جائے اور جملہ موجودات کو عین ذات حق معائنہ کرے یہ درجہ معرفت کا سب

درجوں سے اعلیٰ وارفع ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ملامتی حرف قاف قلندر کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے

منشاء الکثرات مرتبہ واحدیت کا نام ہے کیونکہ تفصیل اسماء وصفات اور کثرت یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

مکنون المکنون ذات احدیت گنج مخفی کو کہتے ہیں۔

موت اختیاری سالک کا اپنی ہستی اور خودی کو مٹا کر فنافی الذات ہو جانا۔

موت احمر خواہشات نفسانی۔ لذات جسمانی۔ صفات حیوانیت کا مارنا اور نفس کے خلاف جہاد کرنا

موت ابیض نفس کو بھوک سے مارنا یعنی بہت کم بقدر قوت لایموت کھانا اس سے صفت حیوانیت اور جسمانی لذات مرجاتی ہیں اور قلب منور ہو جاتا ہے چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اندرون از طعام خالی دار تا در و نور معرفت بینی

چونکہ اس سے دل روشن ہوتا ہے اور نورانیت پیدا ہوتی ہے اسلئے اسکو موت ابیض کہتے ہیں۔

موت اخضر یعنی گدڑی۔ پرانا اور کم قیمت موٹا جھوٹا لباس پہننا اور عمدہ لباس کی خواہش کو مارنا اور لباس کے بارہ میں نفس کے خلاف کرنا اس سے بھی درویش میں نورانیت قناعت کی پیدا ہوتی ہے اور درویش باطن میں سرسبز ہوتا ہے

موت اسود یعنی خلق کی جفا کفا اٹھانا اور اس سے بددل نہ ہونا بلکہ اسے صبر اور خوشدلی سے برداشت کرنا۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب سالک جملہ افعال وآثار کو یہ سمجھے کہ سب خدا کی طرف سے ہے اور فنافی الذات ہو جائے اور ذات بحت سواد اعظم میں فنا ہو جائے اسی لئے اس کو موت اسود کہتے ہیں۔

ممکن عالم ارواح عالم مثال عالم اجسام کو ممکنات کہتے ہیں۔

مظہر اتم وجود باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

مجذوب وہ ہے کہ جس پر جذبہ الٰہی ایسا طاری ہو کہ ایک آن میں اُسے واصل بحق کردے اور تمام مقامات عروج بلاکسب ومجاہدہ اس کے طے ہوجائیں اور وہ مستغرق ومحو ذات ہوجائے اور اس عالم سے بالکل بے خبر ہوجائے اور بحر عشق دریائے توحید میں مست وبیخود ہوجائے اس وجہ سے ان پر قانون شریعت نافذ نہیں ہوتا ہے ہمیشہ یہ حالت سکر میں رہتے ہیں اور مقام بقا وبعد الفنا میں نہیں آتے اور صحو بعد المحو اور جمع الجمع میں ورود نہیں کرتے اسی لئے یہ ناقص رہتے ہیں اور محققین صوفیا ان کو کامل نہیں مانتے کیونکہ کمال یہ ہے کہ بعد فنائیت کے خلق کی طرف نزول کرے اور مقام عبدیت میں آئے جو سب سے ارفع مقام ہے تاکہ خلق کو نفع پہنچائے اور جانشین ووارث ختم الانبیا صلعم بنے

محبوبیت ولایت کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے یعنی حب ذاتی مرتبہ وحدت کیونکہ سالک ترقی وعروج کرکے جب مرتبہ وحدت یعنی حقیقت محمدیہ میں پہنچتا ہے تو مرتبہ محبوبیت پاتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ اس کا عاشق ہوتا ہے اور وہ محبوب کہلاتا ہے

موجود موجود حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور جملہ کائنات موجود اضافی ہیں جو وجود حق سبحانہ سے موجود ہیں ۔

مشتاق مرید صادق کو کہتے ہیں ۔

مطلق الغناء ذات بحت جو غنی ہے تمام عالمیان سے

مقصود مطلوب حق سبحانہ تعالیٰ ہے

مرأۃ علم الٰہی کو کہتے ہیں ۔

مصباح سے روح مراد ہے کیونکہ اس سے جسم کثیف روشن اور زندہ ہوتا ہے ۔

مجاز حقیقت ذات حق تعالیٰ ہے اور جملہ مراتب ظہور مجاز ہیں یعنی اعیان ثابتہ

صور علمیہ سے لے کر عالم اجسام تک جملہ مراتب نزول ذات کو مجاز کہتے ہیں کیونکہ سب کا ظہور اور وجود ذات حق تعالیٰ سے ہے۔

منزلیں منزلیں چار ہیں (۱) ناسوت (۲) ملکوت (۳) جبروت (۴) لاہوت یعنی سالک منزل ناسوت یعنی عالم اجسام کو فنا کر کے منزل ملکوت یعنی عالم مثال میں اور اسے فنا کر کے منزل جبروت میں یعنی عالم ارواح میں اور اسے فنا کر کے منزل لاہوت میں پہنچتا ہے منزل لاہوت ذات کے تینوں مراتب داخلی یعنی واحدیت وحدت۔ احدیت کا نام ہے۔ واضح رہے کہ سالک جب منزل ناسوت طے کرتا ہے تو ماسوائے اللہ کو دل سے بھلا دیتا ہے اور منزل ملکوت میں جا کر ہمہ وقت یاد حق میں مشغول و مصروف رہتا ہے اور منزل جبروت میں اپنی ہستی و خودی و انانیت کو فراموش کر دیتا ہے اور منزل لاہوت میں سالک کی نظر ذات حق سبحانہ تعالیٰ پر رہتی ہے۔

مے وہ ہے کہ سالک کے دل پر عالم باطن سے ایسا ذوق وارد ہو جو اس کی طلب اور عشق کو بڑھا دے نیز محبت و عشق الٰہی کو بھی مے کہتے ہیں۔

ماسک ممسوک بہ ممسوک لاجلہ ان سے مراد انسان کامل ہے جملہ نظام عالم کا دار و مدار اسی پر ہے اور سب کچھ اسی کے لئے ہے۔

ماء القدس سے مراد علم لدنی ہے وہ ایک مقدس اور نورانی علم ہے جس سے سالک منور ہو جاتا ہے۔ اور کثافت جسمانی اور وحدت سے پاک ہو کر تجلی حقیقی ذاتی اور نور قدم سے مزین ہو جاتا ہے۔

مبادی النہایات فریضہ عبادت کو کہتے ہیں یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ یہ چاروں فرائض بندے کو انتہائی کمال تک پہنچا دیتے ہیں چنانچہ نماز قرب حق اور واصل ذات ہوتا ہے الصلوٰۃ معراج المومنین اسی کی طرف اشارہ ہے

اور روزہ سے کثافت جسمانی ولذات بشری دور ہوتی ہیں اور فنائیت ذات حق سبحانہ حاصل ہوتی ہے۔ حدیث قدسی الصوم لی وانا اجزی بہ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں ہوں اور زکوٰۃ سے ماسوائے اللہ کی الفت زائل ہوکر حق سبحانہ تعالیٰ سے خلوص ومحبت پیدا ہوتا ہے اور حج سے مقام لقا بعد الفنا حاصل ہوتا ہے۔

مبنی التصوف یعنی تصوف کی بنا وہ تین خصلتیں ہیں جو حضرت ابومحمد رویم قدس سرہ نے بیان فرمائی ہیں (۱) اختیار کرنا فقر وافتقار کا (۲) ہمیشہ بذل وایثار کرنا (۳) تعرض اختیار کرنا

متحقق بالحق وہ سالک کامل ہے جو مشاہدہ کرے حق سبحانہ کا ہر ذرہ میں اور اس ذات مطلق کو ہر مقید کا عین دیکھے۔

متحقق بالحق والخلق وہ سالک کامل واکمل ہے جو فنا فی اللہ ہوکر بقا باللہ میں متمکن ہے اور حق کو خلق میں اور خلق کو حق میں مشاہدہ کرتا ہے۔

محابی کلیہ، مطالع، منصات ان تینوں الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی مفاتیح غیب غیب کی کنجیاں جن کے ذریعہ سے علم باطن کے دروازہ کھل جاتے ہیں اور جملہ حجابات اٹھ جاتے ہیں یہ محابی ومطالع پانچ ہیں (۱) مطلع عالم شہادت ہے وہ یہ سالک کو کشف صغری حاصل ہو اور اس پر مدبرات عالم کونیہ وعجائبات عالم مثال منکشف ہوجائیں اس کے بعد (۲) مطالع عالم ملکوت ہے یعنی سالک پر مدبرات سماویہ واسرار عالم ربوبیت منکشف ہوجائیں اس کے بعد (۳) مطلع عالم جبروت ہے یعنی اسرار عالم جبروت وارواح قدسیہ سالک پر ظاہر ہوجائیں اس کے بعد (۴) مطلع برزخیہ اولی ومقام قاب قوسین ومجمع بحرین وحضرت جمعیتہ اسمار الٰہیہ ہے یعنی سالک مرتبہ واحدیت ووحدت میں ترقی کرے

اس کے بعد (۵) مطلع ذات ہے یعنی سالک مقام اوادنی وحقیقۃ الحقائق میں
پہنچے اور مرتبہ احدیت میں ترقی کرے یہ مطلع سب سے اعلیٰ وارفع ہے

مجالی اسماء فعلیہ سے مراد مراتب کونیہ واجزاء وافراد عالم ہیں۔

مجمع البحرین سے مراد مرتبہ وحدت یعنی حقیقۃ محمدیہ ہے۔ کیونکہ بحر امکان وبحر وجوب
اس میں مجتمع ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد مرتبہ واحدیت ہے کیونکہ
اس میں بحر حقائق الہیہ اور دوسرا بحر حقائق کیانیہ مجتمع ہیں۔

مجمع الاہوا سے مراد جمال مطلق ہے

مجمع اضداد سے مراد ہویت مطلقہ وذات بحت ہے۔ کیونکہ جملہ مختلف عالم اسی سے ہیں

محبت اصلیہ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنی محبت بلا اعتبار کسی امر زائد کے

محفوظ وہ شخص ہے جو حق سبحانہ کی حفظ وامان میں ہو ایسا شخص تسلیم ورضا میں پختہ ہوتا ہے
اور اس سے کوئی فعل خلاف احکام الٰہی سرزد نہیں ہوتا۔

محو ارباب الظواہر یعنی پیروی احکام الٰہی میں کمربستہ رہنا اور صفات ذمیمہ سے بچنا
اور اخلاق حمیدہ سے مزین ہونا۔

محو ارباب السرائر۔ وہ لوگ ہیں جو صفات بشری سے پاک ہو کر متصف بصفات اللہ
ہو جائیں اور ان پر اسرار الٰہی رموز معرفت وحقیقت منکشف ہو جائیں۔

محو الجمع محو الحقیقی کثرت کو وحدت میں فنا کرنا۔

محو العبودیتہ یعنی عبد اور عبودیت دونوں معدوم ہیں اس لئے کہ بجز ذات حق کے
محو عین العبد کوئی شئے موجود نہیں ہے ؏ بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست
اور یہ سب کچھ جو موجود ہے بلا کم وکاست وہی ذات حق ہے وہی خالق
ہے وہی معبود ہے باعتبار اطلاق کے اور عابد ومخلوق ہے باعتبار تعین
کے سالک جب اعتبارات غیریت کو اٹھا دیتا ہے تو اس پر یہ بھید کھلتا ہے

اس آیۂ پاک (وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی) میں اسی نفی عبد اور نفی عبودیت کی طرف اشارہ ہے۔

محق سے مراد سالک کا اپنی ہستی و وجود کو ذات حق میں فنا کرنا ہے اور محو سے سالک کا اپنے افعال کو افعال حق میں فنا کرنا ہے اور طمس سے صفات عبد کو صفات حق میں فنا کرنا مراد ہے۔

محاضرہ سالک کا حق تعالیٰ سے حضور قلب کے ساتھ استفادہ حقائق اسمائیہ حاصل کرنا۔

محاذات ماسوائے اللہ سے منقطع ہو کر حق سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں حضوری حاصل کرنا۔

مخدع قطب الاقطاب یعنی غوث کا ایک خاص مقام اور اعلیٰ مرتبہ ہے۔

مراتب کلیہ چھ ہیں (۱) مرتبہ وحدت یعنی تعین اول حقیقت محمدیہ۔ (۲) مرتبہ احدیت (۳) عالم ارواح (۴) عالم مثال (۵) عالم ملک جس کو عالم اجسام عالم شہادت بھی کہتے ہیں (۶) عالم انسان کامل یہ جامع ہے جمیع مراتب کا۔ بعض صوفیاء اس طرح چھ گنتے ہیں کہ (۱) مرتبہ اول ذات احدیت (۲) مرتبہ ثانی وحدت (۳) مرتبہ واحدیت (۴) عالم ارواح (۵) عالم مثال (۶) عالم اجسام تنزلات ستہ بھی ان کو کہتے ہیں۔ حرف تا تعین کی بحث میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ (۱) مرتبہ ذات احدیت (۲) مرتبہ حضرت واحدیت (۳) مرتبہ ارواح مجردہ (۴) مرتبہ نفوس عالمہ کہ عالم ملکوت و عالم مثال ہے (۵) عالم ملک عالم شہادت ہے (۶) مرتبہ کون جامع یعنی انسان کامل اور مرتبہ وحدت کو احدیت میں شمار کیا ہے بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ مراتب کلیہ آٹھ ہیں (۱) عالم ملک (۲) عالم ملکوت (۳) عالم جبروت (۴) عالم

اعیان ثابتہ (۵) اسماء الٰہیہ (۶) صفات سبحانیہ (۷) مرتبہ وحدت (۸) ذات احدیت۔

مرأة الوجود / **مرأة الحضرت** شیون ذاتیہ یعنی صور علمیہ جو مرتبہ واحدیت میں متمیز ہیں انہیں کے مطابق ذات حق سبحانہ عالم اجسام میں ظہور ہوتا ہو گویا حق سبحانہ عالم اور موجودات خارجیہ معلوم اور صور علمیہ بمنزلہ آئینہ کے ہیں اسلئے انکو مرأت الوجود اور مرأت الحضرت کہتے ہیں

مرأة الکون وجود حق سبحانہ تعالیٰ ہے اس لئے کہ اکوان و اوصاف و افعال اکوان سب کچھ اسی وجود حقانی میں ظاہر ہوتے ہیں اور وجود حقانی بسبب ظہور اکوان کے ان میں پوشیدہ ہے جس طرح دیکھنے والے کی نظر میں بوجہ ظہور عکس کے آئینہ نہیں آتا۔ گویا وجود حق سبحانہ تعالیٰ آئینہ ہے جملہ موجود کا

مرأة الحضرتین سے مراد انسان کامل ہے کیونکہ انسان کامل مظہر حضرت وجوب اور حضرت امکان کا اور جامع جمیع مراتب وصفات، واسماء الٰہیہ کا ہی اسی لئے اسکو مرأة الٰہیہ بھی کہتے ہیں۔

مسالک جوامع الذاتیہ یعنی سالک کا اسماء ذاتیہ حق سبحانہ کے ذکر و شغل میں مشغول ہونا جیسے اسم قدوس، سبوح، سلام، علی، حق۔ یہ ذکر سب سے افضل ہے اس سے عشق ذات حق سے اور فنائیت ذات حق میں حاصل ہوتی ہے اور دیگر اسماء الٰہیہ جو صفاتی ہیں جیسے علیم وقدیر۔ رزاق سمیع و بصیر وغیرہ ان کے ذکر و شغل سے فنائیت صفاتی و فعلی حاصل ہوتی ہے۔

مستوی الاسم الاعظم یعنی ذات حق سبحانہ تعالیٰ کی جس میں سمائی ہے اور جس میں اس ذات پاک کا پورا اور مفصل و مشرح ظہور ہے وہ قلب ہے انسان کامل کا۔

مستوی المعرفت سے مراد مرتبہ واحدیت ہے کیونکہ اسمیں جمیع اسماء حق سبحانہ کی تفصیل ہے

مستہلک وہ طالب حق اور عاشق ذات ہے جس نے دوئی و اپنی خودی و جملہ اعتبارات

واضافات کو مٹاکر بالکل مستغرق و فانی فی الذات ہوگیا۔

مستریح وہ عارف کامل ہے جس پر قضا و قدر کے اسرار منکشف ہیں وہ ہونے اور نہ ہونے والی باتوں کو پورے طور سے جانتا ہے۔ اس لئے اسے ہونے والی بات کا انتظار تکلیف نہیں دیتا۔ اور نہ ہونے والی بات سے اسے کچھ غم نہیں ہوتا۔ لہذا وہ مطمئن ہوتا ہے۔ اور آرام سے رہتا ہے۔

مشارق الفتح تجلیات اسمائیہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ تجلیات ذات کی مفتاح کنجی ہے سالک پر اس کے بعد تجلیات ذات منکشف ہوتی ہیں۔

مشارق شمس الحقیقۃ تجلیات ذات کا نام ہے۔

مشرف الضمائر وہ شخص ہے جس کو اللہ کے اسم باطن کی فنائیت حاصل ہے اس پر لوگوں کی ضمیر یعنی دل کی بات منکشف ہوتی ہے لہذا وہ سب کے بات جانتا ہے۔

مضاہات بین الشیون الحقائق یعنی حقائق کونیہ مترتب ہیں حقائق اسمائیہ الٰہیہ پر۔ اور یہ حقائق اسماء الٰہیہ مترتب ہیں شیون ذاتیہ پر۔ لہذا اکوان ظل ہیں حقائق اسماء الٰہیہ کے اور حقائق اسماء الٰہیہ ظل ہیں شیون ذاتیہ کے۔

مضاہات بین الحضرات والاکوان یعنی اکوان مترتب ہوتے ہیں حضرات ثلثہ (۱) حضرت وجوب (۲) حضرت امکان (۳) حضرت جامع وجوب و امکان) پر لہذا عالم اکوان میں سے جس شئے کی نسبت حضرت وجوب سے زیادہ ہوگی وہ بہت لطیف ہوگی جیسے ملائکہ۔ ارواح افلاک اور جس کی نسبت حضرت امکان سے زیادہ ہوگی۔ وہ کثیف ہوگی۔ جیسے عنصریات اور مرکبات عنصریات آگ پانی مٹی ہوا جمادات۔ نباتات۔ حیوانات اور جس کی نسبت حضرت جامع سے زیادہ ہوگی وہ انسان ہے۔

اب انسان میں سے جس کا میلان حضرت امکان کی طرف زیادہ ہوگا اور اس میں کثافت امکانیہ بہت ہوگی وہ کافر ہوگا اور جس کا میلان حضرت وجوب کی طرف بہت ہوگا اور اسمیں لطافت وجوبیہ غالب ہوگی وہ انبیاء علیہم واولیاء کرام میں سے ہوگا اور جس کا میلان وجوب وامکان کی طرف قریب قریب مساوات کے ہوگا وہ عام مومنین سے ہوگا۔

مطالعہ سالک کو توفیق آلہی کا حاصل ہونا۔ اور شروع مشاہدہ کو بھی مطالعہ کہتے ہیں

مطلع تلاوت قرآن شریف کے وقت سالک پر تجلی حق کا وارد ہونا۔ روایت ہے کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادق نماز میں بیہوش ہو کر گر پڑے لوگوں نے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ ایک آیت کا ذوق سے تکرار کر رہا تھا تو میں نے وہی آیت حق سبحانہ تعالیٰ سے سُنی اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس وقت حضرت امام موصوف کی زبان مثل شجر موسیٰ علیہ السلام کے تھی جس میں سے ندا انی انا اللہ آئی۔ نیز حضرت امام موصوف علیہ الرضوان فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام میں واسطے اپنے بندوں کے تجلی کی ہے لیکن وہ نہیں دیکھتے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ما من ایۃ الا ولہا ظہر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور ہر حرف کی حد ہے اور ہر حد کا مطلع ہے اگرچہ ہر شئے مشہود حق کا مطلع ہے لیکن اس حدیث میں آیت قرآنی کی تجلی حق کو مطلع فرمایا گیا ہے اس لئے صوفیائے کرام نے اپنی اصطلاح میں اسی کا نام مطلع مقرر کر دیا ہے۔

مَعالِمِ اَعلامِ الصفات یعنی نام بنام صفات کے ظاہر ہونے کے نشانات اور جائے ظہور وہ اعضا ہیں جیسے آنکھ کان زبان وغیرہ صفت بصر کا ظہور و نشان آنکھ

صفت سماعت کا کان، صفت تکلم کا زبان۔

معلم اوّل: آدم علیہ السلام ہیں بموجب اس آیت پاک (انبئھم باسماءھم) اے
معلم ملک: آدم خبردار کران فرشتوں کو ناموں سے) کیونکہ ملائکہ کو آدم علیہ السلام نے
اسماء الٰہیہ کی تعلیم فرمائی یہ تعلیم سب سے پہلی تعلیم ہے اس کے بعد سے سلسلۂ تعلیم
جاری ہوا ہے۔

مغرب الشمس: سے مراد ذات حق سبحانہ کا تعینات میں پوشیدہ رہنا اور روح کا جسم میں
پوشیدہ رہنا ہے۔ گویا ذات حق سبحانہ اور روح بمنزلہ شمس اور مغرب یعنی جاء
غروب تعینات اور اجسام ہیں۔

مفتاح سر القدر: سے مراد یہ ہے کہ ازل ہی میں اعیان ممکنہ مختلف الاستعداد ہیں۔
پھر اسی استعداد کے مطابق خارج میں انکا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

مفتاح اول: یعنی تمام اشیاء جو نفس الامر میں ہیں ذات حق میں مندرج ہیں جس طرح
تمام درخت مع پھل پھول برگ و شاخ وغیرہ تخم میں مندرج ہے اور یہاں
ان اشیاء کا نام حروف اصلی ہے۔

المفیض: حضرت سرور کائنات علیہ السلام ایک اسم ہے کیونکہ حق سبحانہ کے نور ہدایت کا
فیضان مخلوق پر آپ ہی کے وسیلہ سے ہوتا ہے نیز فیضان وجود حقانی بھی
جملہ موجودات پر حقیقت محمدیہ کے ہی وسیلہ سے ہوا ہے۔ لولاک لما خلقت
الافلاک اس کی دلیل ہے۔

مقام تنزل رحمانی: سے مراد نفس رحمانی یعنی مرتبہ واحدیت ہے۔

مکانت: سب سے اعلیٰ اور ارفع منزل کو مکانت کہتے ہیں اور کبھی اس سے مقعد صدق
مراد لیتے ہیں۔

مکر: معشوق کا عاشق پر اپنی یکتائی ظاہر کرنا اور اپنی بے مثال خوبی پر مغرور ہونا کبھی

یہ بطریق لطف ہوتا ہے۔ اس سے عاشق پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے اور کبھی بطریق قہر و جلال ہوتا ہے اس سے عاشق کو اپنی بے بضاعتی اور بیکسی محسوس ہوکر یہ حاصل ہوتا ہے کہ میں اور میری خدمت کچھ نہیں بدُون توجہ و فضل و کرم معشوق کے کچھ بن نہیں آسکتا۔ اس حالت میں ماسوائے اللہ سے بیزار اور محو معشوق ہو جاتا ہے اور کبھی مکر سے فریب و استدراج بھی مراد لیتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا نافرمان و بے ادب بندہ کو نعمتیں عطا فرمانا۔ اور اس سے کرامت ظاہر کرنا

ملک عالم شہادت یعنی عالم اجسام کا نام ہے۔

ملکوت بعض عالم ارواح کو اور بعض مرتبہ اسماء کو ملکوت کہتے ہیں

مالک الملک حق سبحانہ تعالیٰ ہی سزا و جزا دینے والا ہے وہی مالک الملک ہے۔

محمد الیہم حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اس لئے کہ باعث ظہور ذات و تخلیق خلق آپ ہی کی ذات باکمال ہے چنانچہ ارشاد ذوالجلال ہے لولاک لما خلقت الافلاک و نیز تمام عالم کے لئے آپ ہی کی ذات مقدس چراغ ہدایت ہے حضور اکرم علیہ السلام کے وسیلہ ہی سے جملہ عالمیان کو نور ہدایت عطا ہوتا ہے۔

مناصفہ حق سبحانہ تعالیٰ اور خلق کے ساتھ حسن معاملہ رکھنا یعنی حقوق الٰہی اور طاعات الٰہی میں خلوص و محبت سے مصروف رہنا اور حقوق العباد کو پورے طور سے ادا کرنا

منہج اوّل ذات احدیت کا مرتبہ تفصیل اسماء و صفات میں نزول فرمانا یعنی مرتبہ واحدیت میں ظہور کرنا منہج اول ہے۔

منقطع وحدانی سے مراد حضرت جمع ہے جہاں غیر کا کوئی اثر اور دخل نہیں اور جملہ اعتبارات و مراسم یہاں منقطع ہیں اسے عین الجمع و حضرت وجود و منقطع الاشارہ

بھی کہتے ہیں۔

منتہی المعرفۃ | یہ سب نام مرتبہ واحدیت کے ہیں۔ وحدت ذاتیہ یعنی تعین اول سے نزول
منشاء السوی | ہوکر مرتبہ واحدیت بنا ہے اس لئے منہج اول نام ہوا۔ اور تفصیل اسماء و
منزلۃ التدلی | صفات یہیں ہوتی ہے اور صور علمیہ اعیان ثابتہ یہیں متعین و متمیز ہوتی
منزلۃ التدانی | ہیں۔ اس لئے منشاء السوی اور منبعث الجود نام ہوا۔ اور حق سبحانہ
منہج اول | تعالیٰ اسی مرتبہ واحدیت میں نزول فرماکر حق الاشیاء میں جلوہ گر ہوکر
منبعث الجود | صور خلق کے قریب ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وحدت سے صور علمیہ اعیان
ثابتہ اس مرتبہ واحدیت میں متعین ہوتی ہیں اور پھر اعیان ثابتہ سے عالم ارواح بنتا ہے ارواح سے مثال مثال سے اجسام اس لئے اس کا نام منزلۃ التدلی ہوا۔ اور اسی مقام میں خلق حق سبحانہ تعالیٰ کے قریب ہوتی ہے کیونکہ اس کے بعد ذات بحت ہے۔ جملہ مراتب صفات و اسماء یہاں ختم ہیں جب سالک عروج کرکے مرتبہ واحدیت میں پہنچتا ہے تو حق سبحانہ کے قریب ہوجاتا ہے۔ اس لئے منزلۃ التدانی و منتہی المعرفت کہتے ہیں۔

مناسبت ذاتیہ | یعنی عبد اور رب میں مناسبت اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلمت کثرت
درمیان حق و عبد | عبد پر نور وحدت حق سبحانہ غالب ہوجائے یعنی جملہ یا بعض
صفات عبد و احکام تعین و کثرت جملہ یا بعض احکام وجوب و وحدت حق تعالیٰ سے متاثر ہوجائیں۔ دوسرے یہ کہ عبد صفات بشریت و عبدیت کو فنا کرکے تمام یا بعض صفات و اسماء حق تعالیٰ سے متصف ہوجائے جس عبد میں دونوں صورتیں مناسبت کی جمع ہوں وہ کامل واکمل ہے۔ اور جس میں صرف پہلی صورت ہو وہ عبد محبوب و مقرب ہے اور دوسری صورت بلا اول کے حاصل ہی نہیں ہوسکتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس عبد پر جس قدر احکام وجوب

کا غلبہ ہوگا۔ (صورت اول میں)، یا جس عبد نے جس قدر صفات و اسماء حق میں فنائیت حاصل کی ہوگی (یہ صورت ثانی میں) اتنا ہی وہ اعلیٰ و ارفع ہے

مُہیمون وہ ملائکہ ہیں جو شہود جمال حق میں ایسے مستغرق ہیں کہ ان کو ماسوائے اللہ کی کچھ خبر نہیں ہے۔ ان کو کروبین بھی کہتے ہیں۔ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ حق تعالیٰ نے کیا کیا عالم بنائے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ ملائکہ سجدۂ آدم علیہ السلام سے مستثنیٰ تھے ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ آدم کیا ہے اور کب پیدا کیا گیا ہے۔

میزان وہ عدل الٰہی ہے جس کے ذریعہ سے نیکی بدی، صفات حمیدہ و ذمیمہ، حق و باطل میں تمیز کی جاتی ہے اور یہ عدل الٰہی ظل وحدت حقیقت محمدیہ ہے جب تک انسان سلوک تمام کر کے مرتبہ احدیت الجمع مع الفرق یعنی حقیقۃ علی صاحبہا السلام تک نہ پہنچے گا۔ یہ عدل الٰہی اسے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ظلمت معصیت و نورانیت حسنات نظر بصیرت سے نہیں دیکھ سکتا اسی لئے اس کو حق الیقین کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ نہیں جانتا کہ ارکان شریعت کے روحانی فوائد کیا ہیں۔ صبح کی دو سنت سے کیا ہوتا ہے ظہر کے چار فرض سے انسان کی کیا ترقی ہوتی ہے۔ مغرب کے تین فرض اسے کہاں پہنچاتے ہیں تیمم سے کیونکر پاک ہو جاتا ہے۔ مسح قائمقام دھونے کے کیسے ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جملہ احکام شریعت و طریقت و رموز معرفت و اسرار حقیقت وغیرہ۔ اس بیان سے دو امر ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ علم شریعت و علم حقائق یعنی طریقت، معرفت، حقیقت میں وہی انسان کامل مجتہد اور قابل تقلید ہو سکتا ہے جو سلوک پورا کر کے حقیقت محمدیہ میں پہنچے۔ اور فنافی اللہ ہو کر باقی باللہ ہو جائے اور عین ذات حق سبحانہ تعالیٰ ہو کر ذات ہی کی طرف تعینات میں نزول کرے اور ذرہ ذرہ میں جلوہ گر ہو اور متوجہ الی الخلق ہو

تاکہ خلق کو ہر قسم کا فائدہ پہنچے۔ جیسے حضرات صحابۂ کرام وائمہ اربعہ و پیران سلاسل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ یہ پاک ہستیاں مخلوق کیلئے حضرت باری میں وسیلہ ہیں اور وارث خاتم النبین علیہ السلام ہیں علم لدنی سے مالامال ہیں۔ نور نبوت سے منور ہیں۔ علم ظاہری و باطنی سے مزین ہیں۔ دوسرے یہ کہ محض علم ظاہری اجتہاد علم شریعت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تمام ان اشخاص (جن کو علم ظاہری نہیں ہے۔ یا علم ظاہری ہے مگر علم باطنی و علم لدنی حاصل نہیں ہے) پر ان حضرات کی تقلید فرض ہے شریعت میں بھی اور طریقت میں بھی۔ یہ موٹی بات ہے ہر شخص کا دل مانتا ہے کہ دنیاوی معاملات میں ہر ناواقف۔ واقف کار کے کہنے پر نہ چلے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شریعت یا طریقت میں ناواقف بھی ہو اور اس راہ مستقیم کے تجربہ کاروں کی بات کو بھی نہ مانے اور امید فلاح وبہبود رکھے۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

یہاں ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے وہ یہ کہ یہ حضرات علیہم الرضوان مظہر اسم ہادی ہیں۔ بعض ان میں سے اپنی تکمیل کے بعد بارادہ برائے خدمت خلق ہدایت عامہ یعنی تفقہ فی الشریعت کی طرف زیادہ متوجہ ہوئے اور نور نبوت کی روشنی سے مسائل جزئیہ شریعت کے قرآن وحدیث سے استخراج کئے اس لئے کہ سب سے پہلا فرض یہی ہے بلا شریعت کے طریقت معرفت حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور اس میں ایسے ممتاز ہوئے کہ مسائل شریعت میں کبار اولیاء کرام نے بھی ان کی تقلید کی۔ جیسے حضرات ائمہ اربعہ علیہم الرضوان۔ اکابر اولیاء جیسے حضرت غوث الاعظم۔ حضرت خواجہ نقشبند حضرت خواجہ سہرورد۔ حضرت خواجہ اجمیر علیہم الرضوان۔ باوجود خود مجتہد شریعت

ہونے کے انہیں ائمہ اربعہ کے دائرہ اجتہاد میں منسلک رہے ۔ حضرت بابا صاحب شکر گنج علیہ الرحمۃ فخر کرتے ہیں کہ ہم مذہب امام ابو حنیفہ میں ہیں ۔ اللہ اللہ ان حضرات ائمہ اربعہ کا ہدایت عامہ میں کیسا بلند مرتبہ ہے مظہریت اسم ہادی میں کیسا ارفع مقام ہے ساری و نافذ ہے جملہ اہل اسلام پر ۔ عوام الناس اور علماء ظاہری پر ان کی تقلید فرض ہے اور اولیاء کرام نے بھی ان کی تقلید کو احسن سمجھا ۔ جو ان سے روگردانی کرے گا بیشک وہ شریعت محمدی سے بہت دور جاکر گریگا ۔ اور بعض ان میں با مر اللہ ہدایت خاصہ یعنی طریقت معرفت حقیقت کی طرف زیادہ متوجہ ہوئے وہ سلسلہ بیعت و ارشاد میں ممتاز ہوئے ۔ اور بندگانِ خدا کی تکمیل باطنی میں مصروف رہے اور مجاہدات و ریاضات و اوراد ۔ ذکر و شغل کے خاص خاص طریقہ بذریعہ نبوت قرآن و حدیث سے استخراج کر کے مکمل کئے ۔ جیسے حضرت جنید بغدادی حضرت بایزید بسطامی ۔ حضرت امام غزالی ۔ حضرت ابن عربی و سر سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ و سہروردیہ علیہم الرضوان

اور بعض جامع دونوں ہدایتوں کے ہوئے ہیں ۔ اسی طرح صحابہ کرام و تابعین کے دور میں بھی ہوا ہے یہ حضرات وصول الی اللہ میں وسیلہ ہیں واصل بحق ہونا سب سے بڑا فرض ہے لہذا ان ہاتھوں پر بیعت فرض ہے اوران حضرات کا حلقہ بگوش ہونا بڑی نعمت ہے ۔ چونکہ عوام الناس و علماء علم ظاہری حق و باطل میں خود تمیز نہیں کر سکتے ان میں نور نبوت کی روشنی نہیں ہوتی ۔ اس لئے وہ حق و باطل ۔ نیکی و بدی میں امتیاز احکام شریعت سے کرتے ہیں یعنی شریعت میں جو امر ممنوع ہے اُسے برا سمجھیں اور جو مباح ہے اُسے اچھا سمجھیں اس لئے اُن کے واسطے میزان علم شریعت ہے ان پر مجتہدان شریعت کی تقلید فرض ہے اوران مجتہدان شریعت کی میزان

نور نبوت ہے اس کے ذریعہ سے احکام شریعت کی ان کو تصدیق ہوتی ہے اور حق الیقین حاصل ہوتا ہے اور قوت اجتہادی ان میں پیدا ہوتی ہے اور عدل آلٰہی سے اُن کو تائید حاصل ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ لوگ مقتدا و امام ہوتے ہیں

میکدہ مقام مناجات (خدا سے فریاد کرنا) بطریق محبت (مراتب سلوک کے اعتبار سے)

میخانہ و بتخانہ و خمخانہ و شراب خانہ باطن عارف میں معارف و حقائق اور شوق آلٰہی بہت ہوتا ہے اسلئے اس کے باطن کو کہتے ہیں۔ میخانہ عالم لاہوت سے بھی مراد ہے۔ شراب خانہ عالم ملکوت سے بھی مراد ہے۔

مستی مدہوشی اس کے چند معنی ہیں (۱) عاشق کا اپنی صفات کو فنا کر کے ہستی معشوق میں محو اور مستغرق ہو جانا (۲) مشاہدہ جمال حق سے سالک پر حیرت طاری ہونی اور اس میں ولولہ پیدا ہونا (۳) پندار عاشق یعنی عاشق کا نشۂ عشق سے مسرور ہونا اور اپنے علو و غلوئے عشق کو محسوس کرنا اور کچھ بول اٹھنا (۴) ہستی مجازی (۵) استغنا، اور کسی طرف التفات نہ کرنا۔

مظہر شیونات ذاتیہ و تعینات و جملہ موجودات مظہر ذات حق سبحانہ ہیں۔

متشابہ محکم قرآن شریف میں بعض آیات محکمات ہیں اور بعض متشابہات۔ محکمات وہ آیات ہیں جن میں صاف طور سے احکام و اوامر بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ وغیرہ۔ اور متشابہات وہ آیات ہیں جن کے صحیح معنی وہ ہی لوگ سمجھتے ہیں جو واصل بحق ہیں اور نور نبوت کی روشنی سے منور و علم لدنی سے بہرہ ور ہیں جیسے الرحمٰن علی العرش استویٰ و حمعسق و کھیعص وغیرہ

مجاز جملہ موجودات ماسوائے اللہ مجاز کہلاتے ہیں اس لئے کہ حقیقی اور اصلی وجود تو حق سبحانہ تعالیٰ کا ہی ہے اور یہ سب اس وجود حقیقی کا ظل ہے انکا وجود مجازی ہے اور بعض کہتے ہیں صرف عالم اجسام کو عالم مجاز کہتے ہیں۔

مسجد تجلی جمالی کے مظہر کو مسجد کہتے ہیں اور آستانہ پیرومرشد کو بھی مسجد کہتے ہیں

مہر حق سبحانہ تعالیٰ سے ملنے کی طلب و خواہش رکھنا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے خالص محبت رکھنا۔ یہاں تک کہ ملنے نہ ملنے کی آرزو سے بھی خالی رہنا مہر ہے۔

مثال عالم مثال برزخ ہے درمیان عالم ارواح و عالم اجسام کے ارواح سے کثیف اور اجسام سے لطیف ہے عالم مثال ظل ہے عالم ارواح کا اور عالم مثال کا ظل عالم اجسام ہے جو کچھ انسان خواب میں دیکھتا ہے وہ عالم مثال کی صور ہوتی ہیں۔

مژہ مشاہدہ و رویت حق سبحانہ تعالیٰ کے وقت سالک پر حجاب ہوجانا جس سے وہ بےچین ہوجاتا ہے اور درد اشتیاق بڑھ جاتا ہے۔ اس تیر مژہ کا فائدہ بھی یہی ہے

مے حرف شین کی بحث میں شراب کے بیان میں دیکھو

مسخرہ وہ شخص ہے جو لوگوں میں بیٹھکر اپنی کشف و کرامات کا اظہار کرے اور معرفت کی باتیں بتائے۔

مراد وہ شخص ہے جس کو جذبۂ الٰہی نے اپنی طرف کھینچ لیا ہو۔ بلا کسب اس شخص کے۔ یعنی بندۂ مقبول اور مجذوب

مرید وہ شخص ہے جو اپنے ارادہ کو ارادۃ اللہ میں محو و فنا کردے اور اُسے یقین حاصل ہو کہ جو کچھ ہوتا ہے ارادہ حق سبحانہ سے ہوتا ہے یہ شخص راضی برضا رحق ہوتا ہے ابو حامد علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ مرید پر اسمار الٰہیہ کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ترقی کرکے زمرۂ واصلین میں ہوجاتا ہے اسی وجہ سے بیعت کرنیوالے کو شیخ کے ساتھ یہی نسبت ہونی چاہیئے۔ ورنہ محروم رہے گا۔

مُخلِص مُخلَص بفتح اللام وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق سے شرک و جملہ
مُخلَص معصیات سے پاک صاف کردیا ہو۔ اور مخلِص بکسر اللام وہ شخص ہے جو عبادت

وطاعت الٰہی خلوص ومحبت سے کرے آرزوئے جنت وخوف دوزخ سے غرض نہ رکھے۔

مرشد وہ شخص ہے جو لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانے کی کوشش کرے اور اسکے طریقے بتائے

محراب مطلوب ومقصود دلی کو کہتے ہیں یعنی جس شے کی طرف دل متوجہ ہو

موئے ظاہر ہویت یعنی وجود کو کہتے ہیں

میل یعنی شعور وآگاہی وارادہ سے مقصود اصلی کی طرف رجوع ہونا جسطرح سالک واقفیت کے ساتھ منازل سلوک طے کرتا ہے اور میلان حق سبحانہ کی طرف رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ واصل بحق ہوجاتا ہے۔

مجلس حضوری جناب باری جل مجدہٗ

ملاحت بے نہایت کمال حق سبحانہ تعالیٰ ہے جس کی انتہا کوئی نہیں پاسکتا۔

مغبچہ جب سالک صفات ذمیمہ ونفس امارہ سے پاک اور متصف بصفات حمیدہ و اخلاق جمیلہ ہوجاتا ہے تو اس کے باطن کو مغبچہ کہتے ہیں۔

میدان مقام شہود ہے

پیچ زلف راز واسرار کا منکشف ہونا

محنت عاشق کو راہ عشق میں جو تکلیف ورنج ہوتا ہے وہ محنت ہے وہ تکلیف ورنج خواہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری

مہربانی سے مراد صفت الوہیت ہے۔

ماہ روئی تجلیات صوری پر سالک کا مطلع ہونا۔ نیز وہ تجلیات مادی جو سالک پر خواب یا حالت بیخودی میں منکشف ہوں۔

مست خراب عشق محبوب میں عاشق کا محو ومستغرق رہنا اور اس محویت واستغراق کو پسند کرنا اور ہمیشہ اسی حالت میں رہنا۔

میاں طالب و مطلوب ہیں جو حجابات و اعتبارات غیریت ہیں وہ میاں کہلاتے ہیں

موئے میان سالک کا اپنی ہستی و ماسوائے اللہ کی محبت ترک کرنا۔

ن

ناز صفت معشوق ہے یعنی معشوق کا اپنے عاشق سے ظاہرا بے پروائی کرنا اور دل سے اس کی قدر کرنا اور اہل تصوف کے نزدیک ناز معشوق حقیقی یعنی حق سبحانہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ اپنے عاشقوں پر تجلی ظاہری و باطنی فرماتا ہے اور بعض کہتے ہیں۔ کہ معشوق کی طرف سے عاشق کی حوصلہ افزائی ہونا اور ذوق و شوق کو بڑھانا ناز ہے۔

نیاز یہ عاشق کی صفت ہے یعنی عاشق کو معشوق کی احتیاج ہے اور وہ اپنے آپ کو اس کے سامنے ہیچ و ناچیز سمجھتا ہے یہی عاشق کی نیازمندی ہے۔

نقباء یہ اولیاء کرام کا ایک خاص گروہ ہے جن کا بحکم ربی یہ کام ہے کہ مخلوق کے باطنی حالات معلوم کریں اور بحکم ربی کسی مصلحت کے لئے ان حالات کو ظاہر کریں ان کی تعداد تین سو ہوتی ہے اس گروہ کو اللہ تعالیٰ کے اسم باطن کی فنائیت حاصل ہوتی ہے اس لئے مخلوق کے باطنی حالات ان پر روشن رہتے ہیں

نجباء یہ بھی اولیاء کرام کا خاص گروہ ہے جن کا یہ کام ہے کہ خلق خدا کی حاجت روائی کریں اور اپنی حسنات کے بدلے حق سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں گنہگاران امت کی سفارش کریں اور ان کی مصائب و تکالیف اپنے پر لے لیں ان کی تعداد چالیس ہے یہ مردان غیب میں سے ہیں۔

نقباء اور نجباء و نیز دیگر مردان غیب سب قطب کے ماتحت کام کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نجباء سات تن ہیں انہیں کو رجال الغیب کہتے ہیں۔

نظر حق سبحانہ تعالیٰ کو پردہ صفات میں دیکھنا

نیست ہست نما ۔ ممکنات وجملہ مخلوقات کو کہتے ہیں اس لئے کہ مخلوقات فی نفسہ موجود نہیں ہیں بلکہ ظل حق سبحانہ ہیں اسی کے وجود سے موجود و نمودار ہیں ۔ خود موجود نہیں ہیں بلکہ موجود نما ہیں ۔

نقطہ تنگ اس عالم فانی یعنی عالم اجسام کا نام ہے ۔

نبوت / نبی اس کی دو قسم ہیں ایک نبوت تعریفی دوسری نبوت تشریعی ۔ نبوت تعریفی یہ ہے کہ جن وانس کو صفات حق واسماء الٰہیہ سے آگاہ کرنا اور معرفت ذات حق سبحانہ ورموز حقیقت پر مطلع کرنا تاکہ وصل حق وقرب ذات (جو کہ مقصود اصلی وباعث تخلیق عالم ہے) میسر ہو ۔ نبوت تشریعی سے مراد تبلیغ احکام الٰہی وتادیب اخلاق حکمت وخلق سے اور قیام حدود شرعیہ اور ان کا نفاذ سیاست سے جس کو نبوت تعریفی حاصل ہے وہ نبی ہے نبی کا مرتبہ تمام اولیاء اور جملہ مخلوقات سے اعلیٰ ہے اس لئے کہ نبوت تعریف مرتبہ ولایت میں کامل ہونے کے بعد عطا ہوتی ہے اور جو ولایت میں اکمل اور نبوت تعریفی میں ارفع واعلیٰ ہوتے ہیں ان کو نبوت تشریعی عطا ہوتی ہے وہ رسول کہلاتے ہیں یہ صاحب کتاب ہوتے ہیں اور نبیوں میں اوالوالعظم ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر خلق کی ذمہ داریاں زیادہ عائد ہوتی ہیں ان کو حضرت حق کی طرف سے حکومت باطنی اور حکومت ظاہری دونوں مرحمت ہوتی ہیں اور ولیوں ونبیوں کی صرف حکومت باطنی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ رسولوں میں سے خاتم المرسلین علیہ السلام سب سے افضل ہیں کیونکہ ان پر اتاری ہوئی کتاب ناسخ ہے ماسبق کی اور حاوی ہے جملہ ضروریات دینی ودنیوی کو اور حضور اکرم علیہ السلام کا مقام سب سے اعلیٰ ہے مرتبہ ولایت اور مرتبہ نبوت میں اور جبکہ یہ امر متحقق ہے کہ صاحب ارشاد اولیاء ان اولیاء

سے اعلیٰ ہیں جو صاحب ارشاد نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ خود بھی واصل بحق ہیں اور دوسروں کو بھی واصل بحق کرتے ہیں اور اسی خدمت خلق کی غرض سے مقام جمع سے نزول کرتے ہیں اور خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اسی وجہ سے فنا فی اللہ سے بقا باللہ اعلیٰ مقام ہے اور یہ معنی ولایت سے نبوت میں درجہ اکمل واتم ہیں لہذا نبوت ولایت سے اعلیٰ مقام ہے اور صوفیا کا یہ جو قول ہے کہ (الولایۃ افضل من النبوۃ) ترجمہ ولایت افضل ہے نبوت سے اس کے معنی یہ ہیں کہ خود نبی کا مقام ولایت اس کے مقام نبوت تشریعی سے اعلیٰ ہے اس لئے کہ نبی اپنے مقام ولایت میں واصل بحق بصفت عینیت محضہ ہوتا ہے اور انتہاء قرب میں پہنچتا ہے (لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ احد) ترجمہ اللہ کے ساتھ مجھے ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں کسی شے کی گنجائش نہیں ہے) اسی طرف اشارہ ہے تو نبی کا یہ حال اس کے دوسرے حال یعنی انتظام خلق سے ارفع ہے کیونکہ ذات احدیت کی طرف عروج مقام اعلیٰ اور احدیت سے صفات کی طرف نزول اس سے ادنیٰ ہے یہ تفصیل ایسی ہے جیسے کہ ذات احدیت کو ارفع کہتے ہیں اور مرتبہ صفات کو ادنیٰ حالانکہ صفات عین ذات ہیں اس کی ایک موٹی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا چہار منزل مکان ہے جب وہ اوپر والے منزل میں بیٹھتا ہے تو تین منزل سے اونچا ہوتا ہے اور جب نیچے کی منزل میں بیٹھا ہے تو اوپر کی منزلوں سے نیچا ہوتا ہے حالانکہ چاروں منزل اسی کی ہیں اور اس شخص کی حیثیت میں حقیقت میں کچھ فرق نہیں ہوتا ہے۔

نفی یہ کئی قسم ہے ایک صفات ذمیمہ کی نفی کرنا۔ دوسرے اپنی ہستی وخودی کو مٹانا و نیز جملہ اعتبارات غیریت اور حجابات کو اٹھا دینا۔

نور اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس کے چند معنی ہیں (۱) ذات حق سبحانہ (۲) مرتبہ وحدت یعنی حقیقت محمدیہ (۳) ظل ذات حق سبحانہ (۴) وجود ظاہری جو صور اکوان میں ظاہر ہے (۵) واردات اعلام ذاتیہ و واردات آلہیہ جو سالک کے دل پر منکشف ہوں

نور الانوار ذات حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔

نفس کل یعنی حقیقت کل سے مراد حقیقت محمدیہ ہے کیونکہ جملہ عالم کی حقیقت و ماہیت یہی حقیقت محمدیہ ہے اسی سے سب کچھ بنا ہے۔

نفس حیوانی یہ جوہر لطیف مادی ہے حامل ہے قوت حیات و قوت حس و حرکت ارادی کا اسی کو فلسفے والے روح حیوانی کہتے ہیں۔ یہ نفس حیوانی برزخ ہے درمیان قلب یعنی نفس ناطقہ اور جسد کے یہ بوجہ لطافت کے قلب سے مناسبت رکھتا ہے۔ و اور بوجہ کثافت کے جسد سے اسی لئے ان دونوں کا ملانے والا ہے۔

نفس ناطقہ جوہر نورانی ہے مجرد ہے مادہ سے برزخ ہے درمیان روح اور نفس حیوانی کے اپنی لطافت مجردہ کے سبب متصل ہے روح سے اور کثافت جوہریۃ کے سبب متصل ہے نفس حیوانی سے اسی لئے ان دونوں کا ملانے والا ہے۔
یہی حقیقت انسانیہ ہے اور اسی کو قلب بھی کہتے ہیں جس طرح قاف کی بحث میں قلب کی چار اقسام بیان کئے ہیں۔ قلب مضغہ صنوبری۔ قلب منیب قلب سلیم قلب شہید

نفس امارہ اسی طرح نفس ناطقہ کی چار قسم ہیں۔ قسم اول نفس امارہ ہے اس کا میلان طبیعت جسمیہ کی طرف ہوتا ہے اسی لئے انسان کو جہت سفلی و کثافت یعنی لذات اور شہوات کی رغبت دلاتا ہے۔ یہ نفس امارہ منبع اخلاق ذمیمہ و معصیات کا ہے چنانچہ آیۂ پاک میں اس کی طرف اشارہ ہے (ان النفس لامارة بالسوء) قلب مضغہ سے اس کا تعلق ہے جہل۔ خشم۔ کینہ۔ حسد۔ بغض۔ نفاق۔ کبر۔ بخل۔ کفر و شرک

حرص۔ کذب۔ حرام۔ غیبت۔ مکر۔ طمع۔ ریا وغیرہ اس کی صفات ہیں۔ یہ ظلمت سے بھرا ہوا ہے نیکی سے بہت دور ہے ؎

گر دل صاف خواہی ہمچو آئینہ ۔۔۔ دہ چیز بردل کن از درون سینہ

حرص و حسد و کذب و حرام و غیبت ۔۔۔ مکر و طمع و کبر و ریا و کینہ

نفس لوامہ قسم دوم نفس لوامہ ہے۔ اس کا تعلق قلب منیب سے ہے انسان کو نیکی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ عبادت و تقویٰ و اعمال حسنہ اس کی صفات ہیں لیکن اس میں ابھی تک پختگی نہیں ہے اگرچہ بہت سی کثافت نفس امارہ سے پاک ہو چکا ہے۔ اگر احیاناً کوئی فعل معصیت سرزد ہو جاتا ہے تو اپنے پر ملامت کرتا ہے اور خدا سے توبہ کرتا ہے اس میں نور ہدایت کی روشنی شروع ہو جاتی ہے یہ نفس صلحاء کو حاصل ہوتا ہے اس آیۃ پاک (ولا اقسم بالنفس اللوامہ) میں اس کا بیان ہے اور جب اس میں پوری پختگی ہو جاتی ہے اور انسان معصیات کی طرف سے بالکل مجتنب ہو جاتا ہے اور حسنات پر اس کی طبیعت راسخ ہو جاتی ہے اور نور ہدایت کی روشنی پوری ہو جاتی ہے اس کا نام

نفس مطمئنہ ہے یہ تیسری قسم ہے یہ قلب سلیم سے متعلق ہے صفات ذمیمہ سے بالکل پاک و صاف ہے اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہے ذوق شوق سے عبادت و طاعت الٰہی میں مصروف ہوتا ہے اور حضرت قدس کی طرف رجوع ہو جاتا ہے اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے یعنی جہت سفلی کی طرف تنزل کرنے کا خطرہ جاتا رہتا ہے اس آیۃ پاک (یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ) ترجمہ اے نفس مطمئنہ والو رجوع کرو تم اپنے رب کی طرف خوشی و رغبت سے میں انہی لوگوں کی طرف خطاب ہے یہ نفس اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اسکے بعد

نفس ملہمہ ہے یہ چوتھی قسم ہے۔ قلب شہید سے متعلق ہے یہ سب سے اعلیٰ و ارفع ہے

کمال قربِ حق سبحانہ اسے میسر ہے۔ شریعت میں کامل طریقت طے کئے ہوئے علم معرفت سے خبردار۔ رموز و اسرارِ حقیقت سے آگاہ۔ خطابِ الٰہی سے مخاطب کلامِ الٰہی سے مشرف الہام غیبی کا مورد ہوتا ہے یہ نفس ملہمہ انبیاء علیہم الصلوات اور کمل اولیاء کو حاصل ہوتا ہے اور بعض اس کو نفس قدسیہ بھی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ نفس حیوانی۔ روح حیات۔ روح حیوانی ایک ہی چیز کے نام ہیں اور یہ مادی چیز ہے اور قلب مضغہ بھی مادی وجسمی چیز ہے اور نفس ناطقہ حقیقۃ انسانیہ۔ مادی نہیں ہے بلکہ غیر مادی اور لطیف شئے ہے۔ قلب مضغہ میں بہت سے پردے ہیں ہر پردے میں ایک ایک سرِ الٰہی ہے اور ہر ایک پردے کے صفات جداگانہ ہیں۔ پہلا پردہ سیاہ ہے۔ تمام خواہشات اور لذت فانیہ و معصیات وکفر وشرک کا مصدر یہی ہے۔ بعض صوفیاء کرام اس کو سویدا بھی کہتے ہیں۔ اور منزل ناسوت نام رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کا تعلق عالم کثیف یعنی عالم اجسام سے بہت گہرا ہے۔ سیاہ پردہ کے صفات غالب ہوتے ہیں تو نفس ناطقہ میں کثافت ہوجاتی ہے اور نفس ناطقہ نفس حیوانی کے قریب اور عالم لطیف سے دور ہوجاتا ہے اس وقت اس کا نام نفس امارہ ہے نفس امارہ کے قلب مضغہ سے قریب ہونے کے معنی یہ ہیں اس کے عقب میں بقلم قدرت (لا) لکھا ہوا ہے جب ذاکر نفی لا سے اس کی سیاہی کو دور کردیتا ہے تو خواہشات ولذات فانیہ سے پاک ہوجاتا ہے۔ اور منزل ناسوت سے نکل جاتا ہے نفس امارہ کو دور کردیتا ہے ۔ اس کے بعد دوسرا پردہ صندلی رنگ کا ہے اس کے عقب میں (الہ) لکھا ہوا ہے جب سالک ذاکر پردہ سیاہ کو صاف کرکے ذکر الہ سے اس پردہ میں قائم ہوتا ہے تو اس کے قلب مضغہ کی سیاہی روشنی سے بدل جاتی ہے اور نورانیت پیدا ہوتی ہے۔

اور قلب مضغہ میں استعداد صفات ذمیمہ زائل ہو کر قابلیت اخلاق جمیلہ کی ہوتی ہے۔
اس وقت اس کو قلب منیب کہتے ہیں اور اس کی اس استعداد نورانی کی وجہ سے
نفس ناطقہ کی صفت امارہ فنا ہو کر اس میں صفت لوامہ حاصل ہو جاتی ہے۔
اور نفس ناطقہ کو عالم لطیف سے قرب ہونے لگتا ہے بعض صوفیاء اسی وجہ
سے اس پردہ کو منزل ملکوت کہتے ہیں اس وقت نفس ناطقہ کا نام نفس لوامہ
ہوتا ہے اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ نفس لوامہ کا قلب منیب سے یہ تعلق ہے
اس کے بعد تیسرا پردہ سفید ہے اس کے عقب میں (الا اللہ) لکھا ہوا ہے
جب ذاکر اسے طے کرتا ہے تو منزل جبروت میں پہنچتا ہے اس لئے بعض
صوفیاء اسی پردہ کو منزل جبروت کہتے ہیں۔ سالک یہاں آکر عالم لطیف سے
بہت قریب ہو جاتا ہے اور اس کا قلب مضغہ ماہیت کثیفہ جسمیہ سے پاک
ہو کر لطیف ہو جاتا ہے اس وقت اس کو قلب سلیم کہتے ہیں اور اسی کے مطابق
نفس ناطقہ بھی آگے ترقی کرتا ہے اور مطمئنہ کہلاتا ہے یہ معنی ہیں کہ نفس مطمئنہ
متعلق قلب سلیم سے ہے۔ اس کے بعد چوتھا پردہ سبز رنگ ہے اس کے عقب
میں ہو لکھا ہے۔ سالک اس پردہ میں آکر منزل لاہوت میں آتا ہے اسی لئے
بعض صوفیاء اس پردہ کو منزل لاہوت کہتے ہیں اور ذاکر کا قلب بالکل نور
ہی نور ہو جاتا ہے اسی لئے قلب شہید کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسی کے
مطابق نفس ناطقہ کثافات اعتباریہ سے صاف ہو کر لطافت توحید سے مزین
ہو جاتا ہے اور نفس ملہمہ کہلاتا ہے۔ قلب شہید سے نفس ملہمہ کا یہ تعلق ہے۔

نکتہ عبد اور رب کے درمیان جو ایک بھید ہے اُسے نکتہ کہتے ہیں اور وہ بھید یہ ہے
کہ عبد عین رب ہے فرق ایک تعین وہمی اور اعتبار فرضی سے ہے۔ ورنہ

حقیقت ایک ہے بعض صوفیا نکتہ سے عبد مراد لیتے ہیں اور بعض خواطر کو نکتہ کہتے ہیں

نقطہ سے مراد ذات بحت ہے۔

نفس الامر اعیان ثابتہ یعنی صور علمیہ کو کہتے ہیں۔

نون والقلم نون سے مراد علم اجمالی رمرتبۂ وحدت یعنی حقیقت محمدیہ ہے اور قلم سے علم تفصیلی یعنی مرتبہ واحدیت مراد ہے اس لئے کہ نون کے معنی دوات ہیں قلم اس میں سے روشنائی لیکر لکھتا ہے اور روشنائی کو پھیلاتا ہے تو مرتبۂ وحدت حقیقت محمدیہ جملہ کائنات کی مجمل حقیقت ہے۔ مرتبہ واحدیت نے اس سے روشنی لے کر جملہ حقائق و اسماء و صفات کی تفصیل کی تو بمنزلہ قلم کے ہوا۔ اور کبھی نون والقلم سے عالم دنیا بھی مراد لیتے ہیں۔

النکاح الساری فی جمیع الذراری اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے تو ذات احدیت کو مرتبہ واحدیت کی کثرت اسماء یعنی صور علمیہ سے مرتبہ وحدت یعنی حب ذاتی (حقیقۃ محمدیہ) نے ملایا ہے یعنی وہ ذات کنز مخفی اپنے حب ذاتی یعنی تعین اول حقیقۃ محمدیہ کی وجہ سے کثرت اسماء و صفات میں ظاہر ہوئی اور حقائق عالم کی اپنے علم میں تفصیل فرمائی یہی مرتبہ واحدیت ہے اور پھر وہ ذات حقانی اپنے اسماء یعنی صور علمیہ کے مطابق مراتب اکوان میں جلوہ گر ہوئی اور وجود خارجی میں ظاہر ہوئی تو اس احدیت ذاتیہ کا اقتران کثرت اسمائیہ سے مرتبہ واحدیت میں اور پھر اس کا اقتران مراتب اکوان سے خارج میں بمنزلہ نکاح ہے اور اس کا باعث وہی حب ذاتی یعنی حقیقت محمدیہ ہے اور یہ اقتران ایسا ساری و نافذ ہے کہ کوئی شئے اس سے خالی نہیں ہوسکتی اور کس طرح خالی ہوسکتی ہے جب وہی ذات احدیت بعینہ تو جمیع کائنات و جملہ موجودات میں جلوہ گر ہے

اس کے سوا اور ہے کیا۔ ذرہ ذرہ میں وہی ہے بلکہ صاف ہی کہو سب کچھ وہی ہے

نوال انعامات الٰہی وعطیات جناب باری جو مقربین بندوں کو عطا ہوتے ہیں۔

نہایت السفر الاول والثانی والثالث والرابع اس کا مفصل بیان سفر و سیر کی بحث میں ہو چکا ہے تاہم مختصر طور پر ہر سفر کی نہایت اس جگہ بیان کی جاتی ہے سفر اولیٰ کی نہایت افق مبین۔ و مقام قلب ہے۔ سفر ثانی کی نہایت افق اعلیٰ یعنی مرتبہ واحدیت ہے سفر ثالث کی نہایت عین الجمع و حضرت احدیت یعنی مقام قوسین اور اس سے آگے مقام او ادنیٰ۔ یہ ولایت کی انتہا ہے سفر رابع کی نہایت فرق بعد الجمع یعنی مقام بقا باللہ

نقاب عاشق میں تجلی معشوق کی قابلیت کا کم ہونا۔ اس وجہ سے معشوق عاشق پر اپنی صاف تجلی وارد نہیں کرتا

نقل پوشیدہ اسرار و باطنی معانی کا کشف ہو جانا۔

نوروز مقام تفرقہ (حجابات کثرت میں وحدت دیکھنا) یعنی ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا ذرہ ذرہ میں مشاہدہ کرنا اور فرق مراتب رکھنا۔

ناقوس برائیوں سے بچنا اور متنبہ ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ نیز وہ جذبہ الٰہی جو بندے کو خواب غفلت سے بیدار کرے۔

ناموس عزت وقار حرمت و جاہ

نسیم یاد آوری عنایات و اکرامات الٰہی

نزدیکی اسماء و صفات حق کی معرفت

نما عیش و عشرت

نظر بر قدم حضرات نقشبند علیہم الرحمۃ کی یازدہ مصطلحات میں سے ایک اصطلاح نظر بر قدم ہے

نگاہداشت مراد قطع کرنا مسافات ہستی کا اور طے کرنا عقبات خود پرستی کا یکے بعد دیگرے

مسلسل طور پر یگا ہداشت سے مراد مراقبۂ خواطر۔ اس طرح پر کہ ایک سانس
میں چند بار کلمہ طیبہ کہے اور اس سے خالی نہ رہے۔

نالۂ زار سے مراد تلاش محبت و محبوب

نالہ ریز کرم و الطاف معشوق

نالہ مناجات عاشق

نلئے پیغام محبوب

نقطۂ خال سے مراد وحدت حقیقی ہے

نرگس اعمال حسنہ سے جو نتیجہ دل میں پیدا ہو

نماز سے مراد اطاعت معشوق حقیقی و توجہ الی الحق

نماز و روزہ ماسوائے اللہ سے اعراض کرنا اور حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہونا۔

نیل دوستی حق سبحانہ تعالیٰ اور اس میں جد و جہد کرنا۔

نشستن سکینہ ہے۔ حرف سین میں دیکھو۔

نیم مستی ذات حق میں مستغرق ہونا۔ اور اپنے اس استغراق کا شعور بھی رکھنا۔

نصیحت اصلاح اور مفید بات کی طرف توجہ دلانا اور بری بات سے نفرت دلانا۔

نصیح اخلاص عمل کا نام ہے

نے حضرت خواجہ حسین خوارزمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نے سے مراد قلم وجود محمدی
علی صاحبہا السلام ہے کیونکہ اسی واسطہ سے سر مکتوم۔ کنز مخفی ظاہر ہوا ہے اور حضرت
شاہ فتح قلندر قدس سرہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ نے سے مراد ذات سرور کائنات
علیہ السلام ہے اس لئے کہ آپ حق کی آواز ہیں اور آپ کے جملہ اقوال و افعال
حرکات و سکنات حق سبحانہ کی طرف سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ نے سے مراد
کبھی درویش صاحب حال بھی ہوتا ہے۔



واو سے اشارہ وجہ مطلق یعنی وجہ اللہ الله کی طرف چنانچہ اس آیۃ پاک میں وارد ہے
فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

وجوب سے مراد ذات حق سبحانہ تعالیٰ ہے کہ وہ اپنے وجود کو آپ مقتضی ہے اور عدم
اس کا محال ہے۔

واجب وہ ہے جو اپنے وجود و بقا میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو ظاہر ہے کہ بجز ذات
حق سبحانہ تعالیٰ کے کوئی شئے واجب نہیں ہے کیونکہ جملہ کائنات و موجودات
وجود و بقا میں ذات حق سبحانہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے

واقعہ سالک کے دل پر عالم غیب سے جو کچھ وارد ہو خواہ وہبی طور پر یا کسب سالک
سے لطف آمیز ہو یا قہر آمیز تجلی جمالی ہو یا جلالی۔ بصورت خطاب ہو یا بمثال
اور بعض کہتے ہیں کہ واقعہ وہ ہے جو مرید اپنے شیخ سے عرض حال کرے
معاملات سلوک کے متعلق

وارد وہ ہے جو سالک کے دل پر بغیر اس کے کسب کے محض وہبی طور پر معانی
عالم غیب سے نازل ہوں۔

واقع محل صدور علیہ یعنی اعیان ثابتہ۔ تقدیر الٰہی۔ علم الٰہی ہے۔

واجب الوجود وہ ہے کہ جس کی ذات خود اپنی مقتضی ہو اور خود بخود موجود۔ قدیم ہو۔
اپنے وجود و بقا میں کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں اور کبھی
واجب الوجود بمعنی لازم الوجود بولا جاتا ہے اس سے مراد جسم عنصری ہوتا ہے۔

وجود ذات حق سبحانہ تعالیٰ ہے ماسوائے اس کے عدم ہے لیکن صوفیا نے اپنی
اصطلاح میں اس کے چند اقسام کئے ہیں (۱) واحد الوجود (۲) واجب الوجود
حقیقی ذات حق سبحانہ تعالیٰ (۳) واجب الوجود بمعنی لازم الوجود اجسام عنصریہ

(۴) ممکن الوجود یعنی جسم مثالی ممتنع الوجود یعنی روح اضافی (۵) عارف الوجود یعنی اعیان ثابتہ (۶) شاہد الوجود یعنی مرتبہ وحدت حقیقت محمدیہ۔

وجد جذبہ معشوق ہے یعنی کشش کرنا دل عاشق کو اپنی طرف

وجدان قلبی لذت یعنی سالک کا ذات حق سبحانہ کو ہر ذرہ میں مشاہدہ کرنا۔ اور اس میں محو ہونا اور اس سے لذت و ذوق لینا۔

وثقیٰ کے معنی مضبوط و استوار کے ہیں اور اس سے مراد اللہ کی مضبوط رسی ہے چنانچہ اس آیت پاک میں ہے فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ) عوام الناس کے لئے اللہ کی مضبوط و استوار رسی ایمان کے ساتھ عبادت و طاعت بجالانی ہے۔ اور خواص کے لئے محبت آلہی ہے اور اخص الخواص کے لئے وہ جذبات آلہی ہیں جو ان کو فنا فی اللہ کر کے باقی باللہ بناتے ہیں۔

وحدت الوجود یعنی جملہ موجودات کا وجود ایک ہے۔ اس کی تحقیق بحث توحید (حرف ت) کے بیان میں گزری۔

وحدت تعین اول یعنی حقیقۃ محمدیہ کا نام ہے۔ اسے علم اجمالی۔ حب ذاتی۔ برزخ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد

واحدیت ہے یعنی ذات کا علم تفصیلی۔ اس مرتبہ واحدیت میں اسماء و صفات و حقائق الہیہ و کیانیہ متعین ہوتی ہیں۔ اس کی تفصیل بحث تعین و تنزلات ستہ میں گزر چکی ہے۔

واحد حق سبحانہ و تعالیٰ کا نام ہے باعتبار اسماء و صفات کے بعض کہتے ہیں کہ ذات کے تینوں مراتب داخلی (احدیت۔ وحدت۔ واحدیت) پر اس اسم کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ یہ تینوں مراتب ایک ہی ہیں۔

وجود عام حق سبحانہ تعالیٰ کے ماسوائے جملہ موجودات کو وجود عام کہتے ہیں۔

واحد الوجود - مرتبہ احدیت ہے۔

وصلت عاشق کی صفت ہے یعنی معشوق کے وصال کی خواہش رکھنا۔

وصل ، وصال صوفیا نے اس کے چند معنی لکھے ہیں (۱) حقیقت محمدیہ۔ کیونکہ سالک جب سلوک تمام کرکے یہاں پہنچتا ہے۔ تو واصل بحق ہو جاتا ہے۔ (۲) سالک کا اپنی صفات بشریت کو صفات حق سبحانہ میں فنا کر دینا۔ (۳) وصل وہ حالت ہے کہ سالک ایک لمحہ حق سے غافل و جدا نہ ہو۔ زبان ذکر میں دل فکر میں روح شاہد پر حق سبحانہ میں ہر وقت مشغول رہے۔ (۴) سالک کا جملہ صفات و اعتبارات غیریت کو فنا کرنا۔ ماسوائے اللہ سے منقطع ہو جانا۔ اور اپنی ہستی و خودی کو ذات حق میں فنا کرنا۔ اور عین ذات حق سبحانہ ہو جانا یہاں پہنچکر سالک کو قرب حق حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ حالت ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو بعض پر یہ حالت کبھی کبھی طاری ہوتی ہے اور بعض پر جلد جلد اس طرح بعض دفعہ یہ حالت جلدی زائل ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ دیر تک قائم رہتی ہے۔ حالت سکر اسی کا نام ہے اور بعض اسے تلوین بھی کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک تلوین تمکین سے اور سکر صحو سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ لیکن جمہور صوفیا کرام کے نزدیک تمکین اور صحو اعلیٰ ہے

وقت وقت اور حال سالک کے حاضر زمانہ کو کہتے ہیں جو زمانہ گزر چکا وہ ماضی ہے اس کی فکر ہی کیا جو آئندہ آنے والا ہے مستقبل ہے اس کا کیا اعتبار۔ موجودہ حاضر زمانہ کو بیکار نہ کھونا چاہئیے یہی وقت کہلاتا ہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے عزیز۔ ماضی گزر گیا پھر نہیں آئیگا مستقبل پر اعتماد نہیں۔ تو اسے پائے گا۔ یا نہیں وقت یعنی حاضر زمانہ کو غنیمت جان کہ اسکا قیام نہیں ہے اسے بھی بیکار چھوڑا تو بجز افسوس اور

کیا حاصل ہوگا۔

وراء الورا ذات بحت کو کہتے ہیں۔

وِلایت بکسر الواو صفات و ذات کی فنائیت کر کے سالک کا باقی باللہ ہوجانا۔ یہ انتہاء مقام قرب و تمکین ہے اور ولایت بفتح الواؤ کے معنی مدد دینا۔ خدمت خلق کرنا۔ پہلے معنی کی وِلایت جس کو حاصل ہوتی ہے وہ دائمی ہے یعنی اس عالم میں بھی اور اُس عالم میں بھی۔ اور دوسرے معنی کی وَلایت یعنی خود واصل بحق ہوکر دوسروں کی حاجت روائی کرنا اور خدمت امت پر کمربستہ ہوجانا۔ یہ اکثر اسی عالم کے ساتھ ہے۔ جب ولی اس عالم سے منتقل ہوجاتا ہے۔ تو چالیس سال کے بعد یہ کام اس سے منقطع ہوجاتا ہے لیکن بعض اخص الخواص اولیاء کرام اس عالم میں بھی اس خدمت خلق پر مامور رہتے ہیں۔ اور بعض اولیاء کو صرف پہلی ولایت ہوتی ہے۔

وَلی وہ ہے جس کو ولایت حاصل ہو۔ خواہ صرف پہلے معنی کی ہو یا دونوں معنی کی ہو۔ اور ظاہر ہے دوسری معنی ولایت بلا پہلی کے ممکن ہی نہیں ہے اس کے چند اقسام ہیں (۱) حق تعالیٰ کے نزدیک ولی اور مخلوق اسے ولی نہیں جانتی ہو۔ بلکہ وہ خود بھی اپنی ولایت کو نہیں جانتا۔ (۲) حق سبحانہ کے نزدیک ولی ہے اور خود بھی اپنی ولایت کو جانتا ہے لیکن خلق نہیں جانتی۔ (۳) حق سبحانہ کے نزدیک بھی ولی ہے وہ خود بھی جانتا ہے اور خلائق بھی مانتی ہے (۴) بعض نام کے ولی ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے آپ کو ولی سمجھتے ہیں اور مخلوق بھی ان کو ولی مانتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ولی نہیں ہوتے (۵) بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہ حق سبحانہٗ کے نزدیک ولی ہیں نہ خلق انکو ولی سمجھتی ہے مگر وہ اپنے آپ کو ولی جانتے ہیں

واسطہ فیض وجود حضور نبی کریم علیہ التسلیم ہیں کہ آپ ہی کی ذات مبارک باعث تخلیق عالم اور فیض وجودی ہے۔ آپ ہی کی شان میں لولاک لما خلقت الافلاک ہے۔ آپ ہی کی ذات پاک اُدھر ذات احدیت سے واصل ادھر مخلوق سے شامل ہے دونوں کے درمیان واسطہ و برزخ ہے بلا آپ کے واسطہ کے کوئی حق تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور ہر قسم کا فیضان ذات احدیت کی طرف سے بلا آپ کے واسطے کے مخلوق پر ہو نہیں سکتا۔

وتر سے مراد ذات بحت ہے بمرتبہ لابشرط شئے وسقوط جمیع اعتبارات و مراسم

وجہا العنایت یعنی عنایت حق کی دو وجہیں وہ جذبہ وسلوک ہیں انہیں دو طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا قرب سالک کو حاصل ہوتا ہے۔

وجہا الاطلاق والتقیید یعنی ذات حق سبحانہ تعالیٰ کی ایک وجہ اطلاق ہے دوسری وجہ تقیید۔ وجہ اطلاق یہ ہے کہ ذات سے جمیع اعتبارات وجملہ صفات وافعال و آثار کو ساقط کیا جائے اور غیریت و اضافت کو اٹھا دیا جائے تو وہ ذات حق سبحانہ اس حیثیت سے مطلق ہے۔ اور عین ہے جمیع موجودات کا۔ یہی معنی ہیں معیت حق کے (و ہو معکم) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ وجہ تقیید یہ ہے کہ اضافات اور اعتبارات ذات کے ساتھ منسوب کئے جاویں۔ اور اس کے ساتھ کوئی قید لگائی جائے۔ اس صورت میں بھی وہ مطلق عین ہے ہر شئے مقید کا کیونکہ شئے مقید وجود مطلق سے ہی موجود ہے۔ ورنہ بدون اس کے معدوم ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ ذات حق سبحانہ جیسی احد وصمد مرتبہ گنج مخفی میں تھی ویسے ہی احد وصمد مرتبہ تعینات و عالم کثرت میں ہے اس میں کچھ تغیر نہیں ہوا۔ نہ ہو سکتا ہے۔ الان کما کان۔ کے یہی معنی ہیں۔ کثرت سے اسکی وحدت میں کچھ فرق نہیں آیا نہ آسکتا ہے حقیقت میں تو کثرت عین وحدت ہے اور

وحدت عین کثرت ہے۔

وجہ الحق یعنی ذات حق۔ اس لئے کہ وجہ الشئی کے معنی ذات شئے کے ہوتے ہیں۔
اس آیۂ پاک (فاینما تولوا فثم وجہ اللہ) میں یہی اشارہ ہے۔ یعنی ہر شئے ذات
حق تعالیٰ ہے۔ ع بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

وجہ جمیع العابدین سے مراد حضرت الوہیتہ ہے۔

وراء اللبس سے مراد مرتبہ احدیت ہے کیونکہ یہ مرتبہ ذات کا سلب صفات و
تعینات کا ہے اس کے بعد ذات لباس تعین میں جلوہ گر ہوتی ہے چنانچہ
پہلا لباس تعین مرتبہ وحدت یعنی حقیقۃ محمدیہ ہے اس کے بعد مرتبہ
واحدیت اس کے بعد ارواح پھر عالم مثال پھر عالم اجسام ہے۔

وصف ذاتی حق سبحانہ سے مراد مرتبہ احدیت الجمع۔ وجوب ذاتی۔ اور غنی ذاتی
ہے۔ غنی عن العلمین سے یہی اشارہ ہے۔

وصف خلق سے مراد خلق کا امکان ذاتی ہے اور مخلوق کا فقر ذاتی۔ انتم الفقراء
سے یہی اشارہ ہے۔

وصل الفصل۔ یعنی وحدت کا کثرت میں ظہور۔ اسی کو جمع الفرق کہتے ہیں کیونکہ کثرت
باعث فصل اور فرق ہے اور وحدت اس تمام کثرت کی جامع اور وصل
کرنے والی ہے۔

وصل الوصل سے مراد یہ ہے کہ سالک عالم کثیف جسمانی سے عروج کرتا ہوا جمیع مراتب
نزول کو یکے بعد دیگرے طے کرتا ہوا احدیت الجمع میں پہنچے اور واصل بحق ہو جائے

وفا بالعہد یعنی اللہ تعالیٰ نے الست بربکم سے مخاطب کر کے ارواح سے عہد لیا تھا۔
اس کے جواب میں جن روحوں نے بلیٰ عرض کر کے عہد و اقرار ربوبیت
کیا تھا۔ اس عہد کو پورا کرنا وفا بالعہد ہے۔ عوام الناس کا عہد ربوبیت پورا

کرنا عبادت بجالانا ہے یعنی اوامر شریعت کی پابندی بامید جنت اور نواہی ومعصیات سے پرہیز کرنا بخوف دوزخ اور خواص کا عہد ربوبیت پورا کرنا عبودیت ہے یعنی حق سبحانہ سے محبت کرنا اور خلوص نیت سے اس کی عبادت کرنا۔ اور اخص الخواص کا عہد ربوبیت پورا کرنا عبودت ہے۔ یعنی ماسوائے اللہ سے منقطع ہو کر اپنے نفس کو حضور حق میں حاضر رکھنا اور مقام جمع وفرق دونوں میں عبادت کرنا۔ اس کے آثار میں سے یہ ہے کہ ہر کمال کو حق کی طرف منسوب کرنا۔ اور ہر نقص کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرنا۔ عبادت۔ عبودیت۔ عبودت کی تشریح حرف عین کی بحث میں ہو چکی ہے۔ مختصر طور پر یہاں بھی لکھدی گئی ہے۔

وفا بحفظ عہد التصرف۔ یعنی تصرفات وخرق عادات وکرامات کے وقت کاملین کا اپنے آپ کو حضرت باری میں عجز ونیاز کے ساتھ پیش کرنا۔ اور باوجود کمال کے اپنے اختیار اور تصرف کو ہیچ وناچیز سمجھنا۔

وقت دائم۔ یعنی آن دائم۔ الف کی بحث میں مذکور ہوا۔

وقف۔ وقفہ۔ یعنی سالک کا دو مقام کے درمیان کچھ ٹھہرنا۔ اس خیال سے پہلے مقام طے شدہ کی کوئی بات باقی تو نہیں رہی۔ اور یہ کہ دوسرے مقام (جسمیں وہ آگے ترقی کرنا چاہتا ہے) کی پوری تیاری اور قابلیت موجود ہے۔

وقوف صادق سالک کا فنا فی اللہ ہو کر قائم بحق اور بقا باللہ ہو جاتا ہے۔

وقوف زمانی۔ حضرات نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کی یازدہ مصطلحات میں سے ہے۔ یعنی اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا۔ اگر حسنات ہیں تو شکر حق بجالانا اور اگر کوئی فعل مکروہ سرزد ہو گیا ہے تو توبہ واستغفار کرنا اور نفس کو اس کی سزا دینا۔

وقوف عددی یہ بھی ان حضرات کی مصطلحات میں سے ہے یعنی ذکر قلبی میں بھی

عدد و شمار ملحوظ رکھنا۔

وقوف قلبی یہ بھی ان حضرات کی اصطلاح ہے۔ یعنی حضرت احدیت میں حضور قلبی حاصل کرنا۔ اور دل سے ماسوائے اللہ کو دور کرنا۔

واصل وہ شخص ہے جس نے جملہ اعتبارات و اضافات کو اٹھا دیا۔ اور الائش ماسوائے اللہ سے پاک ہو کر محو ذات و عین حق سبحانہ ہو گیا۔

وفا عنایت ازلی کو کہتے ہیں۔ جو بلا اکتساب عہد کے اسپر حق کی جانب سے مرحمت ہو۔

وجود شہود۔ نور علم بمطالب رشیدی میں لکھا ہے کہ ذات حق سبحانہ کا علم اجمالی یعنی اسمار و صفات سے مجملاً متصف ہونا۔ وجود ہے اور حق سبحانہ کا اپنی صفات کو خود بخود معلوم کرنا علم ہے۔ اور حق سبحانہ کا اپنے جمال کو خود بخود دیکھنا۔ نور ہے۔ اور خود بخود معلوم و شہود ہو جانا شہود ہے یہ چاروں اعتبارات ذاتی ہیں۔ جب ذات نے مرتبہ گنج مخفی سے نزول فرماکر مرتبہ وحدت یعنی تعین اول میں جلوہ فرمایا۔ تو یہ چار اعتبارات اس مرتبہ میں ملحوظ ہوئے۔ صفات و اسمار کا یہاں گذر ہی نہیں ہے ذات ہی ذات ہے مرتبہ صفات و اسمار کا اسمار کے بعد ہے یعنی مرتبہ واحدیت۔ اور بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سالک کا اوصاف بشریہ کو فنا کرنا اور اپنی ہستی کو مٹا کر ذات حق میں محو ہو جانا وجود ہے توحید ابتدا ہے۔ وجود انتہا ہے اور وجدان دونوں کے درمیان واسطہ ہے۔

وادی ایمن تصفیۂ قلب ہے تاکہ تجلی الٰہی کے قابل ہو جائے۔

واسطہ تصور شیخ ہے اسی سے محبت شیخ پیدا ہوتی ہے اور وہ واصل برسول وحق کر دیتی ہے

ورقاء نفس کلیہ یعنی لوح محفوظ ہے



ہیولیٰ حکماء اور فلسفیوں کے یہاں ہیولیٰ ایک جوہر ہے جو محل ہے صورت جسمیہ کا اور صوفیائے کرام اعیان ثابتہ کو ہیولیٰ کہتے ہیں۔

ہباء حقائق کیانیہ کلیہ میں سے ہے عقل کل نفس کل طبیعت کل کے بعد اور جسم کل شکل کل سے پہلے۔ یہ مربوب ہے اس کا فاعل حقیقت کلی اسم آخر ہے۔ اور چھ حقائق کیانیہ غیر مجسم ہیں۔ عالم اجسام کی جملہ صور اس جوہر ہباء میں متعین و قائم ہوتی ہیں پھر اس کے مطابق عالم اجسام کا ظہور ہوتا ہے اور کبھی لفظ ہباء سے اعیان ثابتہ مراد لیتے ہیں۔ اور کبھی اس سے ہیولیٰ اجسام یعنی مادہ بھی مراد ہوتا ہے۔ اور کبھی ہیولیٰ و ہباء سے حقیقۃ محمدیہ مراد لیتے ہیں۔ گو مادہ اصل اور ہیولیٰ ہر شئی کی ہے۔ کیونکہ جملہ عالم اس حقیقت محمدیہ سے ہی بنا ہے۔

ھا سے مراد ذات حق سبحانہ باعتبار ظہور کے ہے۔

ھو سے مراد ذات بحت بلا اعتبار صفات و ظہور یعنی بالحیثیت ظہور حق سبحانہ کا نام ہے اور ہو خالص اور ذات بحت کا نام ہے جہاں کسی صفت و ظہور کا دخل نہیں ہے۔ یہ نقطہ ذات کا اسم ہے اس کے ذکر سے سالک کی صفات بشریت فنا ہو جاتی ہیں۔ اور جملہ اعتبارات غیریت زائل ہو جاتے ہیں اور بجز ہستی حق سبحانہ کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ اسی لئے یہ جلالی اسم ہے خواص سالکین اس کا ذکر کرتے ہیں۔

ہست نیست نما وجود حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ کہ وہ ہر جگہ اور تمام عالم میں موجود ہے مگر نظر نہیں آتا۔ دیکھنے میں تو وجود اضافی یعنی مخلوق آتی ہے جو کہ خود نیست ہے اسی لئے خلق کو ہست نیست نما کہتے ہیں۔

ہمہ از وست یعنی سب کچھ اسی کی طرف سے ہوتا ہے وہی خالق کل افعال خیر و شر کا ہے اس کا یقین کرنا توحید افعالی ہے یہ مرتبہ شریعت ہے۔

ہمہ با وست یعنی یقین کرنا حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ سمع۔ بصر۔ کلام۔ خالقیت رازقیت وغیرہ تمامی صفات حق سبحانہ اس کی ذات کے ساتھ ہیں اور اس کے عین ہیں۔ یہ توحید صفاتی ہے اور مرتبہ طریقت ہے۔

ہمہ اوست یعنی تمام عالم و جملہ موجودات و افعال و آثار و صفات سب کچھ عین حق سبحانہٗ تعالیٰ ہے بلکہ سب کچھ وہی ذات حقانی ہے یہ توحید حقیقی ہے معرفت و حقیقت یہی ہے۔

ہمہ براہ راست اند یعنی ہر شئے اپنے مقررہ راستہ پر چلتی ہے جو کچھ تقدیر الٰہی میں مقرر ہے وہی ظہور ہوتا ہے۔ ہر کارے و ہر مردے جو ازل میں مومن مقرر ہو چکا ہے وہ ایمان اور صراط مستقیم پر چلے گا۔ اور جو کافر مقرر ہو چکا ہے راہ ضلالت اختیار کرے گا۔

ہمت۔ دل سے خدا کی طرف متوجہ ہونا بغرض حصول کمال و وصال حق اور مرید کا ارادت میں مضبوط ہونا بھی ہمت ہے۔

ہمۃ الافاقہ۔ ہمت کا پہلا درجہ ہے اس میں سالک ماسوائے اللہ سے منقطع ہو کر ہمہ تن لقاء حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

ہمۃ الانفہ یہ دوسرا درجہ ہے۔ اس میں سالک بلا کسی آرزو کے متوجہ بحق ہوتا ہے اور جویا رضاء حق ہوتا ہے۔

ہمۃ ارباب الہمم العالیہ یہ ہمت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے اسمیں سالک ماسوائے اللہ سے بالکل منقطع ہوتا ہی اور سب آرزوں سے خالی محض ذات حق میں محو و مستغرق رہتا ہے۔

ہوی خواہش نفسانی ولذات جسمانی کی طرف میلان رکھنا ہوا و ہوس ہے۔

ہواجس خطرات نفسانیہ ہیں۔

ہواجم معنی بوارد یعنی جو کچھ سالک کے دل پر بغیر اکتساب عمل کے علی التواتر وارد ہو۔

ہوش دردم اصطلاحات حضرات نقشبندیہ سے ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی سانس یاد خدا سے غافل نہ ہو۔

ہویت سے مراد حقیقت شئے ہے جملہ اشیار کی حقیقت وہی وجود حقانی ہے۔

ہیبت وانس ۔ یہ قلبی کیفیات ہیں۔ پہلے قلب میں خوف یا رجار کی کیفیت ہوتی ہے اس کے بعد کیفیت خوف سے قبض اور کیفیت رجاء سے بسط ہوتا ہے۔ اور کیفیت قبض سے ہیبت اور بسط سے انس پیدا ہوتا ہے بعض کہتے ہیں کہ ہیبت ایک کیفیت ہے جو مشاہدہ ذات حق سبحانہ سے حیرت و محویت کی سی حالت طاری ہوتی ہے جس سے سالک پر سکر غالب ہوجاتا ہے۔ اور انس ایک حالت ہے جس سے سالک سکر سے حالت صحو میں آجاتا ہے۔

ہجراں معشوق و مطلوب سے جدائی و دوری اور غیر مطلوب کی طرف متوجہ ہونا ہجراں ہے۔

ہفت منزل حضرت خواجہ فریدالدین عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اول منزل وادی طلب دوسری منزل وادی محبت و عشق تیسری منزل وادی معرفت چوتھی منزل وادی استغناء۔ پانچویں منزل وادی توحید چھٹی منزل وادی حیرت۔ ساتویں منزل وادی فقر وغناء۔

سے مراد قرب حق اور ولایت ہے۔

ہشیاری حالت صحو کو کہتے ہیں۔

ی

یاقوت حمراء نفس کلیہ کو کہتے ہیں۔

یدان یعنی حق سبحانہ کے دو ہات اس سے مراد وجوب اور امکان ہیں بعض کہتے ہیں اس سے مراد جلال وجمال ذات ہیں کیونکہ جملہ عالم کا ظہور انہیں دو صفات سے ہے۔ کوئی مظہر جلال ہے کوئی مظہر جمال کوئی جامع جلال وجمال ہے۔

یاد ماسوائے اللہ کو فراموش کرنا اور مشغول بحق ہونا ہے۔

یار تجلی صفات کو کہتے ہیں

یوم الجمعہ سالک کا واصل بحق ہونا اور مرتبہ جمع میں پہنچنا یوم جمعہ و یوم عید ہے۔

یادکرد اصطلاحات حضرات نقشبندیہ علیہم الرحمۃ سے ہے اس سے مراد ذکر لسانی وذکر قلبی ہے

یادداشت اصطلاحات حضرات نقشبندیہ علیہم الرحمۃ سے ہے اس سے مراد ذات حق سبحانہ میں محو وفنا ہو کر بقا باللہ ہو جانا۔

متفرقات

شان الٰہی تجلی حق سبحانہ اس اعتبار سے کہ وہ حق سبحانہ کی طرف سے عبد پر نازل ہوتی ہے شان الٰہی کہلاتی ہے اور اس اعتبار سے کہ تجلی کے نازل ہونے سے عبد پر ایک خاص اثر ہوتا ہے یہ تجلی عبد کا حال کہلاتی ہے۔

کمال ذاتی حق سبحانہ کا خود بخود موجود ہونا۔

کمال اسمائی مظاہر عالم میں حق سبحانہ کا نزول فرمانا۔ اور جلوہ گر ہونا

سفرالحق۔ حق سبحانہ کا تنزلاً و تعینات میں نزول فرمانا اسکو قوس نزولی کہتے ہیں۔
قوس نزولی اس کی ابتدا نقطہ وحدت ہے اور انتہا مرتبہ جامع یعنی انسان
سفرالعبد مرتبہ جامع سے ذات احدیت کی طرف عروج کرنا اور مراتب تعینات کو طے کرنا
قوس عروجی اسی کو قوس عروجی کہتے ہیں اس کی ابتدا انسان اور انتہا نقطہ وحدت ہے
شریعت طریقت شریعت صراط مستقیم ہے اس کے اتباع سے انسان صفات
حقیقت معرفت ذمیمہ سے پاک اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہو کر واصل بحق
ہوتا ہے۔ شریعت کے تین درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ دوسروں سے
سنکر اللہ تعالیٰ ہی کو معبود برحق ماننا۔ اور اس کے احکام کی پیروی
کرنا معصیات سے بچنا یہ عوام الناس کا تقلیدی اسلام ہے۔
دوسرا درجہ یہ ہے کہ عالم علمی و عقلی دلائل سے سمجھے کہ وہ ذات پاک
لاشریک ہے وہی معبود برحق ہے یہ استدلالی اسلام ہے۔
تیسرا درجہ یہ ہے کہ عالم کے علمی و عقلی دلائل علم منقول کے بالکل
مطابق ہوں۔ اس وقت عالم کو پورا اعتماد اور یقین حاصل ہوتا ہے
اور اس کی عقل سلیم ہوجاتی ہے۔ اب اس قابل ہوتا ہے کہ طریقت
میں قدم رکھے۔ اس کا نام اسلام کامل ہے۔ اب تلاش مقصود کی
فکر ہوتی ہے۔

کتاب ہذا کے متعلق ارباب فضل و کمال کا خیال

اصطلاحات صوفیہ کے متعلق محترم مشائخ و علماء نے جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ اڈیشن میں شامل کئے جائیں گے اس جگہ بوجہ عدم گنجائش صرف چند تقریظیں درج کی جاتی ہیں۔ اور خاکسار ناشر کتاب ہذا اس حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہے:۔

از جناب مولانا مولوی حاجی محمد مشتاق احمد صاحب چشتی انبیٹھوی مدظلہ العالی

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلی تابعیہم باحسان الی یوم الدین من الاولیاء والصالحین اما بعد عاجز گنہ گار مسکین خطا شعار محمد مشتاق احمد چشتی انبیٹھوی عرض کرتا ہے کہ یہ عاجز جب مطالعہ کتاب مستطاب اصلاحات صوفیہ مؤلفہ حضرت زبدۃ الصلحاء عمدۃ الکملاء مکرمی حضرت محمد شاہ عبد الصمد صاحب دہلوی چشتی فریدی نظامی فخری سے مشرف ہوا تو نہایت دل خوش ہوا حضرت ممدوح نے یہ کتاب تالیف کر کے طالبان ارباب طریقت اور مسترشدان اصحاب معرفت پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ اصطلاحات صوفیہ کرام کو بہترین سلیس عبارت میں اور فصیح اردو زبان میں شرح اور بسط کے ساتھ تحریر فرمادیا ہے خصوصاً مراتب کلیہ یعنی تنزلات ستّہ کی شرح کیا اچھی لکھی ہے اور معنی الولایۃ افضل من النبوۃ کو جمہور محققین علمائے راسخین کے مسلک کے موافق سمجھایا ہے۔ اسی طرح کلمہ میزان اور کلمہ مطلعؔ کی تشریح ایسی کردی ہے۔ جو واقعی ہے اور سلیم الطبع کے ذہن میں آجاتی ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء وصلہ اللہ الی مایرضاہ

کتبہ العبد العاجز المحتاج الی رحمۃ اللہ الصمد
محمد مشتاق احمد عفا اللہ عن سیئاتہ التی لاتحصی ولاتعد
۹۔ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ

از جناب مولانا مولوی حاجی محمد سلیمان اشرف صاحب پروفیسر علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

برادر محترم ذو المجد و الکرم فرید احمد صاحب زید مجدہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حضرت اقدس عظیم البرکت کی تالیف منیف مصطلحات صوفیہ کے دیدار سے آنکھیں روشن ہوئیں۔ اس حیثیت سے کہ مولیٰ تعالیٰ نے محض اپنے فضل عمیم سے سلسلۂ عالیہ فخریہ سے منتسب ہونے کا اس فقیر بے نوا کو فخر عطا فرمایا ہے۔ دل نے جو لذت محسوس کی ہے الفاظ اسے ظاہر نہیں کر سکتے مجھے اس پر ناز ہے کہ الحمد للہ اس وقت بھی حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے جانشین نے چشمۂ فیض کو اسی دریا دلی سے رواں فرمایا ہے جو حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے خاندان کی امتیازی خصوصیت ہے اگرچہ میرا مطالعہ بہت ہی محدود ہے اور خاص کر اس دور کے تالیفات کا تو مطالعہ گویا نہیں ہے لیکن پھر بھی میں یہ ضرور گذارش کرونگا کہ ایسی جامع تالیف اس موضوع پر انشاء اللہ دوسری نہ ملیگی خاص بات یہ ہے کہ اسرار و حقائق کا بیان اس انداز میں کیا ہے کہ مبتدی و منتہی دونوں اس سے بقدر استعداد مستفید و مستفیض ہو سکتے ہیں علوم شرقیہ کا عالم اگر اس سے لذت اندوز ہوگا تو علوم مغربیہ کا ماہر بھی اس سے سعادت حاصل کر لیگا۔ اسلوب بیان محققانہ ہے۔ اور طرز تحریر قدیمانہ اب آپ سے میری یہ التماس ہے کہ اس فیض کو عام کرنے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ فرمائیے جلد سے جلد طبع فرما کر اسے شائع فرمائیں زیادہ السلام بس و باقی ہوس

حررہ بقلم فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ معلم علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

از جناب میرزا عثمان اشرف صاحب گورگانی

تصوف۔ رب العالمین و معبود مطلق کی — پاک وصاف معرفت کلی کے علم کا نام ہے

اور راہ میں کے مردان اہل کو صوفی کہتے ہیں — مومنین۔ صفا کے خلاف کدر ہے

اور صفا سے مراد با حصول ایک شے لطیف ہے — اور کدر لازمی صفات انسانی سے ہے

اسی واسطے مرد سالک صوفی فی الحقیقۃ وہی ہے جسے کدر سے دوامی حذر رہو

صفا۔ یقیناً محدود صفات انسانی سے نہیں ہے ۔ کیونکہ یہ بشر نازک خیال
خاک کا ایک بے جوہر پتلا ہے ۔ صفا کیواسطے صاحب حوصلہ انسان کو تزکیہ نفس
اور بے شایبہ تصفیہ قلب لازم ہے ۔ جن پر عمل پیرا ہونیکے بعد ایک فہیم مزاج پاکیزہ فکر
اپنی اصلی صفاتِ بشری سے ۔ بالتنزیہ خالی ہو کر تحفہ صفاتِ یار سے
یا درجہ کمال متصف ہو جاتا ہے ۔ یعنی حق الیقین فنافی اللہ اور بقا باللہ کا درجہ
بعنایات ازلی حاصل کرتا ہے ۔ اس اعتبار سے پاک فہم صوفی اسکو کہیں گے
جو علی الدوام اپنی صفات بشری ۔ اور کدوراتِ معمولی سے مبرا۔ خواہشاتِ واجبی
اور اتحادِ نفسانی سے بالکل مبرا ہو ۔ یا یوں کہو کہ اس انسانکو دونوں جہان میں سوائے اللہ تعالیٰ کے
کوئی چیز موجبِ حجاب نظر نہ آئے ۔ اس محمود علم معرفت ۔ یا تصوف کی دل آویز و صحیح تعلیم
تمام جلیل القدر صوفیائے کرام ۔ جس تقدس اور احسن طریقہ سے
ساطع و لامع دیا کرتے تھے ۔ وہ اکثر صاحب دل مریدوں میں زبانی
منقسم ہوا کرتی تھی ۔ یہی طریقہ مرسوم اب تک جاری ہے
لیکن بعض صوفیائے والا حسب نے ۔ تصوف کی عدیم البدل تعلیم
تقریر انجم آرا کے علاوہ ۔ اوصاف تحریر میں لاکر ۔ باتلطف شروع کر دی ہے
اس صاف صاف طریقہ تعلیم سے ۔ جملہ حرماں نصیب طالبین علم تصوف
دقیق استعارات ۔ جامع کلام و باریک اشارات ۔ قدیمانہ اور مشکل اصطلاحات
جو لاشک اس وقت تک ۔ بے اندازہ با ادب شعرائے متصوفین ۔ اور متفرق مصنفین
کے مجموعۂ کلام اور تصانیف میں موجود ہیں ۔ بآسانی اور بے کوشش حل کر لیں گے
چنانچہ حبیب جان قبلہ خواجہ شاہ میاں ۔ بندہ بے عدیل احقر محمد عبد الصمد صاحب چشتی
فصلِ ربیع گلستانِ فریدی ۔ پھول نبیل باغ کلیم الٰہی ۔ گلاب نایاب درگہ نظامی
صبح نو بہار چمن نصیری ۔ گل نایاب گلدستہ بستانِ سلیمانی

ملاذی اور آقائی و ملجائی و مادای و مولائی ۔ مجمع احسان نے موجودہ زمانہ کی مشکلات کو
بہر کیف محسوس کر کے تصوف کے ۔ مطلب و مقصد اصطلاحات متداولہ
اور مروجہ کا ایک نہایت مقدس مجموعہ ۔ حال میں بعبارت صاف بتصنیف فرمایا ہے
اور اون کی پسندیدہ تشریح ۔ کما حقہ سلیس و شستہ و عام فہم
اردو زبان میں کاشف حقایق فرمائی ہے ۔ اور اس مفصل نادر و نایاب تحفہ کا
بیر اعجاز نام۔ اصطلاحات صوفیہ رکھا ہے ۔ ایزد جل و علی مصنف عارف اسرار کا سایہ
ہم سب ہیچمدان غلاموں ۔ کے سروں پر بطفیل نبی کامل الزمان قایم رکھے
اس نافع دہر کتاب کو پڑھ کر ۔ لوگ متصوفین کے محیط عالم حال اور قال
لطیف ذوق و شوق ۔ علمی کنایات رمز و اسرار۔ نافع زمان نکات و صفات
اور درویشی طور و طریق سے ۔ ہر دم و آن متمتع ہوں گے
احقر نواز جناب قبلہ نے یہ تصنیف کیا کی ہے ۔ بلا مبالغہ بحسن سلوک
جمیل دریا کیا ایک بحر ناپیدا کنار کو کوزۂ آب میں بند کر دیا ہے
ایسی مفرح و جامع کتاب ۔ بلا گمان ایک بے نظیر۔ اور زیبائی اضافہ ہونے کے علاوہ
کمال مآب جناب مقدس کی جانب سے اپنے تابعداروں کے حق میں ایک کنز فیض عام
اور یقیناً ایک پایدار عطیہ نعمت دوام ہو ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ نیک حال مومنین و مسلمین کو
نیز والا جاہ میاں عبد الصمد صاحب کے تابعداروں کو ۔ اس بصر افروز تصنیف سے
روز افزوں استفادہ حاصل کرنے کی بطفیل سید دین و دنیا توفیق عطا فرمائے

از ہیچمدان میرزا عثمان اشرف گورگانی
۱۹۲۸